

دین و دین



لیون پر لیکار شمع

ایڈیشن
عامر عثمانی (فاضل دیوبند)

تکلیف

بائیس سویں سال کا جو تھا شمارہ

ماہنامہ

دیوبند

سال نمبر

ہندوپاک سے
غیر مالک سے بذریعہ بھری ڈاک۔ ایک موٹر سیکل
غیر مالک سے بذریعہ ہوا تیڈاک تین پاؤ نڈ

غیر ملکی حضورات

اپنی رقم سادہ پوشل آرڈر کے ذریعے رواث
فرمائیں

ایڈیٹر: عاصم عثمانی

ا من او پر دالہ دائرے میں تیج نشان ہے تو سمجھ
لیجئے کہ اس پرچے پر آپ کی خریداری ختم ہے۔
یا تو منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وی بی کی
اجازت دیں۔ آئندہ خریداری حاصلی نہ رکھنی
ہوتی بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت
میں انگلائر جہ وی پی سے بھیجا جائیں گا جوصول
کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ روپی پی گیارہ
روپے بھاس بیس کا ہوگا۔
منی آرڈر بھیج کر آپ وی پی خرچ
سے تیج جائیں گے۔



ہمارا امکمل } دفتر تجیی - دیوبند
پست نمبر } (یو - بی)

اس پرچے کی قیمت۔ ایک روپیہ

لی پر نظر پبلیشن نے اسلامی پرسس دیوبند سے طبع کر کے
اپنے دفتر تجیی دیوبند سے شائع کیا۔

فهرست

ماہ جون مخصوص

مولا نامودودی ۳۰	دُور حاضر کا جلخ اور اسلام دربار الکبری (نظم)	عمر عثمانی ۵	اعازِ حُن
شورش کاشمیری ۵۳	اسلام سے ہے ۵	مولانا ابوالا علی مودودی ۱۴	تفہیم القرآن
غافل کرنا لی ۵۵	تجھی کی طاک ۷	ڈاکٹر قیم جاوید ۲۷	پیغمبر مسیح دین پر پاکستانی علمائوں کا اعلان
..... ۵۶	سم قند و بخار اکی خونیں برگزشت مسجد سے میخانے تک ۲۴	عمر عثمانی ۲۴	شرحِ چہ مسلم
عامر عثمانی ۵۹ ۲۴	شم نزید عثمانی ۳۲	کیا ہم مسلمان ہیں؟
اعظم ہاشمی ۶۹ ۲۴ ۳۲
ملا ابن العرب تکی ۲۷ ۲۷ ۳۲

رکار شمارہ ایک "نہجی شمارہ" ہے

کاغذی گرافی اور معمولہ اک میں تازہ بتانہ اضافے کے باوجود ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اگلے پرچے کی ضمانت عام شمارے کے مقابلے تقریباً ڈھنی ہے۔ اس فیصلے کی بنیاد اس جنبہ پر ہے کہ ہم تجھی کے مستقل عنوانات کا نامہ کے بغیر قارئین کو بعض ایسے اہم اور مفہومیں پڑھوانا چاہتے ہیں جن میں پاکستان کے تازہ ترین حالات کی تصویریں موجود ہوں۔ ہمارے نزدیک سیاست اور زندہ ہب میں کوئی دلیل نہیں اسی لئے کسی دنیاوی منفعت کی ادنیٰ ترقع اور خواہش کے بغیر ہمیں اس سے دلچسپی ہے کہ پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہو اور الحادہ کفر کی ذلت و ہریت کا بندھو یکنائی ہے۔ حققت یہ ہے کہ سوائے پاکستان کے وقت پوری دنیا میں کہیں اسلام کا کوئی مستقبل نہیں۔ ایک پاکستان ہی ہے جہاں امید کی کوئی مکن نظر آتی ہے۔ لہذا ہم اپنے ناظرین کو حقیقی وسع دہاں کے احوال سے باخبر رکھا چاہتے ہیں۔ شیخ کفر والہ اور حقیقی اسلام کی جنگ میں اسلام کو فتح اور کامران دیکھنے کی خواہش ہر سچے مسلمان کے لئے ایسی خواہش ہے جس کے سامنے دنیا جہاں کے خزانے پر اور اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنے مال و مہال کی محبت حضن خانوی یحییٰ رکھتی ہے۔ اگر اسلام کی محبت "فرقہ پرستی" ہے تو ہمیں اعتراف ہے کہ ہم بڑے فرقہ پرست ہیں۔

تحفے شمارے کی جملہ الکبریں

ڈاکٹر اقبال کیا تھے: — ابھی اکابریل نسخہ کو پنجاب پینیورسٹی پاکستان (لاہور) میں مولا نامودودی کی ایک بسط نظر نیز کا مطیپ ریکارڈ۔

حیات اقبال کا سبق: — مولا نامودودی کا ایک مضمون — تفہیم القرآن سورہ المکرم (مولانا نامودودی)

مولانا احتشام الحق تھاونی سے ایک انٹرویو — ۱۸ سوالوں کے جواب مولانا نامودودی کی مجلس سماہر القادری اور شورش کاشمیری — کی تازہ نظیں۔

پاکستان میں ہر تالوں اور جلوسوں کی کہانی

اس پرچے کی قیمت دو روپے ہو گی لیکن
مالانہ خریداروں سے کچھ نہیں لیا جاتے گا۔

حالات سے مجبور ہو کر تجھی کا سالانہ چندہ گیارہ روپے کیا جانے والا ہے
مگر مہر جو نہجہ تک رس ہی اور پیے قبول کئے جاتے رہیں گے

- (۱) مفتیانِ دارالعلوم کا ایک تازہ فتویٰ
 (۲) مولوی اسعد حسپ، پاکستان گئے مکھچپ کرنا!

کیوں آخر؟
 جواب اندھہ تلاش کیجیے

مکھچپ گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
 کہاں سے آئے صد الالہ اللہ اللہ اللہ

دعا و سکھی

کہ پاسپورٹ اور دیز اسکے بغیر پاکستان کا باڈیمی اور تلوار
 بھی پار نہیں کر سکتے۔ مگر اس تشریفے بری لمبی اڑوان لیکر
 پہلے شاہ ولی اللہ الدسلویؒ کا سینہ چھیدا پھر امام مالک اور
 امام ابوحنیفہؓ کی قبروں میں جاتراز وہوا۔
 مولانا محمد قاسمؒ کو کافر بنانے اور بعد از مرگ ان کا
 نکاح توڑنے کی دعیہ کہاںی سے دیکھنی ہو رہے ماضی کے غرض
 سے جھانک کر اپریل ۱۹۴۷ء کا تقلی ملا حظہ کرنا ہو گا۔ اجسالہ
 یہاں نفس داقعہ دہرا دیں کیونکہ چودہ سال قبل کی دنیا میں
 لٹھا ہر شخص کے لئے آسان نہیں۔

ہوا یہ تھا کہ سی نے مولانا محمد قاسمؒ کی کتاب "تصفیۃ العقا
 سے چند طور تقل کر کے دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کو تھیجیں
 اور سوال کیا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں شرعی حکم
 کیا ہے۔

نہ جانے کوئی نہیں گھر تھی کہ اُس وقت کے مفہوم میں
 نے یہ تصور فرمایا کہ ہونہ ہو عبارت یا تو مودودی کی ہے یا اسکے

امام ابوحنیفہؓ بھی مگر ا!

گڑے مردے اکھڑنا ہماری عادت نہیں۔ مگر بھی کبھی
 آدمی کو عادت کے خلاف بھی طوعاً دکر یا کوئی ناخوشگوار کام
 کرنا ہی پڑتا ہے۔ آج سوہنے اتفاق سے ایسا ہی ایک مرحلہ
 درپیش ہے۔

خدا ہمارے عظیم مرکب علمی دارالعلوم دیوبند کو سلامت
 رکھے۔ اس کے بعض کوتاه میں اور کم اندر مفتیوں نے پہلے بھی
 مولانا مودودی کی عادت میں اپنے قبور کے ترکش سے
 ایک ایسا تیر جلا یا تھا جو اصل نشانے پر پہنچنے کے بجائے اسے
 ہی شیخ اور مقدمی مولانا قاسمؒ کی قبر میں پیوسٹ ہو گیا
 تھا اور آج پھر دو عدد مشقی صاحبان نے — کہ ایک ائمہ
 مولانا نظام الدین ہیں اور دیگر سیدا جمالی علی سعید
 — جماعت اسلامی کے بعض وغایا کی جھونکتی میں فتویٰ کی کہ
 سے ایک زہر میں بھاگتی حلا یا ہے جو مولانا مودودی کے
 سینے میں نراز وہ نے کا تو قعدہ تو شاید اس لئے نہیں پاس کا

کسی چیلے کی۔ بس پھر کیا تھا؟ جھاڑ دیا ایک زناتے کافتوں
فتوے کے الفاظ یہ تھے:-

”..... تحریر خطناک بھی ہے اور عام مسلمانوں
کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔“

یہ الفاظ تزیب قرطائی سکتے ان سید احمد علی سعید
حباب نے جو اس وقت نائب مفتی تھے پھر مرستے سے
علیحدہ کردیئے گئے۔ اور اب پھر اپنی جگہ بحال پڑھنے
ہیں۔ خیر سے حال کا وہ دلخیب فتویٰ بھی ان کے شمول سے
خالی نہیں جس کی تفصیل آتے آرہی ہے۔

ان الفاظ پر ذیل کا اضافہ کیا ان نقی سعید احمد
حوالج اس دنیا میں نہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فراستے،
لکھتے ہیں:-

” جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے۔
جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کر۔
اس سے قطع تعلق کریں۔“

گویا ”لوفۃ العقاد“ کے حصہ اور شیوخ دیوبند میں صرف
اوی اسے بن رہگ مولانا محمد فاقہ سم بے چارے اپنے ہی اختلاف
اور تلامذہ کے ہاتھوں کا فرقہ رپاٹے کیونکہ ان اخلاف
کے دل دد ماغ مولانا مودودی کے عناد سے دھوائی ہوا
تھے اور عناد وہ چیز ہے جو اکثر و بیشتر کبوتر کو شُرُمِ غ اور
اوٹ کو چھکا پیتا کر رکھتا ہے۔

ظاہر ہے بات ہل ہی تھی کہ مفتی صاحبان نے
کسے کافر بنایا۔ جب کھلی تو شریفوں کی طرح اعتراض
قصور اور اطمینان دامت کے بھائے اُنٹی سید ہمی تاو ملوں کا
تامباں ہا۔ فنکاریوں کی نمائش کی گئی۔ فلا بازیاں ھائی
چیزیں۔ مگر تیر تو کمان سے نکل ہی چکا تھا۔ ہر تاول اضحویہ
بنی اور ہر تیر جیہہ نے اہل عقل کے رہر خدا میں اضافہ کیا۔

سایا ہے کہ الہومُ لَدْلُغْ منْ حَمْرَادْهَا
هر تین (مومن ایک ہی سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا
جاتا) ہونا یہ چاہئے تھا کہ سہل انگار مفتی صاحبان اُشنده
بہت اختیاط برستے تکربرا ہو مودودی دشمنی کے جزء ہے

نام سعید کا۔ یہ ظالم جب دل دد ماغ میں آشیانہ بنالنتابے
تو بصیرت اور ہشمہری کے چراغِ محل ہو جاتے ہیں۔ تکھ
ہی دلوں بعد مولانا محمد طیب صاحبِ تتمم دارالعلوم
دیوبند کی ایک عبارت پر مگر اسی کا فتویٰ دلفاگی کیونکہ
عبارت نقل کرنے والے نے یہ وضاحت نہیں کی تھی لہ یہ عبارت
مولانا محمد طیب کی ہے۔

ہمیں یاد ہے۔ استاد محترم مولانا محمد ابراهیم زندہ تھے
متعدد اور حضرات ان کی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ ہم نہ پرانی معروف
تھے تکلفی کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا غصب ہے۔ اس طرح
یمنفیاں دارالعلوم کی ساکھ بالکل ہی تباہ ہو جاتے گی۔
انھوں اپنی خصوصی عادات کے مطابق زیرِ بسم
فریا تھا اور کسل مت داشتے ہیں کہنے لگے تھے۔ ”کیا
کہا جائے یہ لوگ سوتے رہتے ہیں۔۔۔ خیراب ہم نے
بھی کچھ انتظام کر دیا ہے۔“

پھر انتظام کا جمل سا حال انھوں نے بتایا تھا کہ اس
طرح کے استفخار کے جوابات اب فلاں فلاں کی نظر سے
گزرے بغیر نہیں جاسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھروسے اور اپنے ہرین
انعامات سے نوازے۔ مولانا مودودی یا جماعتِ اسلامی
کے مدح خواں تودہ بھی نہیں تھے۔ کیسے ہوتے جب کہ
جماعت کا لکھر جوڑ پڑھنے کا موقع اخیں ملا ہی نہ تھا اور
جن بھی راستے انھوں نے قائم کی تھی وہ اپنی اقتباسات اور
نکتی بھٹکی عبارتیوں سے قائم کی تھی جنھیں اساتذہ کے عبارت
حوالہ دیوبند کے علمی حلقوں میں جام شراب کی طرح گردش
دے رہے تھے۔ ظاہر ہے سیاق و سباق سے اکھیری ہوئی
عبارتیں تو منصفانہ راستے قائم کرنے میں معاون ہوئیں سیکھیں
چاہئے وہ قرآن ہی کی کیوں نہ ہوں۔ خود قرآن نے دشمنان
اسلام یہودیوں کا یہی توکار نامہ بیان فرمایا ہے کسی تحریک و فتن
ان حکیمِ عنّہ مَا أَضَعْتُهُ (النساء)۔ تاہم اپنی درست
علمی اور وسیع النظری کی بناء پر استاذ مرحوم کو وہ لہی بغض
لہ وہ فقردوں کو ان کے اصل مقام سے اکھیرتے ہیں۔

تابعین) سے جو امر آئے اُس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم اور یہ لوگ برا بر کے انسان ہیں۔

(۲۳) رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تلقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں بدلانہ بہرہ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کا مل پر جا سچے اور یہ کھجھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجے میں ہو اُس کو اُسی درجے میں رکھے۔

(نحوٰ) من در حمد بالا تحریر میں رسول خدا کے علاوہ جس قدر اپنا علمِ السلام کر دیتے ہیں اور صحابہ کرم اور تابعین تبع تابعین لذت رہتے ہیں سب انسان ہی تھے وہ رب معیارِ حق نہیں رہتے اور نہ دہ تلقید سے بالاتر رہتے ہیں اور نہ اُن کی تقلیل یعنی ذہنی غلامی جائز رہتی ہے۔ کیا ہمارا من در حمد بالا تحریر سے ایسا بھجو لتنا ازدھر سے شریعتِ جائز ہے یا نہیں۔ یا ان تحریریوں سے تکھے اور مطلب بھی مکمل نہیں اور ایسے تکھے دا لے کو شریعت میں کیا مقام حاصل ہونا چاہئے؟ امید ہے پہلی فرضت میں جواب دینے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ عنایت ہوگی۔

عبد الوہاب اینڈمنز - اپر بازار

بڑی گھروال

دارالخلافۃ سے جواب گیا اسے بھی ملخطہ فرمائیے:-

الجواب وبالله التوفيق

آنے ان چاروں نمبروں کے بیچے جو نوٹ دیا ہے صحیح ہے، آپ سے صحیح سمجھا ہے۔ یہ اور اس جیسی بہت سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے ان لوگوں کو اہل الہوی والبدعت یا باعثِ ضلال گراہی کہا جاتا ہے اور اس من المبیان (سimpli دالحدیث) کے مطابق اس اندان سے بیان کر جاتے ہیں کہ شخص کا ذہن بھی ان زہر آسودگیوں تک نہیں پہنچتا، اس لئے عوام کو ایک کتابیں دیکھئے اور سُنّت سے روز کا جاتا ہے۔ فقط اللہ علم بالصواب۔

الجواب صحیح

كتبه الادھر

نظام الدین دارالعلوم دیوبند

سید احمد علی

دارالعلوم دیوبند

۹۶۸

اور کو رانہ عدالت مولانا مودودی سے نہیں تھی جس کا اچھا خاصہ اسٹاک ہمارے یہاں کے بعض اعلاء کے خانہ دماغ میں پڑا سستر رہا ہے جیسیں یہ توفیق بھی نہ مل سکی کہ انصاف پسند شریفوں کی طرح کم سے کم ایک بار تو مولانا مودودی کی وہ تابیں پڑھ دیکھتے جن سے اٹھاتے ہوتے تقریباً اور نقطوں کی بنیاد پر مخالفت، بعض اور بیزاری کے ضمن خانے کھڑے کر لئے گئے ہیں۔

آئی آج پھر دیکھئے۔ انہوں نے کیا کامنامہ انجام دیا ہے۔

ابھی افریدی شیر کو ایک استفتاء پڑھی گھروال سے دارالعلوم کے دارالافتاء کو بھیجا گیا۔ اس کی حرفاً بھر ت نقل یہ ہے:-

مکرمی محترمی جانب ہفتی صاحبِ سلام مسنون۔

امید ہے مراجع گرامی تحریر ہو گا۔

صورت حال یہ ہے کہ بڑی شہر میں ایک صاحبِ کچھ کتابیں جماعتِ اسلامی کی تقسیم کی ہیں اور تھجھا پسیں بیٹھ کر بڑھتے ہیں اور لوگوں کو شستاتے ہیں۔ کچھ ایسی باتیں سامنے آتیں جو غور طلب بھی ہیں اور معلومات طلب بھی ہیں اور ہماری سمجھ کے باہر بھی ہیں۔ براۓ ہر بانی غور نہ رکا کہ مدلل جواب دیں عنایت ہو گی اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ حسب ذیں باتوں کے کہنے والوں کو کیا سمجھا جائے، دین دار یا بد دین:-

(۱) ایک کتابیں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کی بات پر تقدیم کی جائے گی اور ضرورت پڑے تو اسے رد بھی کیا جاسکے گا۔

(۲) دوسری کتاب میں ہے کہ امت میں سے کوئی بڑے سے بڑا شخص بھی تلقید سے بالاتر نہیں ہے۔

(۳) غیری کتاب میں لکھتے ہیں۔ ہر وہ بات جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آئے وہ سر آنکھوں پر اور جو مات صحابہؓ سے ہم تک پہنچے اس میں سے ہم پسند کریں گے۔ صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگوں (تابعین) تج

ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بابی هرو اتھی فعلى الراس طالعین و ما جاء عن
الصحابۃ تحریرنا و ما جاء عن غیرهم فهم رجال
و نحن رجال را م خفیہ نے فرمایا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
فراء اتھی وابی کی طرف سے جو بات آئے وہ سرائکھیوں پر
اور صحابہ کی طرف سے جو آئے رسمنہم سوچ سمجھ کر
انتخاب کرنے کے اور صحابہ کے علاوہ کسی کی طرف سے آئے
تو اس کی کوئی خاص صفت نہیں۔ جس طرح وہ آدمی ہیں سی
بھی ہم بھی آدمی ہیں۔ انھیں اجتہاد قیاس کا خواہ ہے تو ہمیں
بھی اجتہاد قیاس کا خواہ ہے۔

لطف یہ ہے کہ ہم احباب اپنی اصول نقہ کی کتابوں
میں امام شافعی کا بھی یہی قول نقل کرتے ہیں کہ لا یقلى
احد من هم ای لذیکون قوله حجۃ دان کان فيما
لا یدرک بالقياس رصحابہ میں سے کسی کی تقیید نہیں کی
جائے گی یعنی ان کا قول حجۃ نہ ہو گا خواہ وہ ایسے ہی امور
میں کیوں نہ ہو جو قیاس سے نہ جانے جاسکتے ہوں)
کو یا جو سائل قیاس و اجتہاد سے تعلق رکھتے ہیں
ان میں تو قول صحابی حجۃ ہے ہی نہیں میکن غیر مُدرک
بالقياس امور میں بھی صحابی کا قول حجۃ نہیں۔

اور دیکھئے۔ امام غزالی المتصفی میں ”قول الصحابی“
کی بحث کرتے ہوئے پہلے مختلف اہل علم کی آراء کا ذکر
کرتے ہیں کہ بعض کی راستے میں صحابی کا قول علی الاطلاق
حجۃ ہے۔ بعض کے خیال میں صرف قیاسی مسائل میں حجۃ
ہے۔ بعض کے نزدیک صرف ابو بکر و عمر بن کا قول حجۃ ہے
پھر اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:-

وللکل باطل عندنا فان من يجوز عليه الغلط
والخصوص يثبت عصمته فلا حجۃ في قوله فلکيف
يتحجج بقوله صرف معجزاً بالخطأ وكيف تدعى عصمتهم
من غير حجۃ مسوٰ ترفة الخ — المستحبی جزء اول
صلیحاً۔ باب الوصل اثنانی من الاصول المohoومة
قول الصحابی (او ریہ سب آراء ہمارے نزدیک باطل ہیں

اب آئیے۔ ہم آپ کو دھائیں وہ فرمودات حقیقتہ
کس کے ہیں جن کے منہ پر ہمارے سادہ لوح مفتی صاحبان نے
بدعت و مگر ابھی کی کا لکھ لی دی ہے۔
پہلا قول اُن امام الراشت کا ہے جن کی عظمت جلالت
سے کوئی بھی صحیح العقل سلطان انکار نہیں کر سکتا۔ جو امام
دار الہجرت کہلاتے ہیں۔ جن کی موت طا بخاری اور سلم پر بھی
تفقرم زمانی رکھتی ہے۔ یہ قول اصول فقہ کی کتابوں میں
بہ آسانی دیکھا جا سکتا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ عز
اسے اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ الباالغہ میں باس
الفاظ نقل کیا ہے:-

ما من أحد إلا وهو مأخذ من كلامه وممزوج
عليه إلا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم دسوائے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص اس پوزش میں ہے کہ اسکے کلام
کو فقد و نظر کی سوٹی پر کسے کے بعد یا تقبیل کر لیا جائے
یا رد کردیا جائے۔

کسی ہر شمشندر مخفی نہیں کہ یہ میں وعن وہی بات ہے
جوستقی نے نہیں میں نقل کی ہے۔ نبہر میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ
بھی اس سے مختلف نہیں۔ خود شاہ ولی اللہ عز حجۃ اللہ الباالغہ
اور عقد ابیحی میں اس موضوع پر حجۃ نکلتا کہتے ہوئے
 تمام صحابہ تابعین اور شیعہ تابعین کا یہی سلک واضح فرمایا ہے
کہ امت میں کوئی بڑے سے بڑا شخص بڑے سے بڑا مجتہد
حقیقی مشیخ صوفی خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی تقیدی سے
بالآخر نہیں ہے۔ اس کے خصیل اور فتوے کو تقید کے بعد
ہی قبول کیا جا سکے گا اور اگر تقید اس کی موافق نہ کرے
تھوڑا بھی کہرنا ضروری ہو گا کیونکہ تقید اور موافق سے بالآخر
تو صرف اللہ اور رسول کا کلام ہے نہ کسی اور کا۔

نبہر دے کرستقی نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ خیر سے
ہمارے ان امام ابوحنیفہ کا معروف و معلوم موقف ہے
جن کی تقید کا قلاعہ ہمارے مفتی صاحبان نے اپنی گردیوں
ڈال رکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ عز سے ان الفاظ میں نقل
کر رکھتے ہیں:-

۔ ابھی خاص نمبر ۲۹ عہد ہی میں سیر حوالہ مواد پیش خدمت کیا جا چکا۔ یہ سب قارئین کے سامنے نہ ہو تو ہر حال یہ تو ہم نے یہیں شرح کر دیا کہ دارالعلوم کے عالی قادر مقنی صاحبہ بان نے جن تحریروں کو بیعت و مکرا ہی پر مبنی قرار دیا ہے وہ مولانا مودودی کی نہیں بلکہ امام بالکل اور امام ابوحنیفہؒ جسے اساطین کی ہیں اور انھیں نقل بھی شاہدی اللہ کی کتاب سے کیا گیا ہے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دیوبند کے مفتی صاحبہ بان نے اور جتنے قوائی اور فیصلے کتابوں اور اشتہاروں کی شکل میں جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف چھاپ رکھے ہیں کس قدر و قیمت کے حامل ہوں گے۔ مفعلاً کہ تیز مشالیں بے شمار ہیں۔ ایک بچپ

مشال لگے ہاتھوں اور سن لیجئے۔
جماعت علماء اسلام کا امام آپ نے سن ابھی ہو گا۔ وہ جسے غیر منقسم ہندوستان میں بعض علماء نے جمیعتہ علماء سے ہندو کے مقابلے پر قائم کیا تھا۔ قسم کے بعد جمیعتہ علماء ہند کے ان ارکین نے جو قبیٹی سے پاکستان کے نسبت میں اسے فوراً اپنے جماعتی نام سے "ہند" کا لفظ کاٹ کر "اسلام" کا نقطہ بڑھایا تاکہ پاکستان دہمن ماضی پر بردا بھی پڑھائے اور نئے سیاسی میدانوں میں خوش فعلیاں کرنے کا متوقع بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

کہاں ذرا لمبی ہے۔ ابتداء میں اصل جمیعتہ علماء کے اسلام والوں نے اس خیال سے صبر و سکوت کی راہ اختیار کی کہ چلو پاکستان تو بن ہی چکا، اب یہ پرانے قوم پرست علماء اپنے ماضی کی تلاش کرتے ہوتے ہیں اسلام کے کارکنوں کے طریقہ میں گے۔ انھیں ہی جمیعتہ علماء اسلام کے نام سے کام کرنے دو۔

مگر یہ ایک خوش فہمی تھی۔ سانپ اور بھوپاٹی نظر نہیں بدلا کرتے۔ یہ پرانے قوم پرست اسلام کی خدمت تو کیا کرتے اخنوں نے اسلام دہمن فتوں سے گھوڑہ شروع کیا اور جماعت اسلامی جسی جماعتوں پر تبر اپنا معمول بنایا۔

کیونکہ جس شخص سے خطاب اور سہو مکن ہو اور جس کیلئے عصمت ثابت نہ ہو اس کے قول میں صحت کی ضمانت نہیں بھلا ایسے حضرات کے قول سے حجت یکسے پکڑی جاسکتی ہے جس سے قصور مکن ہو اور ان کے قصور سے محفوظ معمصوم ہوئے کا دعویٰ بغیر کسی دلیل طبعی کے یکسے کیا جاسکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے موجودہ مفتی صاحبہ بان مطالعہ کے معاہلے میں اتنے محدود ہیں کہ انھیں بہت سی اسی خدمت بھی تھیں جو خود احضاف کی کتابوں میں نہ صرف ان بن کے اس احضاف میں موجود ہیں بلکہ انھیں کسی زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ مشال کے طور پر "الموافقات" میں امام شافعی الالی نے وہ تھی جلدیں "الہمسیلۃ التاسعہ" کے نزدیک اُن قول صحابی کی حجت پر جو مطواں گھنٹوں کی ہے اس بر عالمی احضاف کی تقدیم بہتری کتب میں موجود ہے اور خود الموقافت کی شرح میں دیباٹی میں اس گھنٹوں کا انقدر اذن جائزہ دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ متفقی نے نہیں بلکہ میں دستور جماعت اسلامی کی جس شرق کا ذکر کیا ہے اس پر اگر تھی تضاد اور بغض سے بلند ہو کر زکاہ انصافِ دلی جاتی تو اسی بھی دیوبندی عالم اور مفتی کے نئے اس تیکے پر اپنی اشوارہ تھا کہ جماعت اسلامی نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ کوئی نیا عقیدہ نہیں گھرا اس نے وہی کہا ہے جسے امام بالک، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر اعیان علم و تفقیہ شروع سے کہتے اور ملت آئے ہیں۔ کوئی امام اور شیخ ایسا نہیں کیا جس کا یہ عقیدہ نہ بیہا ہو کہ صرف اللہ اور رسول ﷺ کی تقدیم سے بالآخر ہیں۔

بانی تمام امت — جس میں تابعی اور صحابہ برشبل میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی پوزیشن نہیں رکھتی کہ اس کے اقوال و اقواء کو نقد کی چھلنی میں چھان کر قبول اور رد کیا جائے۔ معيار حق اللہ اور رسول ﷺ ہیں کہ جو بھی اخنوں نے قریات تقدیم سے بالآخر ہے۔ واجب القبول ہے۔ امکان خططے پاک ہے۔ ان کے سوا کوئی معيار حق نہیں مطالع اور منقاد نہیں۔ سند اور حجت نہیں۔ اس موضوع پر تجھی میں صد اصفحات لکھ جا چکے۔

نہ کرے۔
پھر جو سطرين حضرت عثمان کی تعریف میں تحریر پر کرنے
کے بعد آگے لکھتے ہیں:-

”ایسے شخص پر الزام لگانا انتہائی ظلم ہے اور وہ ہی شخص
ناکلتا ہے جو خدا کے رسول کا دشمن ہو۔ اور جو خدا
کے رسول کا دشمن ہو، اللہ کا دشمن ہمیں ہے۔“

دھرمیک اسلامی اور اس کے مخالفین ^{ص ۳۸۷ و ۳۸۸}
صفات ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کسی بردبار مفتی کا فلم نہیں کسی
ایسے شخص کا تلمیح ہے جس کا سینہ اور کاستہ سر و کپٹے ہمیشہ شعلوں
کی لیس سے بھرا پڑا ہے اور وہ پاگل ہوا جا رہا ہے کہ کسی طرح اس
لیس کو خارج کر دے۔

اب ذرا کانھ کھٹے کیجئے کہ یہ عبارتیں کس کی تھیں جن پر
یوں چاندیاری کی گئی۔ چونکہ جائیں گے آپ یہ سنکر کہ
یہ عبارتیں اُس کتاب پچے کی تھیں جو خود اسی جمیعتہ علماءِ اسلام کے
شعبۂ نشر و اشاعت شاخ سرگودھانے ”خلفاء راشدین
کے حالات“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ اور جس عقیدے پر امیر
صاحب اس تدریج سے باہر ہوئے وہ اسی کتاب نیں نو
عقیدوں کی فہرست میں چوتھے نمبر کا عقیدہ تھا۔

ناطقہ سرگر بیان ہے اسے کیا کہیئے
اور یہ بھی سن لیجئے کہ مودودی دشمنی کا پر احقانہ رقص
دھلنے والے امیر صاحب کون ہیں۔ جناب سید مکمل بادشا
فضل دیوبند امیر جمیعت علماءِ اسلام سرحدار۔
د ۲۰ ربیعہ المظہر ^{۱۴۲۸ھ}

جس ہی ذریعہ عقل سلیم ہو وہ سوچئے کہ ایک ہی بات
ان سخن میضتوں کے اپنے اکابر اگر کہتے اور لکھتے ہیں تو یہیں
کوئی خرابی انھیں نظر نہیں آتی۔ اسے عین حق تصویر کرتے ہیں۔
اس کی توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ لیکن
یہی بات الگ ان کی دانست میں مولانا مودودی کہہ گزرے
ہوں تو وہ اتنی مگراہ کن متعقفن اور اشتعال انگیز ہو جاتی ہے
کہ ان کی زبانیں اس کی نہ مرت میں گالیوں کی شیشیں گن بنجاتی ہیں۔
حرب صحابہ کا دورہ پڑنے لگتا ہے۔ جھاگ بر بڑ پھرے

خصوصاً مولانا مودودی پر گالیوں کی پوچھا رتو روزانہ کے
مشاغل میں شامل کر لی کیونکہ مولانا مودودی کی تابناک شخصیت
کے آگے ان کا چراخ جل ہی نہیں سکتا تھا۔

آج یہی یا کتنا جمیعتہ علماءِ اسلام غلام غوث ہزاری
جیسے بد نبازوں اور ذمیح مجدد جیسے چنانچہ کے اسماء گرامی
سے عبارت ہے اور اصل جمیعتہ علماءِ اسلام والوں نے
اس کی بد کرداریوں سے تنگ آگ پر ہر سے اپنی جمیعتہ قائم
کر لی ہے۔

خیر قواسمی نہاد جمیعتہ علماءِ اسلام کا الطیف ہے کہ،
۱۴۲۸ کے امیر صاحب کو کسی نے کچھ عبارتیں نقل کر کے بھیجیں
جن کا تعلق حضرت عثمانؓ کے ذریعہ خلافت اور صحابہؓ سے
متعلق شرعی عقائد سے تھا۔

چونکہ اس زمانے میں ہولناک مودودی کی مشہور کتاب
”خلود فت و ملکیت“ پر لفڑ اغتر ارض کے جھکڑے چلنے
رہے۔ تھے اس نے امیر صاحب نے یہ خیال فرمایا کہ ہونے پر
یہ عبارتیں بھی مودودی ہی کی ہیں۔ بس پھر کیا تھا آگئی عقل
ایڑی میں۔ ذیل کا گریگم فتویٰ کھٹاکے جھکڑا۔
..... اگر اس قسم کے الفاظ کوئی کہے وہ
خطبۃ الفطرت اور گراہ ہے۔ اس کے دل میں نفاق ہے۔

یقیناً اس عقیدے سے خلافے عظام رضی اللہ عنہم کی توبیں
ہوتی ہے۔ وہ اہل سنت والجماعت کے گروہ سے خارج
ہے۔ اس قسم کے عقیدے رکھنے والوں سے کسی قسم کا تعاون
نہ کریں۔

دل کی بھڑاک اس آتنا کھ دینے پر بھی پوری طرح نکالی نہیں
تمزید رقم فرمایا۔

”یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر الزام ہے۔ یہ
بالکل غلط ہے یہ افتراء و بہتان ہے۔ جو شخص یہ ہے
وہ گراہ ہے۔ عبید ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذمیل
کرے اور اشارہ اللہ ذمیل پڑھا۔ ایسا شخص اہل
والجماعت میں نہیں رہ سکتا۔ ایسی جماعت میں ہولیت
گناہ ہے اور اس قسم کی جماعت سے کسی قسم کا تعاون

معترضین کر ام اپنی حثیت نہیں دیکھتے۔ دو کوڑی کے اطفال مکتب ناگ پرچھے کا شعور نہیں اور چلیں مولانا مودودی پر اعتراض کرنے۔ ایکس بس "حشیات الارض" کہہ لیجئے ورنہ کوئی اور نام تو ان کا سمجھ میں نہیں آتا۔

ہم اپنے نام برا در ان اسلام سے عرض کریں گے کہ وہ اس وقت غوتاً اٹھنے والے سور کو جیسا رویں کی ہاد ہبھی سے زیادہ تقدیم ہرگز نہ دیں۔ دیلوں نہ خونے سہم دھکلا چکے جن سے صاف ظاہر ہو چکا کہ معترضین کی بدعقلی، اکتاً بیش اور لغوگوئی کا کا حال ہے۔ چھڑی اگر کوئی اس عفاف کو اہمیت دیتا ہے تو اپنے وقت کی بربادی کا ذمہ رارہ خود ہے۔

جهالت اور سفاہت کا ایک تاریخی دلکھنے بتائیے اس پر کوئی سنجیدہ نقدر کیسے دیا جاتے۔ کلکتہ سے روزنامہ نکالتا ہے "آبشار" خدا کو اس کے طبق مسلمان ہی ہیں اور ایک مسلمان ہی صاحب نے جن کا نام ہے "مبین الدین ایم اے" اس میں ضمناً لکھا ہے جس کا عنوان ہے:-

"آج چھر ایک مصطفیٰ لکال کی ضرورت ہے" بتائیے کیا عنوان ہی ہیں تباہ ہے کہ جس ذہن سے یہ کہا ہے وہ باقاعدہ قسم کے جہل مرکب کی آماجگاہ ہے اور علم و خبر یا عقل و بصیرت نام کی کوئی شے اس کے پڑوسن بھی نہیں۔ یہ ایسا ہی عنوان ہے جیسے کوئی کہے۔ "آج چھر ایک راس المناقین عبداللہ ابن ابی کی ضرورت ہے"

بعض کم طرف بی اے اور ایم اے کی دگری حاصل کر کے رسمیت لگتے ہیں لہا خیں اب دنبا کے ہر صورت پر پونے کی تھلی چھٹی مل گئی۔ حالانکہ علم دیں کیا جلد بھی ایکس نہیں آتی۔ مگر دگری کے لئے بیان دیں مسائل پر بھی اس طرح بیکس گے جیسے ماں کے پریٹ سے علم کوئی نہیں کرے

اور کہیں در آغوش، آنکھیں کسی بگڑے ہوئے ہاتھی کے جوش دخروش کا منظر پیش کرتی ہیں۔ ایسے حشرات کی غیرت اور شرم کو کن لفظوں میں داد دی جائے جو مودودی دشمنی کے چکر میں اپنے ہی مسلم عقائد افکار کو بد دینی و مگر ابھی کا سڑنی فکٹ عطا کر دیتے ہیں اور جب اس حماقت کے ہمراہ سے مقابل اٹھتا ہے تو بجا ہے اس کے کہ شرم سے یا نی پانی ہو جائیں یا کسی پہاڑ کی ٹھوپیں جا چھیس وہ بڑی شان سے دیکھوں پر تاؤ دے کر اور گردن اکٹھا کرو ابھی تباہی ناولین کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ چرب زبانیاں کرتے ہیں۔ اینٹھے مرور دیکھاتے ہیں۔

واحشرتا یہ اہل علم! — ان سے تو ہیں بہتر وہ جاہل گناہر ہے جو کسی قصور پر ٹوک دیتے جاتے کے بعد شرمندگی کے ساتھ کہتا ہے کہ میں تو جاہل اُدمی ہوں بخوبی معلوم نہیں تھا۔ آئندہ ایسی عاطلی نہیں ہو کی۔

حشرات الارض!

ہمارے پاس آئے دن ایسی کتابیں پھلٹ اور پڑھ آتے رہتے ہیں جن میں جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کو بہت طعن و تحریر بنایا جاتا ہے۔ ان کی تحریر و تیراعترضا کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو سنجیدہ اور نیا ہر متعلقوں میں ان کے جوابات تو ہم تجھی میں دے ہی دیتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں قابل التفات حسزوں کی متعدد ابہت کم ہے۔ عموماً توجہات اور بحث فنکر می کا پشتارہ ہوتے ہیں۔

وہی پر اتنے تھے طے اعتراضات جن کے جوابات بارہا دیئے جا چکے۔ وہی جاہلانہ فوں فاں۔ وہی بے عقل کا نہ گناہ۔ خیر سے اس میدان میں اہل بارعت اور اہل حدیث اور دیوبندی کسی کا استثناء نہیں۔ بڑا غصب یہ ہے۔ اور شاید یہ علمات قیامت میں سے ہے کہ اکثر

نظریں حصول اقتدار کے سیدائشی حق کا سریفکرت ماؤں کے پروٹ سے لیکر نکلتے ہیں لیتن جماعت اسلامی الگ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء راشدین کے اسوے، ہدایات اور تعلیم کی پروپری کرتے ہوئے پیرویش رکھتی ہے کہ معاشرے پر اسلام کی حکمرانی ہو اور اس عکاری کی زمام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہے جو اسلام سے باخبر بھی ہوں اور اس کے حق میں پورے مخلص بھائیوں تو آپ الزم غصہ اور حسرے دیوانے ہو کر بیخنے لگتے ہیں کہ جماعت اسلامی تو اقتدار چاہتی ہے۔

جیسا چاہتی ہے ۔۔۔ ہزار بار چاہتی ہے ۔۔۔ کوئی بھی صحیح الفطرت انسان غلامی پسند نہیں کر سکتا معاشرے پر کافرانہ قرآنی کاراچی ہو اور اسلام ہاتھوں میں کا سائنس کوڈائی کے حقوق کی بھیک مالکتا پھرے یہ توہر سچے مسلمان کے نئے بدترین غلامی ہے۔ اب اگر آپ اور آپ علیؑ دوسرے اشیر مادر بھخت لے ہیں تو یہ خوش فہمی آپ کو کیوں ہے، کہ جماعت اسلامی کے حقیقی مسلمان بھی آپ ہی کی طرح عقل وغیرت اور ذوق سیم سے بے بہرہ ہو کر غلامی کی بدر دمین لوٹ لکانا باعث عزت بمحظی رہیں گے۔

دوسرہ سوال ہم آیم اے صنای سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عین دوپہر کے وقت یہ رستے لگے کہ سوچ موجود نہیں ہے تو آپ کے پاس اس کا جواب کیا ہو گا؟

بس جو جواب آپ اسے دے سکتے ہیں وہی چاہا آپ کی اس بات کا ہے کہ جماعت اسلامی کے اس اپنا کوئی اقتدار پر وکرما اور سیاسی نظام نہیں ہے۔ آپ آپ نہیں بن دکھل کر لیں، اور اعلان کریں کہ ساری دنیا میں ٹھپ اندر ہیں ہے تو اس سے دنیا میں اندر ہیں تو انہیں چھیل جائے گا۔ جماعت اسلامی زندگی کے ہر بہ شعبے اور گوشے کیلئے اپنے انداز نظر، اپنی دعوت، اپنے خطوط فکر و عمل اور اپنے منصوبوں کے خاتمے اپنی تفصیل اور شہیر کے ساتھ میں کھڑی ہے کہ اب بھی جو لوگ انہیں نہ دیکھ سکیں وہ پیارشی انہی ہے ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ

برآمد ہوتے ہوں۔

بیچارے ایڈیٹر آبشار بھی غالباً ڈکری ہمکار کے رعب میں آکر یہ نوٹ اسیضمون پر دے گئے کہ۔

”ذیل کے ضمون میں بعض باتوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن اس میں نکاں نہیں کہ ناام مفبوط دیکھے گئے ہیں۔“

حالانکہ دلیل ہی وہ چیز ہے جس کا اس واہی ضمون میں دو در در تھے نہیں۔ پاکستان کے تذکرے میں صاحبِ ضمون مکمل افشا نی کرتے ہیں۔

”جو جماعت تبکے نریادہ اقتدار کی حریص نظر آتی ہے وہ جماعت اسلامی ہے جس کے پاس کوئی انتہاد پر وکرما ہے اور نہ کوئی سیاسی نظام۔ لسکے باوجود وہ بہانگ دہل دھوکی کرتی ہے کہ وہ حکومت الہیہ کا پر وکرما رکھتی ہے اور اس کے سیاسی اور معاشرہ نکرو نظر کی بنیاد فرآن و حدیث پر ہے۔“

”لیفی کی بات ہے کہ یہ ضمون نکار صاحب ہوں یا جید الدین خاں صاحب۔ بھاشانی ہوں یا بھٹو محلہ بخش ہوں یا لشمند ہے۔ سب کو یہ بُر اسٹم ہے کہ جماعت اسلامی اقتدار چاہتی ہے اور اس نام کا اظہار وہ بار بار اس طرح کرتے ہیں جیسے خواہش اقتدار سے بڑا دنیا میں کوئی جرم نہیں۔

اس سے قطع نظر کہ جماعت اسلامی کی خواہش اقتدار کو حرص، طمع اور اسی نوع کے نہتہ آمیز الفاظ سے منصف کرنے کا جزا ان حضرات کے پاس مولے حرب زبانی، ہر زہہ سرایی اور افترا پر دانی کے پھر بھی نہیں یوں تاہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جماعت اسلامی اگر اقتدار چاہتی ہے تو آپ کا لیجھ کیوں پھٹا جاتا ہے۔ آپ کے سیٹ میں کیوں مرور ہوتا ہے۔ آپ جس کافرانہ نامیں کافرانہ طرز حکومت کو پسند کریں اس کے لئے تو اقتدار خاہیں کرنے کی اور دھوپ سعی و جہد عین ثواب۔ میسر حاصل، قطعاً مناسب۔ اشتراکیت اور اشتہالت کے علمبردار آپ کی

اور سنتے۔ ارشاد فرماتے ہیں:-

”لیکن تجربات بتلاتے ہیں کہ اس کے پاس جو سیاسی اور معاشی نتائج ہیں ان کی بنیاد اس نظام اسلامی پر نہیں جو کسی زمانے میں خلافت راشدہ کا ہلا تھا بلکہ اس نظام پر ہے جو سایہ دار اور نظم کا ہلاتا ہے اور یہ نتائج فالباً لانہ اور داشتمانی کے ایوان حکومت میں تیار ہوتے ہیں۔“

ہے کوئی جواب اس بکواس گرامی کا!

ایم لے پاس کرنے کے باوجود ہمارے محض کوئی تک پتہ نہیں کہ ”تجربہ“ کسے کہتے ہیں۔ تجربے کا احتفاظ اس وقت استعمال ہو سکتا تھا جب جماعت اسلامی کسی جگہ کچھ دنوں پر برداشت اور رہ چکی ہوتی۔ اور ”تجربات“ کا لفظ تو اس کا متفاہی تھا کہ وہ بارہا حکمران بن چکی ہوتی اور کافی دنوں حکمرانی کے بعد پر خودہ سامنے آتا کہ معاشرہ سرمایہ دار اور اپنے نظام کی گرفت میں آگئی ہے۔ الگ کوئی شخص خلافت راشدہ اور جماعت اسلامی کے سیاسی و اقتصادی نقصشوں کا مقابلی مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ کر یہ دنوں ایک دوسرے کی خواہیں تو یہ ایک علیحدگی نہ کہ تجرباتی۔

مگر صرف لفظ تجربہ ہی کو کیا کہئے۔ اشتراکیت کے سبز باغ کا شکار ہونے والے کم عقل تو واقعہ یہ ہے کہ لکڑوں پیش کرنا لفاظ بس طوٹے ہی کی طرح رستے ہیں۔ انہیں کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کوئی اپنے عقلي سطح پر کوئی دلچسپی ملکیت بنانے کا سودا رکھنے کے سوا علمی و عقلي سطح پر کوئی دلچسپی عمل نہیں رکھتے۔ سارے احتصار، عوام و شہنشی اس طرح کے لفاظ کو نہیں کہ مولیٰ سے ان سادہ لوحوں کے کاون میں ملکتے اور ہرگز نہیں سے خود ہم ٹھوپی پر یوں میں سما جاتے ہیں۔ انہیں کچھ شعور نہیں ہوتا کہ یہ شہد ہے یا بلوہ۔ زہر ہے یا آٹھ چاٹ۔ یہ کسی سکریٹریزم نہ دعویٰ کی طرح ان کا وظیفہ رکھتے رہتے ہیں اور انہیں یہ تینیں نہیں رہتیں کہ جس ایمان و اسلام کی حلقہ بھگتی کا وہ دم بھرتے ہیں وہ سمجھی کا ان کے سینیوں سے اس طرح تکلیف کا حلیے گدھے کے سرے سینگ۔

آنکھ والے۔

پاکستان میں سیاسی مہرگریوں کا آغاز ہوتے ہی صرف جماعت اسلامی ہی نے اپنا ایک مبوط منشور قوم کے سامنے پیش کیا جو سیاسی، معاشی، انتظامی اور عدالتی تمام گوشوں کو حادی ہے۔ واضح اور مدلل ہے مشرح اور بے غبار ہے مہدوستان کے بھی اخبارات میں چھپ چکا ہے۔ اس کے برخلاف اور کوئی جماعت منشور پیش نہ کر سکی۔ جن اشتراکی اور اشتہمی حضرات کا تھیہ ہے ایک ایم اسے صاحب پڑھ رہے ہیں وہ تو صرف مطالبات کا وظیفہ رکھ رہے ہیں اور ان مطالبات کو نام دیتے ہیں نکات کا۔ چھنکاٹ گیارہ نکات۔ پانیں نکات۔ نکات ہی نکات۔ کرید کردیکھتے تو ان نکات میں واضح پروگرام اور قابل فہم خطوط کا رکار کا تو سایہ تک نہیں ملے گا۔ ہاں ملے گا تو بس ایک ارمان۔ یہ کہ قوم کی ہر رہنمائی اور خواہش اور انصاف کے ہر مقاضی اور اصول کو پس پشت ڈال کر اقتدار کی ہاگ ڈور صرف ہمایتے ہا تھیں دیدیں دیکھتے ہیں اور خواہش اور انصاف کی دولت اور وسائل اپنے قرضے ہیں کر کے ہو جو درہ چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں سے لاکھوں گئے ٹرے سرمایہ اور بن جائیں اور ساری قوم پر پڑھ کر خدا فی کریں۔

کیا تماشہ ہے کہ جن پاکستانی اشتراکیوں کے پاس سو اے ٹھوکے انعروں کے کچھ نہیں۔ جو ہر شے کو دوسروں کی ملکیت سے غصب کر کے اپنی ملکیت بنانے کا سودا رکھنے کے سوا علمی و عقلي سطح پر کوئی واضح لامتحب عمل نہیں رکھتے۔ جن کا پہلا اصول ہے توڑ پھیوڑ۔ دغافلی۔ بے رحمی۔ زبردستی۔ ندہب دشمنی اخلاق سوزی۔ ان کے نئے نو ایم اے بھائی صاحب کے پاس تعریف ہی تعریف ہے اور جماعت اسلامی اللہ اور رسول ﷺ کی پاکڑہ تعییمات کو یہی سے لگاتے نہیات روشن، معقول، مقصود اور قابل عمل منشور پہلے ہی ادن قوم کے آگے رکھ دیتی ہے اس کے باوجود میں مکمل بے جیانی کے ساختہ یہ فریبا یا حارہ ہے کہ اسکے پاس اپنا کوئی سیاسی و اقتصادی پروگرام نہیں۔

"ہیر و کہنے میں مضا اقتدار نہیں۔ بلکہ سر سے ممتاز ہوئے شب تو شیطان کو حاصل ہے جس نے خدا کی نافرمانی کا پہلا پتھر نصب کیا تھا۔ چنانچہ بعض اقوام کا ہیر و اہر من ہی ہے زیر داں نہیں اور ہمارے مصروف "فرعون" کی ہیر و شب کو جس طرح اُبخارا ہے وہ بھی دو رکاوے قلعہ نہیں۔

تو کوئی ایم اسے صاحب الگ مصطفیٰ کمال کی ضرورت محسوس کرنے لگیں تو تباہی علم و مذاقانت اور داشت و پیش کو سوائے آہ بھرنے کے پولنے کی کیا تجسس رہ جاتی ہے۔

ذریا ایک جملہ متنہ :-

"ایم جماعت اسلامی مولانا مودودی کو جو امیر میں بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں اشتراکیت اور اشتراکیت سے اذی بخض ہے۔"

ہم عرض کرتے ہیں کہ کیوں نہ بھی میں مولانا مودودی ایسے خواب! — آپ خود اپنی حیثیت پر نظر ڈالیے۔ آپ زیادہ سے زیادہ تھانے دار پائیٹیڈیا اسٹری یا بہت سے بہت تکی اسکوں کاچ کے پر پل بننے کے خواب دیکھ سکتے ہیں۔ تو آخر آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو اللہ نے اس سے اونچ خواب دیکھنے کا اہل بنایا ہے وہ بھی آپ ہی کی طرح چھوٹے چھوٹے خواب دیکھ کر لکھ چھوٹے اکر لیا کریں۔

پسند پوچھتے اپنی جمیں سے —

"تجھے حیرت ہے کہ مولانا مودودی حکومت الہیہ کے

داعی و نقیب ہونے کے باوجود حکومت کی آنکھوں میں

دھوول جھوٹنے میں اپنی مثال آپ کیوں ہیں۔"

آپ کی حیرت سے ہمیں ہمدردی ہے — مگر آپ دوسر چل گئے۔ لاہور — جہاں مولانا مودودی رہتے ہیں خاصاً درد ہے۔ رسم پہلے تو آپ اپنے ہی گریبان میں ٹھنڈا لکھ اس حیرت ناک سوال کا جواب دھوٹا رہتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک "اسلام اور حقیقی سو شریعت" بالکل مراد نہیں تو آپ روکس یا چین یا چیکو سلا و لکیہ وغیرہ میں کسی المکوف یا دینوف سے ہدف سے کیوں نہ پیدا ہوتے خواہ مخواہ کسی عبد الرحمن یا

خلافت راشدہ کا نظام کیا تھا اور کیا نہیں تھا۔ اس موضوع کی ملکی ذنار تھی باریکیاں جھنا تو خیر ایم اسے فرم کے نام نہاد لوگوں کے بس کاروگ ہی نہیں۔ ہم ان کے مصدایں پڑھ پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ نہ سریا پیداری کا غیرہ سمجھتے ہیں نہ بودھ رواتیت کا۔ انھیں اسلام کی تو خیر ایم اسی نہیں اشتراکیت سے بھی نابلد ہی ہیں۔ انھیں کچھ پتہ نہیں کہ مکہ میں نظام "رومی" کے شعبے میں روس اور چین دلوں جلد کس بہری طرح ناکام ہو چکا۔ روس کا حال یہ ہے کہ اب، فیصلہ فدائی اجنس اس کی پیداوار ہاں ان زمینوں سے حاصل ہوتی ہے جنہیں دوبارہ بھی ملتیت میں دیدیا گیا ہے جلد سرکاری اراضیات پر سہیوں کی پیداوار ۱۹۱۶ء سے پہلے کی تحریک گئی ہے دیکیاں ریویو ۲۷ رج لائی ۱۹۷۹ء اور جاہیں کا حال یہ ہے کہ گذشتہ دہیں سالوں سے اس نے اپنی نرمنی پس ادا کی اساعت ہی بنادری ہے اور وہ آسٹریلیا اور کنیڈا اور غیرہ سے اجنس دار آمد کر رہا ہے۔

انھیں کچھ پتہ نہیں کہ خدا طالن کے اعتراف کے مطابق وہ سری جنگ عظیم کی پوری تاریخ میں بھی اتنے آدمی ہلاک نہیں ہوتے حتیٰ تھا وہ سیمین زمینوں کو اجتماعی بنانے کی ہمیں ہلاک کئے گئے۔

انھیں کچھ تہ نہیں کہ اشتراکیت اپنی عین وضع اور سرت میں مذہب کی ذمہ، خدا کی مذہبی اخلاقیات کی باعی اور بے نہایت بہر و شد کی حاجی ہے۔

ان کی بے خبری اور کو روچھی کی ہے کہ انھیں یہ تک خبر نہیں کہ مصطفیٰ کمال پاشا کوں تھا کا تھا۔ اس نے اس طرح اسلام دشمنی کے ریکارڈ قائم کئے کیسی تسبیح شمع حرکات کا ترکیب ہو کر وہ ان ائمہ محرمین کی صفت میں جا ہٹا اپہرا جن کے لئے خدا کا اونچ اور حکم فیصلہ نکر اور تشریع کے ساتھ قرآن میں اس کے سوا کچھ بیان نہیں ہوا کہ انھیں آخرت میں ابھی طرح ان کے کفر و نفاق کا مراپھکھایا جائے گا۔ تپا یا جائیں گا۔ تپڑ پایا جائے گا۔

ہیر و توہنسل بھی تھا۔ چنگز بھی۔ فرعون اور ابو جہل بھی

شامتِ اعمال

ابھی احمد آباد کے فسادات پر کچھ بھی مدت نہیں گزرو
کہ درندگی و بربریت کا یہ ملکے دوسرے حصوں میں بھی
نشروع ہو گیا ہے۔ ہمارا اور جماعت اسلامی کی شجاعتِ نکتی بنتیا
اس کی پیدائش میں ہیں۔ ٹھر جل رہے ہیں۔ آبرو یہیں لطف
رہی ہیں۔ قتل و غارت کے جنوں نے ہماری پانی سے زیادہ
ارزان کر دیا ہے۔
کس سے یہی اور کیا کہتے۔ اخبارات پر ہستے ہیں۔
لکھنؤ کو آتا ہے۔ دل و جگر کے مکمل طے اڑتے ہیں جو عاتیں
نشریاد بن کر پوس پر کاپتی ہیں۔ خدا ظالم تو نہیں۔ پھر
اس کے سوا کیا کہا جائے کہ بظاہر جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ
بہ باطن ہماری اپنی ہی کرنی کا پھل اور اپنے ہی اعمال کی
شامت ہے۔ اللہ بہ الفاظِ صریح کہہ چکا۔ وَمَا
أَمْسَأَبِكُمْ مِنْ مُصْبِحَةٍ فِيمَا كَسِبْتَ أَيْدِيَ شَكَرٌ
وَلَعْفُو اهْنَ كَثِيرٌ ذَهْنٌ جَبْحٌ مَصْبِحَتْ شَجَرٌ وَتَنْتِيجٌ
ہے خود تھمارے کرونوں کا اور (شکر تجوہ کر) بہت سی
خطائیں تو اولاد معاف ہی کر دیتا ہے۔

جو کچھ ملت اسلامیہ پر گز رہی ہے اس کی نظر ہری
ذمہ داری خواہ جن سنگھ پر ڈالئے یا راشٹر یہ سیوک سنکھیر۔
شریک جرم پولیس کو قرار دیجئے یا پوری انتظامیہ کو۔ طفہ
حکم دوت کو دیجئے یا کامگیریں کو۔ فریاد بلند آواز سے کیجئے
یا ھٹھ پورے حلق سے، ہر حال میں یہ سب اُس مشیت
ایزدیگی کی طور سے بندھا ہوا ہے جس کا نام تو ہم سب بتتے
ہیں گر عقیدہ ہمارا اس پر سے تنزل ہو چکا ہے۔ اگر عقیدہ
مسئلہ ہو تو ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں سب سے پہلے
اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے تھا کہ خدا کی اطاعت اور
نافرمانی کا میزانیہ ہمارے ہیاں کیا ہے اور ہماری زندگی
کے شب دروز کس حال میں گز رہے ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ جن غریبوں پر ظلم کے پھارٹو ٹھتے

محمد حنفیت کو انچی پیدائش کا خططا وار کس لئے بنایا۔
دوسری حیرت ناک بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال کے
سارے کلام میں آپ کونتی کے وہ چند شعر تو نظر آئے
جیھیں چھنچنان کر آپ اشتراکیت کی قائمت پر فوٹ کر رہے
ہیں مگر وہ پورا دفتر نظر سے او جھل ہو گیا جس میں اقبال نے
اسلام۔ صرف اسلام کی دعوت دی ہے اور نہما قرآن
کو ہر صحت مندرجہ اور اقتدار کا مخدود مبنی ٹھرایا ہے۔
جن ہیں انھوں نے شریعت محمدیہ کو حرف آخر تابت کیا ہے
جس میں وہ مارکسیں اور اشتالتوں جیسے سرکردہ ائمہ تھے
فضلان کے عوض خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا زہر
مرطاع، مرحج اور سب کچھ قرار دیتے ہیں۔

زیادہ نہیں ہیں ایک صفرعہ:-

حداہیوں سیاست سے توارہ جاتی ہے جنگی
آپ کی اشتراکیت تو دین کی قابل ہی نہیں۔ سب سے
بڑا مدد مقابل اس نے کسی کو مانلے ہے تو وہ دین ہی ہے۔ خدا
اور عالم آخرت کے تصویر سے بیزار اشتراکیت۔ پھر
بتائیے اس صفرعہ میں اقبال نے کیا کہا؟!

انھوں کہ تم کچھ نہ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہوے بھی بہت سا
لکھ گئے۔ جن ہریاں نے "آبشار" کے تراشے ہیں یعنی
ہم انھیں خود سمجھ لینا چاہیے کہ ہریاں اور یا وہ کوئی پر کوئی
بسیوط علمی تلقید کی ہی کیسے جا سکتی ہے۔ عامۃ المسلمين اگر
استنبت و توف اور جو اس باختہ ہیں کہ اسے ہر قوات سے
بھی ان کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے تو پھر تجھی بے چارہ
یسی جادو کی چھڑی کھاں سے لائے جو حقوں کو دنیش مند
او زبد حاسوں کو بسیر ازغز بنا دے۔ یہ بھی سن لیجئے کہ جس
درجے کی بد عقلی اور بے بصیرتی ایسے وہ ہی مضاہین سے
اشر قبول کرنے کے لئے درکار ہے وہ اگر بعض عامۃ المسلمين
میں واقعی موجود ہے تو پھر ان کا گمراہ ہونا سب برا بر
ہے۔ انھیں اپنے انجام کو ہنچھے دیجئے۔ وہ نہ اسلام کے
کام کے ہیں نہ کسی اور صرف نہیں!

پر مطلب نہیں کہ یہ خوش حال حضرات اللہ کا حکم یا کہ فسق و فجور کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتے ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تحد فسق مان لے اور اللہ لا یا مُر بِ الْفَحْشَاء راللہ گناہ و بے جیانی کا حکم ہرگز نہیں دیتا، مطلب یہ ہے کہ بستی کے غالب حال کے لحاظ سے اللہ کی مشید تکونی جب یہ ضروری سمجھتی ہے کہ اس سیتی پر عذاب بھیجا جائے تو پھر موتا یہ ہے کہ اللہ کے تکونی دن کے تشریعی حکم کے تحت دہان کے آسودہ حال لوگ بداعمالیوں پر اُتراتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ بستی عذاب لی سخت ہو جاتی ہے۔

معلوم ہے کہ عذاب الہی عالم کی بداعمالیوں کی بنا پر نازل نہیں ہوتا بلکہ وہ کسی بستی کے خواص دولت مند، قوت از اور اشرافت کے بکار پر نازل ہوتا ہے۔ لیکن جب نازل ہوتا ہے تو عالم بھی اس سے نہیں بچ سکتے لیکن ہوں گے ساتھ میں بھی پس جاتے ہیں۔ بداروں کی شامروت اعمال نکو کاروں کو بھی لے ڈلاتی ہے۔

ہمارے ملک میں آزادی کے بعد جو نوع ب نوع بھتنا ملت مسلمہ پر نازل ہوتے ہیں اور جس طرح یہاں سلسہ کے ساتھ مسلمانوں کے ہجان و مال اور حرمت و عترت سے خون کی ہوئی کھلی جا رہی ہے پر اگر عذاب الہی کی ہی ایک شکل ہے تو پھر اس میں شبہ کی نجاشش نہیں ہوئی چاہیے کہ یہاڑے خواص کے فسق کا ثمرہ ہے۔ وہ خواص جس میں خوشحال بھی شامل ہیں اور لیڈر قسم کے اصحاب بھی دانتور بھی شریک ہیں اور منصب دار بھی۔

ملت مسلمہ کے "خواص" کا جائزہ لیکر دیکھتے تو آپ غلبہ ایسے افراد کا پائیں گے جنہیں ذاتی بفاد کے سو اقوام ملت و کجا اپنے پڑھی نکل کی پرواہ نہیں۔ جن کا مدھب پیسہ، مقصد حیات دنیا کی نعمتیں اور خیالات کا خود اپنی ذات اور اہل و عیال کے سوا کوئی نہیں۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر المیہ یہ کہنہ و مٹانی مسلمانوں کی شامروتگی کا دعویٰ کرنے والی جمعیۃ علمائے ہندا کہ در

ہیں، جو نیچے نیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں خود انہی کے اعمال کا بدله انہیں مل رہا ہے۔ فرقہ پرست غدوں کے ہاتھیوں توبے شمار مخصوصین بھی تباہ دبر باد ہوتے ہیں اور ہتھیرے وہ صلحاء بھی جن کی فردی عمل میں خطاہ ایں بہت کم اور نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

لیکن اجتماعی سطح پر جو عذاب اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اس کا قانون اور ہی ہے۔ اس قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی قوم میں خلیہ نافرمانی اور سرکشی کا ہو جائے تو جو عذاب اس کی پاداش میں نازل ہوتا ہے وہ نکو کاروں اور مخصوصوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:-

أَوْلَمْ يَرَوْ دَكَمَ أَهْلَكُنَا
مِنْ قَمَلِهِمْ مِنْ فَسَارِينَ
مَلْكُهُمْ فِي الْأَرْضِ
مَالَهُمْ نَهْكَمْ تَكْمُمْ
وَإِرْسَلْنَا الشَّمَاءَ
عَلَيْهِمْ مِنْ رَأْسِ
وَجَعَلْنَا الْأَذْهَرَ
مِنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلَلَنَا
سِدْرُهُمْ وَأَسْلَانَا
آخِرَيْنَ (الانعام)
شیوت دیا تو آخر کار ان کے گناہوں کی پاداش میں ہم نے انہیں تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسرا قوم میں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:-
وَإِذَا أَسْرَدْنَا أَنْ فَلَدَى
جِبْرِيلَ كَبِيْرِيْ كُوْلَاكِ كَبِيْرِ كَالْأَدَدِ
قَرِيْبَةً أَمْرَنَا مَسْرُورَ فِيمَهَا
حَكْمَ دِيْنِهِ ہیْنَ قَوْسَ خُوشَالِ لوگوں کو
فَسَقَوْا فِيهَا فَخَتَّ عَلَيْهَا
الْقُولُ وَنَدَقَتْ نَاهَهَا
كَافِيلِهِ اسْتَقْرِيْ بِرِحْسَانِ ہو جاتی میں
أَدْرَمْ لَسْسِ بِرِبَادِ كَرْتَے رَخْدِیْتَے
تَدْرِمِیْرَا۔

کا اعتراف اس خود پرست نے کیا ہو تو ہمیں بھی مطاع فرمائی۔ کیا مجال ہے اپنی شان میں تصدیقے پڑھنے کے سوا بھول کر بھی کچھی کسی اور کے کام خیر کا ذکر کرتا ہو مشرک آفات اور مسائل پر شرکت کے غور و فکر کے لئے مسلمانوں کا کوئی متعدد پلیٹ فارم بنانا چاہو تو سب سے پہلی خالفانہ آزاد حس سلطنت سے نکلگی اور جمیعت علماء مدنہ ہو گی۔ مردار کے پھر مسلمان اگر یکجا جمع ہو گی تو انہیں حکومت کی نظر میں فرقہ پرست ثابت کرنا جمیعت علماء کا سب سے پہلا فرضیہ قرار پاتے تھا۔ جماعت اسلامی سے — جو آج کی دنیا میں قرآن و سنت والے اسلام کی اجتماعی سلطنت پر نمائندگی کرنے والی واحد جماعت ہے اسے بے اندانہ یہ رہے۔ بعض اور عداوت ہے۔ اس کیلئے بد خواہی اور برکت کے علاوہ اجمعیت میں آپ بھی پھر نہ پائیں گے۔ خدا کا خوف، حساب آخرت کا تصور اور دوسروں سے القاب کرنا کاجذب اس نے حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے تو بتائیں کیا قومی سطح کی یہ بد کرداری اور فتنہ میں اس بات کے لئے کم ہے کہ اللہ کا عذاب حركت میں اسے اور وہ قوم تجوہِ رادی جاتے جو ایسے بد کرداروں کو برداشت کئے ہوئے ہے۔

اور سنیت روز نامہ الجمیعتہ "ایمن" کی بخش میں اداری لکھتا ہے۔ اس کی عظمت کا تراہنگا کاتا ہے۔ اسے ہدیۃ تبریک پیش کرتا ہے اور اسی الجمیعتہ کا ہفت روزہ ایڈیشن ہماری اُس سخنری کی تربید میں جو ہم نے کیوں نہ کی شناخت نہ کرنے کیلئے سپرد قلم کی تھی ایک مضمون تھیں جس میں مغربی عیاروں جیسا طرز سخن برداختی کر کے کیوں نہ کی شناخت اور اشتراکیت کو شاندار قسم کا علی جو از عطا کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ صاف کہا جاتا ہے کہ نہ ہب او الحاد کی جنگ میں خطاؤ ایں مذاہب ہی ہیں نہ کہ ملکوں۔ سخنری اسی ضمون کا یہ ہے کہ بول و براز کو تم پی کچکے ہو، اور بر از وہی حلال و طاہر فدائے ہے جسے تم نے حلن سے آثارا ہے!

اور مزید سنیتے جمیعتہ علماء ہند کے موجودہ ناظم عمومی کا نام تو آپنے سنہ ہی ہو گا۔ مولوی اسعد صاحب پرسو لا ناصیح جم

فسق و فجور کی ان پیشوں نک جا پہنچا ہے کہ اس کے والی میں ہندوستان کی پوری ملت مسلمہ بھی عذاب الہی کی زد میں آجائے تو تعجب نہیں۔ "علماء" سے بڑھ کر خواص کوں ہو گا پھر "جماعۃ علماء" کے صدر اور ناظم عمومی تو لعنتا بھی مترقب ہی کی صحف کے لوگ ہیں۔ کھاتے پیتے۔ مال و ممال دارے یہ دوسرے خواص دین و ملت کے حق میں جو فاسقات بڑے عمل اختیار کئے ہوئے ہیں وہ آتنا تباہ کن ہے کہ تھا اسی کی پاداش میں اللہ کے عذاب کو بارگاہ شیدت سے پرواہ جو زمل سکتا ہے۔

چونکے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ جمیعتہ علماء بہترے ایسے کام بھی کر رہی ہے جو نکی اور خدمت کے دائرے میں آتے ہیں۔ یہ ہمیں بھی معلوم ہے کہ اس کے ناظم و صدر صاحبان شکل و صورت کے اعتبار سے مشرع اور پیشہ کے اغیار سے خادم دین و ملت ہیں۔ مکران حضرت کے زیر تیادت جس فسق و فجور اور کفر و ندقا کو تشویہ میں رہا ہے وہ ایسا ہی ہو لانا ہے کہ اس کی آمیزش کے بعد کسی بھی عمل نیک اور خدمت دین و ملت کی حیثیت ایسے جام کی ملادت کر دی گئی ہو۔

مال زکوٰۃ کو صحیح مصارف میں صرف کرنے کے حوالے خود پروری پر خرچ کرنا اور فساد دوں کی مدد کے نام پر باگریت اخبار کے بہانے حال کی ہوئی دولت کو استثنائی اڑانا تو خبر ایسی ہے موریں جن کے لئے ثبوت و شہادت کی بحث بھی اٹھ گئی ہے لیکن کیا اس شکل کیا ریاست کے لئے بھی کسی ثبوت و شہادت کی ضرورت ہے کہ اس نام زنداجیتہ علماء کا سرکاری آرکن "المجمیعۃ" سید اور جمیع کے اشتہارات چھاپتے ہے۔ کلم مکلام اصم و عدوان کو تعاون دے کر شر آن کی تضییک کرتا ہے۔ دہراتی و الحاد کی تعریف اور امامہ کفر و مصلال کی محیمن اس کے کاملوں میں آئے دن دیکھی جا سکتی ہے۔ کسی بھی درسی مسلم جماعت کے لئے الگ بھی اس بدھیسے مخدتے کلمہ خیر نکال ہو تو ہمیں دکھاتی ہے۔ اپنے سو اکسی بھی مسلم جماعت کی کسی خدمت

جعلی جمعیتہ علمائے اسلام کے اس ہزاروی گروپ سے جو حکم
کھلاشتراکیوں کی کفشن برداری کیہ رہا ہے ملتان میں جعلی
جمعیتہ العلماء اسلام مفتی محمد صاحب سوکھلزام کے خلاف
۱۳۱ علماء کے اس فتویٰ پر جو پھٹے علی میں نقل ہوا لے دے
کرتے ہیں تو صدارت ہوتی ہے اس طبقے میں مولوی اسعد
میاں کی۔ اسعد میاں کے پاکستان پختے ہی ہزاروی گروپ کے
جلسوں، دوروں اور پرسیں کاغذوں کا تابا بن دھ جاتا ہے۔
روح روں ہیں اسعد صاحب۔ لا تپور کے ایک اجلاس کی
تیسا ریوں کی رواد روز نامہ امر و فرمان (لا ہور) بایں الفاظ شائع
کرتا ہے:-

"افتتاحی اجلاس میں دونوں صوبوں کے پانچ ہزار سے
زادہ ناظمین شرکت کر رہے ہیں..... اور دھوپی
گھاٹ میں جاری پانچ لاکھ افراد کے لئے اعلیٰ سطح پر
نشستوں کا اہتمام مکمل ہو چکا ہے" (راہ رو ۲۰ اپریل ۱۹۷۶ء)
یہ الگ بات ہے کہ اس اجلاس میں جاری پانچ ہزار بھی شرکت
نہ ہو سکے ہوں لیکن اشتراکیوں کی طرف سے مولوی اسعد کی
پذیرائی اور خرمقدم چہ معنی دارد؟ اگر اسلام پرندوں کے
خلاف اشتراکی کمپنی کی بہت بندھانے، ان سے درپڑہ پنج
معاملات کرنے اور اخیں اپنے تعاون کا یقین دلانے کا
بات قاعدہ منصوبہ مولوی اسعد کے اس سفر کا محکم نہ ہوتا تو
کوئی وجہ نہ تھی کہ اسے پردے میں رکھا جاتا اور یہ بھی علوم
ہے کہ اشتراکی حضرات صرف ایسے ہی لوگوں کو گھاٹ ڈالتے
ہیں جو ان کے حق میں کار آمد ہوں۔ ان کے لئے استعمال ہو
سکیں۔ اخیں علوم۔ یہ کہ مولوی اسعد نہ دوستان کی راجیہ
سجھا کے مجرم بھی ہیں اور یہاں است میں کانگریس کے جیسے بردار
بھی۔ کانگریس آج تک "سوکھلزام" کا نام بجا رہی ہے اہنہ مولوی
اسعد کے واسطے اشتراکی کا زکے لئے بیرونی مدد حاصل
کرنا پاکستانی اشتراکیوں کے لئے ایک ایسا مکان تو ہے ہی
جو حکمکن ہے اٹلے بچے بھی دے ہی ڈالے۔

اب اندر ازہ سختی کے ایک طرف تو مولوی اسعد نہ دوستان
میں مسلمانوں کے اتحاد اشتراکی سب سے بڑے مخالف ہیں۔
(باقی صفحہ ۵۶ پر)

مدفنی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ اگر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں بلکہ
ایک محلے سے دوسرے محلے جاتے ہیں تو روز نامہ الجمیعۃ اسکی
خبر صفحہ اول پر چھاپتا ہے۔ انھیں چھینک آجائے تب بھی
مستبعد نہیں کہ اس اخبار کے صفحہ اول پر آٹا ہے مُسْنَحی ہیں
اسے حادثہ غظیم کی حیثیت سے ملاحظہ کریں۔ مولوی اسعد
کے قدیم خقر کی باش کی کچھیاں لگا کر دراز کرنا اس اخبار کا
فریبہ مخصوصی ہے۔

لیکن ابھی اضافی قریب میں مولوی اسعد حضرا۔ یک بعد
دیگرے دو مرتبہ پاکستان ہو آتے ہے مگر کیا مجال ہے الجمیعۃ نے
کسی کو اس کی ہوا بھی لگانے دی ہو۔ بہت خاص لوگوں کے
سماں کوئی نہیں جانتا کہ یہ صاحب پاکستان تشریف لے گئے تھے
اور وہاں کچھ خاص قسم کے کارنامے انجام دے کر آئے ہیں۔
پاکستان جانا کوئی جنم نہیں۔ صاحب زادے سو شرتبہ
آئیں جاتیں۔ چشم ما روش دل ماشاد۔ مگر سوال یہ ہے کہ پرده
داری کیوں یہ اختفار کیا متعین ہے۔ ظاہر ہے کہ مقصد مُسْنَحِ فر
"سیکرٹ" قسم کا رہا ہو گا ورنہ چوری چھپے کا کیا سوال
پیدا ہوتا تھا۔

ہم بتاتے ہیں وہ مقصد کیا تھا۔ سنتے اور سرہد ہنپتے کہ
ہندوستانی مسلمانوں کی واحد نمائشی کی کاروباری کرنے والی
جمعیتہ علماء کا کرتا دھرتا کیا کرتا پھر رہا ہے۔

وہ گھے تھے اسلام اور اشتراکیت کی جنگ میں اشتراکیوں
کی بہت بندھانے اور انھیں یقین دلانے کے ہم دانے درجے
سخت تھارے ساختہ ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پاکستان پنج
کر ان صاحب نے کسی بھی ایسے دیوبندی عالم سے ملنا گواہ کیا
جو اشتراکیت کے مقابل اسلامی کمپنی میں کام کر رہا ہے۔
مولانا مفتی جو شفیع صاحب۔ مولانا احتشام الحج صاحب۔
مولانا محمد ادریس صاحب۔ مولانا رسول خاں صاحب۔
یہ سب مولانا حسین احمد مدینی کے ہم عصر وہیں، دوستیوں اور
ساتھیوں میں سے ہیں۔ ان کا کوئی تعلق جماعت اسلامی سے
بھی نہیں۔ لیکن صاحب زادے مولوی اسعد صاحب ان سے
دور ہی دور رہتے ہیں اور یہ نیکیں کن سے بڑھانی جاتی ہیں۔

مولانا ابوالحییٰ مودودی

تفصیل القرآن

پار ۵۰۴

الطلاق
(۳)

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اُس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے۔

۱) ان یہ امتنقش علیہ ہے کہ مطلق خواہ رجیعتہ ہو یا مبتوتہ، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقة کا ذمدار شوہر ہے۔ البتہ اختلاف اُس صورت میں ہے جب کہ حاملہ کا شوہر مر گیا ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ طلاق دینے کے بعد مراہر ہو۔ یا اس نے کوئی طلاق نہ دی ہو اور عورت زمانہ حمل میں بیوہ ہوتی ہو۔ اس معاملے میں فقہاء کے ممالک یہ ہیں:-

(۱) حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ شوہر کے مجموعی ترکے میں اُس کا نفقہ واجب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، قاضی میرزا، ابو العالیہ الشعیی اور ابراہیم خجی سے بھی یہی قول منقول ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بھی ایک قول اسی کی تائید میں ہے (آل اوسی۔ جھنپڑا ص).

(۲) ابن حجر ایشی نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا درست قول یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اُس کے پیٹ کے سچے کے حصے میں سے خرچ کیا جائے اگر میراث نے کوئی میراث چھوڑی ہو اور اگر میراث نہ چھوڑی ہو تو میراث کے دارثوں کو اُس پر خرچ کرنا چاہیتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسرار میثاق دلّالِ البقرہ آیت ۲۳۷:-

(۳) حضرت جابر بن عبد اللہ بن الزیڈ، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن اشیب اور حضرت عطار بن ابی رباح کہتے ہیں کہ متوفی شوہر کے میں اس کے لئے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی ایک میراث قول ہی منقول ہوا ہے (جھنپڑا ص) اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے ترکے میں اس کو جو میراث کا حصہ بلاہو اس سے وہ اپنے خرچ پر اگر سکتی ہے، لیکن شوہر کے مجموعی ترکے پر اس کا نفقہ عائد نہیں ہوتا جس کا بارہ تامام دارثوں پر پڑے۔

پھر اگر وہ تھارے لئے (بچے کو) دودہ پلائیں تو ان کی اُجرت انھیں ہو اور بھلے طریقے سے رُاجرت کا معاملہ باہمی گفت و خذیرے سے طے کرو۔ لیکن اگر تم نے رُاجرت طے کرنے میں، ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچے کو

(۴۳) ابن ابی سلیل کہتے ہیں کہ اس کا نفقہ متوفی شوہر کے مال میں اُسی طرح واجب ہے جس طرح اُس کے مال میں کسی کا فرض واجب ہوتا ہے (جضماں)، یعنی مجرم عیابر کے میں سے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا نفقہ بھی ادا کیا جائے۔

(۴۵) امام الرضیفہ امام ابو یوسف۔ امام محمد اور امام زین تھر کہتے ہیں کہ میت کے مال میں اس کے لئے نہ سکونت کا حق ہے نہ نفقہ کا۔ کیونکہ موت کے بعد میت کی کوئی ملکیت ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد تو وہ وارثوں کا مال ہے۔ اُن کے مال میں حاملہ بیوہ کا نفقہ کیسے واجب ہو سکتا ہے (بدایہ، جضماں) یہی مسلم امام احمد بن حنبل کا ہے۔ (الانصاف)

(۶۱) امام شافعیؓ کہتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ البتہ اسے سکونت کا حق ہے (معنی الحاج)۔ ان کا استدلال حضرت ابوسعید خدراویؓ کی بہن فریضہ بنت مالک کے اس واقعہ سے ہے کہ ان کے شوہر جب قتل کر دیتے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ شوہر کے گھر ہی میں عدت گزاریں (ابداؤد، نسائی، ترمذی)۔ مزید بڑا آں ان کا استدلال دارقطنیؓ کی اس روایت سے ہے کہ حضور نے فرمایا لیں للحاصل الم توفی عنها اس وجہاً نفقہ "بیوہ حاملہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں ہے۔" یہی مسلم امام مالکؓ کا بھی ہے (حاشیۃ الرسوقی)

لہٰ اس ارشاد سے کہی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایکت یہ کہ عورت اپنے دودہ کی مالک ہے، درستاظہر ہے کہ دو اُس کی اُجرت یعنی کی جا زنہیں ہر سکتی تھی۔ دوسرے یہ کہ جب وہ ضعیف حمل ہوتے ہی اپنے سابق شوہر کے نکاح سے باہر بچے کو دو دہ پلانے پر وہ قانوناً مجرم نہیں ہے بلکہ باپ اگر اُس سے دودہ پلائیا چاہے اور وہ بھی راضی ہو تو وہ اُسے دودہ پلائی اور اس پہاڑ جو اُجرت لئے کی حق دار ہوگی۔ تیسرا یہ کہ باپ بھی قانوناً مجبوہ نہیں ہے کہ بچے کی مال ہی سے اُس کو دودہ پلانے چاہئے یہ کہ بچے کا نفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے۔ پاکوں یہ کہ بچے کو دو دہ پلانے کی اولین حق دار ماں ہے اور دوسرا سری عورت سے رضاخت کا کام اُسی صورت میں لیا جاسکتا ہے جب کہ ماں خود اس پر راضی نہ ہے، یا اس کی ایسی اُجرت مانگے جس کا ادا کرنا باپ کی مقدرت میں نہ ہو۔ اسی سے چھٹا قاعدہ یہ نکلتا ہے کہ اگر دوسری عورت کو وہی اُجرت دپنی پڑے جو بچے کی مانگتی ہو تو ماں کا حق اولی ہے۔

تفہماں کی آراء اس مسئلے میں یہ ہیں:-

نہ تھا کہ ہے ہیں کہ "بچے کی مال اسے دودہ پلانے کی زیادہ حق دار ہے کہ جا ہے دودہ پلائے مانہ پلانے۔ البتہ اگر بچہ دوسری عورت کی چھاتی قبول نہ کرے تو ماں کو اسے دودہ پلانے پر مجبوہ کیا جائے گا۔" اسی سے ملنی چلتی رہا۔ اسے قادة اور ابراہیم شخصی اور سفیان ثوری کی ہے۔ ابراہیم شخصی یہ بھی کہتے ہیں کہ "اگر دوسری عورت رضاخت کے لئے نہ مل رہی ہو تو بھی ماں کو اسے دودہ پلانے پر مجبوہ کیا جائے گا۔" (ایں جرمیں

ہر یہ میں ہے۔" اگر ماں باپ کی علیحدگی کے وقت چھوٹا بچہ دودہ پلائیا ہو تو ماں پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہی اسے دودہ پلائے۔ البتہ اگر دوسری عورت نہ ملتی ہو تو وہ رضاخت پر مجبوہ کیا جائے گی۔ اور اگر باپ یہ کہتے ہیں بچے کی مانگ کو اُجرت دے کر اس سے دودہ پلائے کے بجائے دوسری عورت سے اُجرت پر یہ کام لوں گا اور ماں دوسری عورت ہی کے برابر اُجرت مانگ رہی ہو، یا بلا اُجرت ہی اس خدمت کے لئے راضی ہو تو اس صورت میں ماں کا حق مقام رکھا جائے گا۔

اور اگر بچے کی مانگ رہی ہو تو باپ کو اس پر مجبوہ نہیں کیا جائے گا۔"

کوئی اور عورت دودہ پلا لے گی۔^{۱۹} خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقة دے اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اُسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ کا وہ لے سے مکلف نہیں کرتا۔ بعد فراخ دستی بھی عطا فرمائے گے۔

اع

کتنی ہی بیتیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتباں کی توہم نے ان سے سخت محابی کیا اور ان کو تبری طرح سزا دی۔ انہوں نے اپنے کئے کامہزہ چکھ لیا اور ان کا انجام کارگھا ٹھاہی ھٹا لیا ہے۔ اللہ نے (آخرت میں) ان کے لئے سخت عذاب ہمیا کر رکھا ہے۔ پس اللہ سے ڈروائے صاحبِ عقل لوگوں جو ایمان لائے ہو۔ اللہ نے تھماری طرف ایک نصیحت نازل کر دی ہے، ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں نکال کر ربوحی میں لے آئے۔

^{۲۰} اس میں اور باپ دونوں کے لئے عتاب کا ایک پہلو ہے۔ انہوں نے بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کچھی تنجیوں کی بناء پر جن کے باعث بالآخر طلاق تک نوبت پہنچی تھی، دونوں بھلے طریقے سے آپس میں بچے کی رضاعت کا معاملہ طے نہ کریں تو نہ اللہ گلپند نہیں ہے۔ عورت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تو زیادہ اُجرت مانگ کر تناک کر دکر تناک کرنے کی کوشش کرے گی تو بچے کی پرورش تکمیل تیرے ہے ای اور بہوقوف نہیں ہے۔ کوئی دوسرا عورت اسے دو دھن پلا لے گی۔ اور مرد کو بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر قومی کی مامناتے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے ننگ کرنا چاہیے جایہ بھلے آدمیوں کا سماں نہ ہیجھا۔ قریب یہی مضمون سورہ بقرہ، آیت ۲۳۳ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ ارشاد ہوا ہے۔

^{۲۱} اب مسلمانوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کے ذریعہ سے جو احکام اُن کو دیتے گئے ہیں اُنکی اگر وہ نافرمانی کریں گے تو دنیا اور آخرت میں کس انجام سے دوچار ہوں گے اور اگر اطاعت کی راہ اختیار کریں گے تو کیا جزا پاییں گے۔

اللہ مفسرین میں سے بعض نے نصیحت سے میراث قرآن لیا ہے اور رسول سے مراد حصرِ مصلی اللہ علیہ وسلم اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ یعنی آپ کی ذات ہمہ نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ یعنی کہ پہلی تفسیر کی رو سے نفرہ یا بنانا پڑے جا کہ ”ہم“ نے تھماری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسول بھیجا ہے۔ قرآن کی عبارت میں اس تدریبی کی آخر ضرورت کیا ہے جبکہ اس کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح بامعنی ہے بلکہ زیادہ پُر معنی بھی ہے۔

^{۲۲} یعنی جہالت کی تائیکیوں سے علم کی روشنی میں بکال لائے۔ اس ارشاد کی پوری اہمیت اُس وقت سمجھی میں آتی ہے جب انسان طلاق اعداد اور نفقات کے متعلق دنیا کے دوسرے قدیم اور بعدیہ عالمی قوانین کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بار بار کی تبلیغیوں اور نیتِ نئی قانون سازیوں کے باوجود آج تک کسی قوم کو ایسا معقول اور فطری اور معاشرے کے لئے مفید قانون نہیں تھیں اسکا ہے جیسا کہ سو بر سو پہلے اس کتاب اور اس کے لانے والے رسول نے ہم کو دیا تھا اور جس پر کسی نظر ثانی کی ضرورت نہ بھی پیش آئی نہ پیش آسکتی ہے۔ یہاں اس تقابلی بحث

جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے الیسی سنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں ہتی ہوں گی۔ یہ لوگ ان میں ہمیشہ سہیش رہیں گے۔ اللہ نے ایسے شخص کے لئے بہترین رذق رکھا ہے۔

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی اُنہی کے مانتہ۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ (یہ بات تھیں اس لئے بتائی جا رہی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ عالم ہر چیز پر مجبوط ہے ۴

کاموںع نہیں ہے۔ اس کا حضور ایک مختصر سامنہونہ ہم نے اپنی کتاب "حقوق الزوجین" کے آخری حصے میں درج کیا ہے۔ لیکن جو اصحاب علم چاہیں وہ دنیا کے مذہبی اور لاد مذہبی افراد میں سے قرآن و سنت کے اس قالب میں کامقابلہ کر کے خود دیکھ لیں۔

سَلَّمٌ "اُنہی کے مانند" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اُنہی اور میں بھی بنائیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے تعدد آسمان اُس نے بنائے ہیں دیسی ہی متعدد دزمیں بھی بنائی ہیں اور "زمین کی قسم سے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لئے ترقش اور گہوارہ تھی ہوتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں کے لئے فرش اور گہوارہ ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر تو قرآن میں یہ اشارہ بھی کرو گیا ہے نہ جانہ اخلاق و اخوات صرف زمین ہی پر نہیں ہیں، عالم بالایں بھی پائی جاتی ہیں (مثال کے طور پر ملا جنہ پر تفہیم القرآن، جلد چہارم، الشوریٰ، آیت ۲۹، حاشیہ ۵۰) بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بے شمار تائے اور سیارے نظر آتے ہیں، یہ سب ڈھنڈار پڑھے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جن میں دنیا ہیں آباد ہیں۔

قدیم فقیرین میں سے صرف ابن عباسؓ ایک لیے مفسر ہیں جھوپوں نے اس دور میں اس حقیقت کو بیان کیا تھا جب ادمی اس کا تصویر تک کرنے۔ کیونکہ تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق سمجھی ہے۔ آج اس زمانے کے سائنس دانوں تک کو اس امر دلائل ہونے میں شکر ہے۔ کیا کہ اس سو برست پہلے کے لوگ اسے بآسانی باور کر سکتے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ عالم لوگوں کے سامنے یہ بات کہتے ہوئے ڈرتے ہوئے کہ کہیں اس سے لوگوں کے ایمان متسلزل نہ ہو جائیں۔ چنانچہ جاڑہ کہتے ہیں کہ ان سے جب اس آیت کا مطلب یوچا گیا تو انہوں نے فرمایا "اگر میں اس کی تفسیر کرو گوں سے بیان کروں تو تم کافر ہو جاؤ گے اور تحار اکفر یہ ہو گا کہ اسے جھپٹا وو گے۔" قریب قریب یہی بات سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا "کیا بھروسائیا جا سکتا ہے کہ اگر میں تھیں اس کا مطلب بتاؤں تو تم کافر نہ ہو جاؤ گے۔" (ابن جبیر بر عبدہ بن حمید)۔ تاہم ابن جبیر ابی حاتم اور حامی نے اور شعب الدین اور کتاب الاسرار والصفات میں یہی فی نے ابو الفتحی کے واسطے سے باختلاف، انفاظ ابن عباسؓ کی تفسیر نقل کی ہے کہ فی کُلِّ اسرِ حنفی نبی کتبیکم و آدم رکمادِ حمَّ و نوح کنوخ و ابداهیم کا براہیم و علیسی لکھیسی۔ "اُن میں سے ہر زمین میں نبی ہے تھمارے نبی جدیسا اور آدم ہے تھارے آدم جسیسا اور نوح ہے تھمارے نوح جسیسا اور ابراہیم ہے تھارے ابراہیم جسیسا اور علیسی ہے تھمارے علیسی جسیسا۔" اس روایت کو ابن حجر شافعی فتح الماری میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے اور امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی سنده صحیح ہے البته میرے علم میں ابو الفتحی کے سو اکسی نے اسے روایت نہیں کیا ہے۔ اس لئے یہ بالکل شاذ روایت ہے۔ بعض دوسرے علماء نے اسے کذب اور ہمچورع قرار دیا ہے اور ملکا علی قادری نے اس کو موضو عناویت کیر (ص ۱۹) میں موصوف کہتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر بیہ ابن عباس ہی کی روایت ہے تب بھی اسرائیلیات میں سے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ

اسے رد کرنے کی اصل وجہ لوگوں کا اسے بعد از عقل و فہم سمجھنا ہے، ورنہ بحاسے خود اس میں کوئی بات بھی خلافِ عقل نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”اس کو صحیح مانتے ہیں نہ عقل کو جیزمانع ہے نہ شرعاً مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں ایک مخلوق ہے جو ایک اصل کی طرف اُسی طرح راجح ہوتی ہے جس طرح بنی آدم ہماری زمین میں آدم علیہ السلام کی طرف راجح ہوتے ہیں۔ اور ہر زمین میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو اپنے یہاں دشمنوں کی بدبختی اُسی طرح مقابلاً ہیں جس طرح ہمارے یہاں نوح اور ابراہیم علیہ السلام مقابلاً ہیں۔“

آگے چل کر علامہ موصوف کہتے ہیں:-

”ممکن ہے کہ زمینیں سات سے زیادہ ہوں اور اُسی طرح آسمان بھی صرف سات ہی نہ ہو۔ سات کے بعد پر، جو عدالت امام ہے، اکتفا کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس سے زائد کی نفعی ہو۔“ یہ بعض احادیث میں ایک آسمان تھی دریافت جو پانچ پارچ سو برس بیان کی تھی ہے اس کے متعلق علامہ موصوف کہتے ہیں کہ ہو من باب التقریب لله وَ هَام، یعنی اس سے مراد ٹھیک تھیک مسافت کی پیمائش بیان کرنا نہیں ہے بلکہ تقصید بات کہ اس طرح بیان کرنا ہے کہ وہ لوگوں کی سمجھتے تحریک تر ہو۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال میں امریکہ کے رانڈ کارپوریشن (RAND CORPORATION) نے نلکی مشاہدات سے اندازہ لکھا یا۔ یہ کہ زمین جس اکتشاف (GALAXY) میں واقع ہے صرف اسی کے اندر تقریباً ۴۰ کروڑ ایسے سیارے پائے جاتے ہیں جن کے طبعی حالات ہماری زمین سے بہت پچھے ملتے ہوئے ہیں اور امکان ہے کہ ان کا اندر بھی جاندار مخلوق آباد ہو۔ (اکا تو سٹ، لندن۔ ۲۶ مارچ ۱۹۷۴ء)

ایجھی کتابیں

دین و شریعت

اس قسمی کتاب میں مولانا منظور نعیانی نے دینی شریعت کے تمام اعتقدادی اور علمی گوشوں پر افادت سے مخبر پور رشی مذکور ہے۔ قیمت تین روپے پچھتر پیسے ۳/۵۰

دہلی اور اس کے اطراف

انیسویں صدی کے آخر کا ایک سفرنامہ اور ردِ ناجمہ قیمت مجلہ سیسے دور دے ۲/-

مکتبہ تحریقی۔ دیوبند (پ)

تفسیر این کثیر مکمل ارجو

علامہ ابن کثیر کی معرکہ الاراء تفسیر حرب سلطانیں مکمل ہو گئی ہے فی قسط دور دے تیس پیسے ۲/۰۰۔
مکمل یا جدید رعایتی قیمت تین روپے پچھتر پیسے ۱/۰۰۔
”محمد ریگن پیسے ۱/۵۰۔“

تذکرہ نفس

مولانا امین احسن کی معرکہ الاراء تحریف، تذکرہ نفس کی حقیقت اور وہ کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسی ایڈیشن قیمت سیسے چھر دے ۶/-

ڈاکٹر قیوم جاوید

کمیونزم کے فروع پر پاکستانی علماء کا اظہارِ تشویش

سے بھرا ہوا ہے۔ اپنے اس خط میں اس نے کہا تھا "کھدا خدا کے تصور نے سماجی احساسات کو ہمیشہ خوابیرہ رکھا اور انھیں گزد کیا ہے۔ خدا کا تصور زندوں پر مردوں کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ تصور علامی کا ہے۔ اس نے ہمیشہ جبور عوام کو اس عقیدے کے ساتھ باندھے رکھا کہ جابر روحانی کروار کے مالک ہیں" لینن نے مزید لکھا تھا کہ خدا کے تصور کا حقیقی مقہوم غلط تعصبات اجات کی پرستش اور مخبوط احوال اسی پر مشتمل ہے۔ "اس کے ایک ہاتھ میں علامی ہے اور دو سکھیں شاہی" مذہب کے خلاف ہڑا دکنیزیوں کے لئے ایک ایسا فرضیہ ہے جس سے کوئی مفرغیں لینن حکم صادر کرتا ہے جہاں تک سو شرکت پر ولتاری پارٹی کا تقاضا ہے، مذہب ایک بخی معاملہ ہرگز نہیں بیہاری پارٹی ذی شعور اور محنک شریق کی نجات کے لئے رائے والے ممتاز جاہدوں کی لیگ ہے۔ اس قسم کی لیگ۔ مذہبی اتفاقادات کی شکل میں جہالت، نلدت، یکشی اور شعور کی کمی سے نہ تو غفلت برستگی ہے اور نہ لست برتنی چاہئے"۔

اس کو رویا ہے جو بنی ایشیا کو جو نیشن دہانی کی ہے

پاکستان کے کچھ مذہبی رہنماؤں نے ایک حالیہ پیغام میں سلامتی پسند مسلمانوں کو کمیونزم کی عقاید براہی سے بُردار کیا ہے اور انھیں متنبہ کیا ہے کہ اس خطرے کے خلاف مقدس جہاد کرنا ان کا فرضیہ ہے۔

پاکستانی علماء کے اس پیغام پر ماسکو رویہ یونیورسٹی مارچ کو اپنے اس نشریے میں جو جنوبی ایشیا کے لئے مخصوص ہے، نزدیک حملہ کیا ہے اور اس کا رد بھی کیا ہے۔ اس نشریے میں کہا گیا ہے کہ جب سے سائیٹیک سوسائٹی کا فروع ہوا ہے، ہر قسم کے رجعت پسند اسے خطرے کی گھنٹی قرار دیتے رہے ہیں" اس کے بعد نشریے نے سو روٹ وسطی ایشیا کے مسلمانوں کی ترقیات کا ذکر کیا اور انھیں سو شرکم کا تیجہ قرار دیا ہے۔ اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ کمیونزم مذہبی آزادی کا مخالف نہیں نشریے نے لینن کے اس پیغام کا ذکر کیا ہے جو اس نے مسلمانوں کے نام جاری کیا تھا اور جس میں ان سے کہا تھا کہ وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں۔ لیکن لینن نے ۱۹۴۶ء میں یہ بھی کہا تھا کہ "مذہب عوام کی افروز ہے" ۱۹۴۸ء میں لینن نے گورکی کو جو خط لکھا تھا وہ مذہب کے خلاف عزم

غیر ملکی مذہب ہے جسے دستی ایشیا اور ماوراء کا کیشنا کے علاقوں کے عوام پر توار اور بینوں کے ذریعہ سلط کیا گیا صدی تک اسلام سامراج کا خادم رہا ہے۔ پھر عربوں کے سامراج کا، پھر افغانوں کے سامراج کا اور ہمارے زمانے میں برطانیہ اور امریکہ کے سامراج کا۔

لیکن جیسا کہ ماسکو کو روپریڈیو کے محظوظ بالانشیریہ سے بھی ہر ہوتا ہے، روسی تکیوں کی کچھ سیاسی مصلحتیں ایسی صورت ہیں جو اخلاقی مجور کرنیں کہ دوسرے ملکوں میں وہ اپنی اسلام و منی کی پرداز پوشی کریں۔ ایک تازہ کتاب میں جو روایتیں، ایں اُر اکاڑ جی آف سائنسٹر اور نیٹیشنل انٹی ٹیکنولوژی آف اٹریننچنل درکردہ موہمنٹ کے ذریعہ اہتمام "ایشیا اور شامی امریکہ کے ملکوں کی مزدود تحریک کا موجودہ مرحلہ" کے نام سے شائع ہوئی ہے کہ اسکی جانب کہ بعض ملکوں مثلاً مصر، الجیریا اور برما میں جہاں کافروں اور شرم پر ولاری عناصر میں مہمی عقائد کا اثر بہت زیادہ ہے، حکمت عملی کا تقاضا بہی سے کہ گیونٹ کارکن جب سویشوم کی تحریک کو آگے بڑھانے میں کوشش ہوں تو کیونزم کے اصولوں اور اسلام اور بدھ ازم کے فلسفیات میں لطف بنت پیدا کریں۔

تحقیق

کیونزم کی تعریف ہے اشتراکیت سے کی جائے۔ یا کسی بھی اور لفاظ سے۔ یہ ہر حال دو اور دو کی طرح قطعی ہے کہ مذہب اور کیونزم ایک دوسرے کی ضدی ہیں۔ جو لوگ — خواہ روس کے پروپرینٹریٹ ہوں یا ہندو پاک کے کچھ پکے اشتراکی — وقتاً فوقتاً لیں یا کسی بھی کیونٹ فانڈ کے ایسے ارشادات دھونڈ کر لاتے ہیں جن میں مذہب کیلئے رواداری کا انہصار کیا گیا ہو وہ بھول جاتے ہیں کہ جو موٹ، فریب، دجل، افتر اور مرکاری تو کیونی فلسفہ کے بنیادی اصولوں میں شامل ہیں ہذا ایسے ہر ارشادات بھی کوئی سنجیدہ معنی نہیں رکھتے جبکہ مذہب اور اشتراکیت کا تقاضا عملی اور نظری دونوں سطح پر ایک مسلمہ ہیں چکا۔ یہ جو ایسے فرمایا ہے کہ ماڈل احمد الحق الالصلال۔ یہ ایسے ہی موقع کے لئے ہے جو حق

اس کی تردید ان سو ویٹ تحریروں سے بھی ہوتی ہے جو صرف سو ویٹ یو نین کے لئے مخصوص ہیں۔ ایک نظریاتی جریدے "سیاسی خود تعلیمی" نے اپنی اکتوبر ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں دعویٰ کیا کہ اگر اسلام کو جریدہ بنایا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں کہ اب اس تدبیب کے خلاف نظریاتی جنگ کی ضرورت نہیں رہی۔ اسلام پر اس میگزین کے "ذلیل جملوں" کا ذکر پاکستانی سہفت روزہ "پچھوڑیں" نے اپنی ۲۵ مارچ ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں کیا تھا اور لکھا تھا کہ "سیاسی خود تعلیمی" کے مضمون میں قرآن کی تحریف کی گئی ہے اور اسلامی احکام کو توڑھوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔

سو ویٹ روس کے ایک اور نظریاتی جریدے "سنس اور نہر" نے اپنی اکتوبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں ایں آئی کریو درج کا ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اسلام کا رجعت پسندانہ جو ہر اس مضمون میں کہا گیا تھا کہ اسلام کی موجودہ تعلیمات اور اس کی سابقہ تاریخ، دنوں ہی یہ یقین دلانے کو کافی ہیں کہ اسلام نے جو اخلاقی اصول وضع کئے ہیں وہ حقیقی انسان دوستی، کام بر طور پر، اختیت اور کیوں نہ صراحت، اخلاق کے ساتھ کرتی تعلق نہیں رکھتے۔" اس جریدے کے اسی شمارہ میں یہ بھی درج تھا کہ نئی سو ویٹ فلم "صدقۃت اسلام" اسلام کے سائنس و منہج کو نہیں کرتی ہے اور اس کے سماجی اور اخلاقی اور شمول اور تعلیمات کی خطرناکی کو بے نقاب کرتی ہے۔" ۱۹۶۴ء میں روس میں ایک کتاب شائع ہوئی تھی۔ مصنف کا نام اسی، ایم گلڈز ہے اور کتاب کا نام تھا "اسلام کے نظریے و شکریت دینا"۔ اسی میں اعلان کیا گیا تھا کہ "کیونزم کے تصورات اسلام کی تعلیمات کی تردید کرتے ہیں اور قرآن کے ادعائی نظریوں کے خلاف ہیں۔"

اسلام کے خلاف سو ویٹ کیونٹ ملکوں کی کچھ دلیلیں جو فی اسلام دشمنوں کی دلیلوں کے بالکل مشابہ ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سو ویٹ مائر نظریہ کلیموچ پچ نے "قرآن از بکستان" کی ۲۹ مئی ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ اسلام ایک

دینی دعوت کے فرائی اصول

مولانا محمد طبیب صاحب کی ایک فکر انگریز کتاب جو دینی دعوت کے بنیادی اصول سے بحث کرتی ہے قیمت حوالہ سے سو روپے ۲/۲۵

قائدی دارالعلوم دیوبند جلدین

دارالعلم دیوبند کے مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب اُن اپنے درجہ کے مقامیوں میں شمار کئے گئے ہیں جن عقافت زمان و مکان نکے تینوں سے بالاتر ہوتی ہے اور ساری دنیا اسلام اُن کے فتوؤں پر اواب و اخراج سے سرچھکاتی ہے اسی جلیل القدر مفتی کے لونج بر لونج فتوؤں کے ذخیرے کو نقیٰ ترمیم کے ساتھ دون کر کے خود دارالعلوم دیوبند پڑے استہام اور سلیمانی سے چھاپ رہا ہے۔ اب تک چھ جلدین چھپے چکی ہیں۔

جلد اول ۶/۵۔

جلد دوم ۳/۲۵

جلد سوم ۶/۵

جلد چہارم ۸/-

جلد پنجم ۸/-

جلد ششم ۱۰/-

اگر آپ ہر جلد محدث منکارنا چاہتے ہیں تو نی جلد ذیل ہر دو پر اضافہ کر لیں۔

نئے مشاہدات اور مختصر القمر

آدمی آج چاندرا ترچھا ہے اس خاص موضوع سے متعلق بیش بہاسائنسی، تاریخی، حگر افیانی اور دینی معلومات کیلئے اس کتاب کو ضرور پڑھئے۔ ۳۰ صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب اپنے انداز کی ایک ہی چیز ہے۔ قیمت ۷/-

دلائل قطعیہ سے واضح ہو چکا۔ اب اسے مرعوب کون اصطلاحات اور مسحور کن تادبیلات کے ذریعہ کوئی ظاہر فریب جامد پہنانا احقروں کے لئے تو پکشش ہو سکتا ہے عقل سیم رکھنے والوں کے لئے نہیں۔ حق واضح ہو چکا۔ اب اس کے خلاف جو کچھ آئے گا وہ باطل ہی ہو گا خواہ میں اپنکتنا ہی جسیں ہو۔

کتبیں پڑھئے

محزن اخلاق

ہزاروں اقوال زریں بیشتر سین آموز حکایتیں قرآن و حدیث کے انمول ہوتی علم دو انش کے جواہر پا کر اور فرع یہ نوع دچکپ اور خدا فرز مضا میں پر مشتمل۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے قیسے کیلئے چھپے ہیں خاص دعام ہر حلقة میں اسے پسند کیا جاتا ہے، تازہ تازہ مصبوط جلد اور سین سر بیکے گرد پوش کے ساتھ ۱۲/-

اسلام کیا ہے؟

مولانا منتظر نجاتی کی وہ مشہور کتاب جس میں اسلام کا تفصیلی تعارف اس انداز میں کرایا گیا ہے کہ ہر استعداد کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جلد ۲/۵۔

المسنون

احادیث نصوف کی معرفت پھولانا اشرفت علیؑ کی معروف کتاب۔ قیمت بارہ روپے ۱۲/-

تاریخ اسلام مکمل حصہ

از اکبر شاہ بحیب آبادی قیمت ۳/۵

مکتبہ تخلی دیوبند۔ پڑھیں

کتاب الایمان

صحیح

محدث و شیعہ

۔۴۳۔

شرح و بیان اجس طرح انسان زیکر مخلوق ہے جو اپنے مخصوص اوصاف خصائص کے ساتھ صفحہ ہستی پر پائی جاتی ہے اسی طرح فرشتے اور جنات بھی اللہ کی مخلوق ہیں جو انسان ہی کی طرح خارج میں اپنا وجود رکھتے ہیں۔ جسم رکھتے ہیں۔ صفاتیں اور خصوصیتیں رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حکمر اور تطعنی حقیقت ہے کہ بُر شخص ذہنی جانبداری اور تعصبات سے بالا تر پر کمر خلوک نہ ہے اور دیانت فکر کے ساتھ قرآن کا مطالعہ کرے گا اسے ایک دو نہیں۔ پانچ سات نہیں جیسوں آیات میں یہ حقیقت صحیح روشن کی طرح جلوہ گز نظرتے ہی۔ کسی شاک، ابهام، تاویل اور قیاس آرائی کا سوال ہی پس باہمیں ہوتا۔

اس کے باوجود یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ مسلمانوں ہی میں متعدد ایسے حضرات پائے جاتے رہے ہیں جنہوں نے مغربی طرز فکر سے مرعوب رسمحور ہو کر جنات و ملائکہ کے وجود کو باطل اور زنا معمولی تاویلات کا ہدف بنایا ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ ان کی نیت اسلام دین کی رہی ہو رواہ دین دلت کی فلاخ کے نقطہ نظر سے یہ کام کرتے رہے ہوں۔ بہترے کام ہیں جو اچھے جزے اور پاکیزہ نیت کے ساتھ کئے جاتے ہیں مگر فی الحقیقت وہ غلط ہی ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کوشش بھی غلطی اور شیخ فکری کے سواؤ کوئی عنوان نہیں پاس کی کہا تھا انداز تکمیر سے صفات و مفہومت کی خاطر سر آیات و احادیث کی ایسی تاویلیں کی جائیں جن کا حاصل تحریف کے سواؤ کچھ نہ ہو۔ وقت کے تقاضوں اور سیاسی صلحتوں سے گریز خود اسلام بھی نہیں سکھاتا بلکہ وہ تو اپنے حلقہ بکوشوں کو اس دائرے میں ہرت چوکتا، یا برک ہیں، بیدار مغزا اور فعّال دیکھنا چاہتا ہے لیکن اس نے کچھ حدیں بہرہ عالم مقرر کر دی ہیں۔ جائز و ناجائز کے سنگ میں یقیناً کاڑ دیے ہیں۔ تصریح کر دی ہے کہ وقت کا کوئی مذاقاضا اور پیاست کا کوئی نیا مطالعہ کس درجے میں کس فسوس کی رعایت کا شرخ ہے اور کہاں سے رعایت کے بجائے اخراج اصلاح کے عنین فساد اور تعمیر کی جگہ تحریب کی وادی شروع ہو جاتی ہے۔ جنت و ملائکے وجود خارجی سے انکار کرنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ مغرب کی مادہ پیشی سے ہم آہنگ ہونے کی یہ پوشش جھٹ پہیں رک جاتی بلکہ اس

راہ کے سافر کو بہتیرے اور مسلمات قرآنیکو سُجّح و تہیم کی بھٹی میں جھونکنا ہو گا۔ جنما نجد ایسا ہی ہوا بھی۔ دوسرخ جنت کو اُلطیں رسمیتی ہے جسی پہنائے گئے۔ قرآنی قصص کو بے نتیٰ توجیہات کا بہفت بنایا گیا حتیٰ کہ پیدائش آدم اور سجدہ ملائکہ وغیرہ پر بھی ایسی گل اشنانیاں کی گئیں جو سراسرینہ یا ان بارا وہ کوئی کے مراد ف تھیں۔ اس سے دین واہان کے چہرے پر تو داع پڑے ہی، وہ مقصد بھی حاصل نہ ہو سکا جس کے لئے یہ پا پڑے بیلے کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول سے واضح افاظ میں فراہچا ہے کہ وَلَمْ تَرَكْ ضَرِيْعَةً هَذِهِ الْيَهُودُ دُلَّ لَا النَّصْرَى لِيَتَّقْبَلُ مِنْهُمْ رَاوی پیغمبر اُمر میں کہ تم بر راضی ہیں نہیں سکتے کہ تم اپنی ملت ہی کو ان کی خاطر چھوڑ دو، بھلا پھر آج کے مغربی ائمہ کفر اس ذرا اسی نیاز مندی پر ہم سے کیون تکر راضی ہو سکتے تھے کہ ہم نے ان کی نام نہادروشن نکری کا اتباع کرتے ہوئے جن و ملائکہ کے وجد خارجی سے انکار کر دیا یا بہشت و جہنم کو محض تیللات پر محبوں کیا اور اصحاب کہف یا عصہاء موسوی کے تصویں کو "ترقی پسندانہ" انداز نکر کے ساتھ میں ڈھال دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ان راہ مرجویت یا بر بناۓ صلحوت اللہ اور رسولؐ کے ارشادات کی ایسی توجیہات کرتے ہیں جن کے صلبے میں روشن نکری کی بارگاہ سے انھیں دادل سکے نہ بہت ہی سادہ لوح ہیں اور ان کی حالت ان بوکروں سے بہتر نہیں جن کے متعلق شاعر نے کہا ہے:-

نَخْدَاهُمْ مُلَانَهُ وَصَالَ صَنْمَنْ نَزَادَهُرَكَرَرَبَنَهُنَّ دُهْرَكَرَرَبَنَهُنَّ

مطالب علمیہ کے ذیل میں ہم اشارہ کرچکے ہیں کہ انسانی شکل میں فرشتے کو چھوڑ کی خدمت میں اُس وقت بھیجا جب کہ کچھ ممتاز صاحابہ بھی وہاں موجود تھے اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیوں میں سے ایک حکمت بھی اپنے اندر رکھتا ہے کہ صحابہؓ مشاہدے کی نعمت سے سرفراز ہو جائیں تفصیل اس اشارے کی یہ ہے کہ صحابہؓ اور انہیاً غریب کتنے ہی غیرمعمولی امتیازات و اوصاف کے حامل کیوں نہ ہوں، بہر حال وہ انسان ہی ہیں، اور انسان جتنا اعتماد اپنے مشاہدے پر کرتا ہے اتنا شاندہرہ با توں یہ نہیں کرتا۔ چاچمچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پڑے پڑے پیغمبروں کو بعض عینی امور کا مشاہدہ کرایا تھا کہ اپنے آخری پیغمبر کی معراج تی نعمت سے سرفراز فرمائاجس میں آپ نے وہ کچھ دیکھا جس کا نظارہ عام انسان کے نئے نمکن نہیں۔ اس اعجاز قدرت میں چہاں دیگر صلحیتیں ہوں گی وہیں یہ صلحت بھی ظاہر و باہر ہے کہ انہیاً یہم السلام جن غیری اشیاء پر دھی کے تو سطے سے ایمان لائے ہیں ان میں سے بعض اخْتِیَنْ حِیْمَ سر سے دھلاندی جائیں تاکہ لقین کا وہ آخری درجہ کمال اتحیں حاصل ہو جائے جس کے بعد ریب و شک کی وسیسه کاری نمکن ہی نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کا مشاہدہ کرایا جس کی تشریفیت آوری پر انھیں لقین تو پھر و تھا مگر غائبانہ۔ اس فرشتے کو سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے کے بعد یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ کبھی ان کا ایمان شک کے جراثیم سے آلوہ ہو۔ حالات صحابہ کا مطالعہ کرنے والے اسی نے جلیل القدر صحابہ کے اُسوہ دکڑدار میں ایک ایسے اُٹل لقین اور ہم سے اذعان کی کیفیات کا مطالعہ کرتے ہیں جو اکثر و بیشتر مشاہدے ہی سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ حض شنیدے۔

اگر کسی کو یہ خیال گزدے کہ جب صحابہ مشاہدے کے مرحلے سے گزد رکے تھے تو پھر ایسا کیوں ہوا کہ ان سے بھی کبھی بھی گناہ کا صد ور ہو گیا۔ وہ بھی کسی نہ کسی مرحلے میں خطا کے شکار ہو گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ سیشہ بے لقینی یا اصفح لقین ہی کا تبیہ نہیں ہوتا بلکہ جذبات کی یورش بھی کبھی لقین و اذعان کی بڑی بڑی چٹا نوں کو (بنی آخویں میں سمیط لقینی ہے۔

مشائیم جانتے ہیں کہ برف ہمارے نرے میں اضافہ کرتا ہے۔ ہمارا یہم حضن نظری نہیں بلکہ بارہا کے تجربے نے اسے

شاہداتی یقین کی شکل دیدی ہے لیکن چھر بھی ہم خواہش نفس کے تخت گرمی میں برف استعمال کر لیتے ہیں اور بارہا اس استعمال میں غلو سے بھی یہ نہیں کیا جاتا۔ تو کیا استعمال کے معنی یہ سمجھے جائیں گے کہ برف کی ضرور سانی کے بارے میں ہمارا یقین کرکے تھا ورنہ ہم ہرگز اسے استعمال نہ کرتے۔ ظاہر ہے کہ یعنی نہیں۔ یقین تو انہی جگہ موجود ہے، البتہ طبیعت کا داعیہ اسے نظر انداز کریں اور ہم نے اُنے والے کل کے نقصان کی پر وانہ کرتے ہوئے آج کی لذت کو ترجیح دیدی۔

یہی معاملہ صحابہؓ کا تھا۔ وہ حقیقت واسع نوکاری کی زندگی کی زندگی کی اُرستے۔ تاہم بعض سے اُگر کسی موقع پر کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اس کا تعلق ضعف ایمان سے نہیں بلکہ قلتی جذبے کی شدت سے تھا۔ یقین کی کی سے نہیں بلکہ انسانی فطرت کی ایک بنیادی کمزوری سے تھا۔ یہ کمزوری انسان کو اپنے جدا جوستے دراثتہ پڑھی ہے اور حداحد میں یہ کمزوری اللہ تعالیٰ نے اس لئے رکھی کہ اسی سے تو انسان اور فرشتے کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اسی سے تو عالم ہست و بود کی رشکارنگی قائم ہے۔ اسی کی بنیاد پر توجہت و دوزخ بنے ہیں ورنہ جزا و سزا کا کیا سوال میرا ہوتا۔ آزمائش کس شے کا نام رکھتے۔

ویسے قرآن کے اس کلیہ کو بھی نہ بھولتے کہ **إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذَهِّبُنَّ الْسَّيِّئَاتِ**۔ نیکیاں برائیوں کو محکر دیتی ہیں۔ اسی لئے صحابہؓ کے بارے میں ہمارا یقین ہونا چاہیے کہ وہ اگر بھی صغیرہ یا بکریہ کے مرتکب ہوئے بھی ہیں تو اس کے مقابلے میں ان کی نیکی، قربانی، تقویٰ، جاں سپاری، خشیت اور حق کوشی کا میزانیہ اتنا بڑا ہے کہ ان کے گناہ انشاء اللہ اس میزبانیے میں کم ہو گئے ہوں گے اور خدا کے یہاں ان کو وہ مقام رفع حاصل ہو گا جو سوائے انیما کے کسی کا نصیب نہیں۔ رحمی اللہ عنہم و رضوان عنہم۔

اسلام کیا ہے؟ اس حدیث میں حضورؐ کی زبان مبارک سے اسلام کی جو تعریف سننے میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ تم کلمۃ طیبہ کی گواہی دو اور شاز طبھواد رنگواد ادا کرو اور استطاعت ہونے کی صورت میں حج بھی کرو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو لوگ ان چاروں اجزاء میں سے کسی ایک کے بھی تارک ہوں وہ جھیقی معنی میں مسلمان کہلانے کے قابل نہیں۔ انھیں الگ مسلمان کہا جاتا ہے تو حضن رسماً۔ ان کا اسلام ناقص ہے۔ کٹا پھٹا ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جس کی نشاندہی ہمارے روزمرہ میں یہ کہ کی جاتی ہے کہ فلاں آدمی قوام کا مسلمان ہے۔ یہاں بے ساختہ **ڈالِ طرائقہ** کے "جوابِ شکوہ" کا ایک بند ذہن میں گوئی تجھے لگتا ہے۔

شور ہے پوگے دنیا سے مسلمان نا بود ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی اہمیں مل میں موجود
وضع میں تم ہو ضاریٰ تردد میں ہنود یہ مسلمان ہیں جھیں دیکھ کے شہر میں یہود
یوں تو سید بھی ہو رہا بھی ہو افغان بھی ہو
تم بھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

کلمۃ طیبہ کا جہاں تک تعلق ہے الگ مسلمان اس پر تہمہ دل سے ایمان لا یا ہے تو تکسی اور تفصیل اور تقدیم و مشرط کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے صریح تفاصیل اور ضمادات و مطالبات یہ ہیں کہ اللہ اور رسولؐ کے تمام احکامات کی تعمیل کی جائے۔ شماز، روزہ، حج، نکوٰۃ، قربانی، دیانت، اداری، راست گوئی اور تمام ہی اخلاقی فاضلہ کو انتیار کرنے کے ساتھ ساتھ تمام منہیات اور رذائل سے پرہیز کلمۃ طیبہ کے عین حیر میں شامل ہے۔

لیکن یہاں پہلا سوال ایمان کا نہیں اسلام کا ہے۔ اسلام کا تعلق ظاہر ہے ہے جب کہ ایمان انسانی قلب و ذہن کی ایک اندر وہی کیفیت کا نام ہے۔ جو شخص کلمۃ طیبہ پر ایمان کا اعلان کرے گا ظاہر ہے سو اسے اللہ کے کوئی نہیں دیکھ سکتا کہ حقیقتہ اسے اعلان میں کتنی سچائی ہے۔ پھر شماز، نکوٰۃ اور حج بھی ایسے ہی افعال ہیں لئے عین ممکن ہے ایک شخص اندر سے کا فرد

گراز را ہے سیاست مصلحت بطور منافقت یہ ظاہر داری بر ت رہا ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھ رہا ہے۔ فرانس شرعیہ ادا کر رہا ہے۔ تو شیک عند اللہ تزوہ ایمان سے بنے ہے، لیکن ایمان کے ہونے نہ ہونے کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا، اس نے مفتی شریعت کو ایسے شخص کے سملئے ہونے کا فتویٰ دینا ہو گا اور جب تک کسی ضبوط بیل و شہادت سے اس کے نفاق کا ثبوت نہ مل جاتے اسے وہی تمام حقوق حاصل ہوں گے جوسلم معاشرے میں کسی بھی مسلمان کو مشرعاً حاصل ہیں۔

نماز اور نکوہ کے موضوع پر ہر اس تفصیل کی حاجت نہیں۔ مسلمانوں کے روزانہ کے معمولات میں سے ہیں اس لئے ان کے بارے میں عام سے عالمسلمان بھی خاصی معلومات رکھتا ہے۔ البتہ جو کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل قیناً برخیل ہو گی۔

جع عمریں ایک بارہ مسلمان مردوزن پر چند شائعات کے ساتھ فرض ہے۔ اس کی فرضیت قرآن، حدیث اور اجماع ربے ثابت ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:-

وَ إِذَا هُمْ عَلَى النَّاسِ حِجْمٌ أُبَيْتُ مِنْ أَسْطَاعَتْ
رَكْتَهُمْ هُوَ إِنَّهُ كَا حَتْمٍ يَحْجُجُ كَمْ كَمْ كَمْ كَمْ

پھر فرمایا گیا:-

وَ مَنْ كَفَرَ فِيَنَ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اور یونہ مانے (اس بات کو) تو اللہ تبہ تیار ہے دنیا جہان سے نقطہ "کفر" ایسا نہیں جس کے مصادق و معنیحتاج تشریع ہوں۔ جو کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو شخص جو نہیں کرتا اس کا یعنی روایتہ کافروں کی روشن سے تخلاف نہیں اور اگر وہ جو کی فرضیت ہی کا منکر ہے تو اس کے حقیقی کافر ہے میں کوئی کلام نہیں۔

حدیث کا جہاں تک تعلق ہے ایک تو ہی حدیث فرضیت کے اثبات میں کافی ہے جو کی شرح چل رہی ہے۔ دوسرے مزید روایات آجے آرہی ہیں۔ تیسرا بخاری کتاب لا ایمان میں عبد اللہ ابن عمر کی جو روایت آتی ہے اس میں حضور کا یہ ارشاد ہرودی ہے:-

"اسلام کی بنا پائی جیزوں پر ہے۔ کلمہ طیبہ کی گواہی۔ اثبات صلوٰۃ۔ ادا ہمی زکوٰۃ۔ حج اور رمضان کے روزے۔"

اس طرح احادیث نے اس فرضیت کو واضح اور موکد کر دیا جس کا حکم کتاب الہی نے دیا تھا۔

فرق روایات ایمان ایک بھروسے ایل علم کو یہ پیدا ہوتی ہے کہ اسلام کے اركان بیان کرنے والی متعدد روایات میں یکسانی نہیں بلکہ کسی میں زیادہ ارکان بیان ہوئے ہیں کسی میں کم۔ جیسے یہی زیر شرح روایت تصریف چار ارکان کا تذکرہ کرتی ہے مگر بخاری کی مذکورہ روایت پائیج پر مشتمل ہے۔ پھر اسی بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے جو روایت منقول ہے اس میں حج کا ذکر نہیں اور عظام الحرام اسی اسی حدیث کو ذکر کر صوم کے بغیر روایت کرتے ہیں۔ پھر حدیث ابی عمار صلوٰۃ وز کوٰۃ ہی تک محدود رہتی اور حدیث ابن عباس میں سوائے شہادتین کے (یعنی کلمہ طیبہ کے) کسی بھی رکن کا ذکر نہیں۔ اس کے برخلاف سلیمان ایسی نے اپنی روایت میں نہ صرف ان پانچوں کا ذکر کیا جو بخاری کی مذکورہ بالاوایت میں مذکور ہیں بلکہ عمرے او غسل جنابت اور وضو کو بھی شامل کیا۔

اس بھروسے اسی طرح ممکن ہے کہ اس فرق کو اولیٰ کے حفظ و ضبط کے تفاوت پر جوں کیا جائے۔ بعض نے تمام اجزاء سے حدیث کو یاد رکھا، بعض نے کچھ اجزاء بھولا دیتے۔ بھولا دینے کو نیان کہتے ہیں جیب کہ بعض اوس کچھ ایل علم نے ہمہ نیان کے ساتھ ذھول کا فقط بھی استعمال کیا ہے یعنی غفلت۔ غفلت اور نیان میں بہت طیف فرق ہے۔ نیان اکٹھے ذہنی کا ہے اور لا پر وائی ضروری نہیں جب کہ غفلت میں یہ دونوں عناء ہر کسی نہ کسی درجے میں شامل ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ

ذھول کہہ لیتے یا نیان۔ ہوا یہی ہے کہ جہریں مکے سوال پر حضور مسیح نے اسلام کے تمام اجزاء پر ضروریہ بیان فرمائے گردے اور درود ایت میں سچھراوی بھول کا شکار ہو گئے۔ کسی کو پوری حدیث یاد رہی کسی نے بعض اجزاء امر فراہوش کر دئے۔

بخاری میں ابوہریرہؓ کی روایت کے سلسلے میں بعض حضرات نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ ممکن ہے اس وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو اس لئے حدیث حج کے ذکر سے خالی ہے۔ مگر یہ تاویل بصیرت اور فکر و شخص پر مبنی نہیں۔ اول اس لئے کہ جیسا کہ ہم نے ابھی تفصیلاً بتایا فرق کو ناگوں ہے۔ ایسا نہیں کہ بس حج والے جو کافر قہ ہو۔ دوسرا یہ ہو کہ روایت اور درایتہ دلوں طرح یہ واضح ہے کہ سوال و جواب کا یہ دل نہ اس وقت پیش آیا ہو گا جب تمام احکام نازل ہو جکے اور دین مکمل ہو گیا۔ جو احکام دار کان مختلف اوقات میں تفرق طور پر نازل ہوتے رہے اس میں اس سوال و جواب کے ذریعے انھیں کیجاں طور پر صحابہؓ کے کافوں میں ڈالا گیا۔ ابن مندہ کی روایت میں یہ بھی توضیح ہے کہ یہ دل نہ اعنة حضور مسیح کی آخر عمر میں پیش آیا اور حافظ این حجھر کی وضاحت کے مطابق ابن مندہ کی یہ روایت کافی مضمبوط ہے۔ اب جہاں تک آخر عمر کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ حضور مسیح وفات حجۃ الوداع کے کم روشنی میں ما بعد ہوئی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر اس آیت کا نشوون ہوا۔ آیت ۲۰۷ مہمنت لکمہم دینکمہم و آتمہمٹ علیکمہم نعمتی و سرہیت لکمہم الدسلام ۲۰۷۔ سورہ مائدہ آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور انہی نعمت تم پر پوری کر دی اور ہم نے پس کیا تمہارے لئے دین اسلام) پھر اس کا ایسا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سوال و جواب کے وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ روایات کے فرق کو راویوں کے ضبط و حفظ کے فرق کا غیرہ فرار کر کر مزروع توجیہات سے نجات حاصل کر لی جاسے۔

شرط حج [د جب حج کی پہلی شرط اسلام ہے۔ کافر مرتد پر حج واجب نہیں۔]

شرط حج [د میری شرط بلوغ ہے۔ نابالغ پر حج فرض نہیں۔ اگر نابالغ حج کرنے تو بلوغ کے بعد حفرضیت لازم آتی ہے اس سے بھری الذمہ نہ ہو گا۔ حضور نے فرمایا:-

اَيْمَدَا صَبَّى حِجْمَ عَشَرَ حِجْمَ ثُمَّ بَلَغَ فَعَلَيْهِ جِنَاحَةُ الْأَسْكَارِ۔

اسلام کا دا جب کردہ حج واجب ہی رہے گا۔

مطلوب یہ نہیں کہ بعد بلوغ چاہیے استطاعت ہونہ ہو اسے حج کرنا لازم ہے۔ مطلوب یہ ہے کہ اگر بلوغ کے بعد استطاعت حاصل ہوئی تو اس پر حج فرض ہے۔ یہ نہیں کہ چونکہ وہ نابالغی کے زمانے میں حج کر چکا ہے اس لئے اب وہ بھری الذمہ ہے۔

تیسرا شرط عقل ہے۔ یعنی پاگل اور فاطر عقل پر حج فرض نہیں۔

چوتھی شرط حشریت ہے۔ یعنی شرعی اصطلاح میں وہ غلام نہ ہو۔ غلامی فرضیت حج میں مانع ہے، حتیٰ کہ جس مسلمان میں شرعی اصطلاح کے اعتبار سے غلامی کا تصور اساجزو بھی پایا جائے اس پر حج کا دو جو بھی نہیں۔

پانچویں شرط استطاعت ہے۔ یعنی قدرت نہیں۔

شرط اول کے سلسلے میں مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ اسلام حج کے لئے شرط صحت ہے نہ کہ شرط واجب۔ اس لئے وہ واجب تو اہل کفر پر بھی ہو گا اگر بغیر اسلام کے ادائے ہو سکے گا۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ کافر اعملی پر تو حج واجب ہے جبکہ اسے استطاعت حاصل ہو۔ البته جب تک اپنے ارتداد سے تو بہ کمرے کے پھر سے اسلام نہ قبول کر لے جو اس کا ضمیح نہ ہو گا۔ اس میں اور احنان کے موقف میں جو فرق ہے اس کا غیرہ ایک مثال سے سمجھئے:-

زید مسلمان ہے، پھر تعوذ بالله مرتد ہو گیا۔ حالت ارتداد میں اس کے پاس باقی اور جسمانی دلوں قسم کی قدرت

موجود ہے۔ اب وہ پھر اسلام کی طرف لوٹتا ہے۔ لیکن اسلام کی طرف لوٹنے کے بعد اتنا مالدار نہیں رہتا کہ جو کہ متقطع فرار پا سے اور پھر اسی حالت میں مر جاتا ہے۔ تو شانعیہ کے نقطہ نظر سے اس کا حج اس کے ترکے میں سے کرا یا جائے گا کیونکہ حالتِ زنداد میں وہ متقطع تھا جس کی بناء پر حج اس کے ذریتے واجب ہوگی اور انتقال اس کا ہوا ہے حالتِ اسلام میں اہذا حج کا بار اسکے ترکے پر ٹپے گا۔ اس کے برخلاف حقیقہ کے نزدیک اس کا حج ادا نہیں کرایا جاتے گا کیونکہ حالتِ اسلام میں وہ متقطع نہیں تھا اور حالتِ ارتداد کی استطاعت معتبر نہیں کیونکہ حج کی بنیادی شرط "اسلام" اس میں نہیں پائی گئی۔ مگر اگر ارتداد کے بعد والے اسلام میں وہ متقطع ہو جاتا تو ضرور اس کے ترکے میں سے جو کرا یا جاتا۔

استطاعت کا یہ مطلب ہے اخاف کے نزدیک استطاعت کے معنی یہ ہیں کہ سفر کی سواری اور سامان سفر میں پھر طی کیے دلوں چیزوں میں کی خواجہ اصلیہ کے نامکر ہوں۔ مثلاً وہ مقرر ہے کہ سواری کے خرچ کو ہوتا ہے اتنا کہ قرض کی رقم اس زائد مال میں سے وضیع کر دی جاتے تب بھی اتنا مال بھی چزادراہ اور سواری کے خرچ کو کافی ہو۔ مکان۔ کپڑے۔ ایسے بھی جو ہدیتی باڑی کے لئے ضروری ہوں۔ زراعتی اوزار۔ صنعتی کلین۔ استعمالی اسلوچ، یہ سب خواجہ اصلیہ کے دائرے میں آتے ہیں۔ نیز سفر کے دن سے والی کے دن تک ان اہل و عمال کا ننان نفقہ بھی خواجہ اصلیہ میں ہے جن کی کفالت اس کے ذمے ہے۔ فرض کیجئے کسی کے پاس اتنا پسہ تو میر کوچ کر آئے مگر اتنا نہ ہو کہ اپنے پیچے زیر کفالت افسردار کی لازمی ضروریات کا انتظام کر سکے تو اس پیچے فرض نہیں کیونکہ فرض استطاعت کی صورت میں ہوتی ہے اور استطاعت میں یہ شرط شامل ہے کہ زیر کفالت افراد کے اخراجات کا ظلم چلتا رہے۔

سواری کے سامنے میں وہی سواری معتبر ہے جو عادۃ اور عرفًا مذول بھی جاتی ہو۔ مثلاً اونٹ صرف ایسے لوگوں کے لئے معتبر ہے جو بیت اللہ سے بہت زیادہ فاصلے پر نہ ہوں اور اونٹ کی سواری ان کی طرف مرتقاً ہو۔ پھر جو لوگ کجا رے کے بغیر اونٹ پر سفر نہ کر پاتے ہوں ان کے لئے اونٹ سواری کے حکم میں اسی وقت داخل ہو گا جب انھیں کجادہ بھی نہیں رہا۔ علاوه ازیں اخاف یہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ یہ سواری اسی کے لئے تخصیص بھی ہوئی چاہئے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ مثلاً ایک اونٹ پر دو یا دو سے زائد آدمی اس طرح چلانا ٹے کریں کہ کچھ دور ایک سواری کرے گا کچھ دور دوسرا پھر تسبیح اور غیرہ۔ اگر ایسا ہو تو سواری کی استطاعت ثابت نہیں ہوئی۔

بھری سواریوں میں تخصیص کا کوئی سوال نہیں مثلاً جہاں کہ اس میں جتنے بھی آدمی تھیں سب سماں رہیں گے ایسا نہ ہو گا کہ نمبردار سواری کرنی پڑے اور کچھ کو پیدل بھی چلانا پڑے۔

اخاف کے نزدیک سواری کی شرط ان لوگوں کے لئے ہے جو مکر سے کم سے کم اتنی دور رہتے ہوں جہاں تے میں دن کے پیدل سفر میں مکر نہ پہنچا جاسکے۔ جو لوگ اس سے کم فاصلے پر رہائش رکھتے ہیں ان کی استطاعت سواری پر موقوف نہیں بلکہ صرف اتنے ہی پر حج ان پر واجب ہو جائے گا کہ زاد سفر اور زمانہ غیاب میں زیر کفالت افراد کا نفقہ انھیں میسر ہو۔ ہاں جو لوگ پیدا اشی طور پر یا بماری کی وجہ سے اتنے کمزور ہوں کہ تین دن کی مسافت پیدل طے کرنا ان کی قدرت سے باہر ہو ان پر با وجود قرب مکر کے واجب نہ ہو گا کیونکہ لَوْ يُحَكِّلُتُ اللَّهُ أَنفُسًا إِلَّا وَسْعَهَا الرَّحْمَنُ كیوں کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

یہ تو عام شرائط ہوتے۔ عورت اور نابینا ماردوں کے لئے بعض اور شرائط بھی ہیں جن کا ذکر ابھی ہم کریں گے۔

مالکیہ کا ذہب صاحب حق الہم نے یہ نقل کیا ہے کہ:-

انہ بالبدان فیجب علی من قدرا علی امشی
استطاعت بدن سے متعلق ہے۔ پس حج ہر مسٹر پر

والکسب فی الطریق

بے شک جہاں اختصار یعنی نظر ہو وہاں بالکلیہ کامہد ہب کم و بیش ہی سیان کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اختصار غلط فہمیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ بنطاب ہر ہب غیر معمولی شخصی اور غیر قدری تکلیف لئے ہوتے ہے مگر جب اس ہب کو کتب بالکلیہ میں تفصیل کے ساتھ دیکھا جائے تو حقیقت اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتی کہ یہ بھی معقولیت ہی کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ بالکلیہ لئے تکلف نفس والی آیت کو تنظر انداز کر کے اپنے آپ کو تکلیف مالایطاں کا شکار بنالیا ہو۔ **ایک نصیحت** ایسا راجح تو چاہتا تھا کہ ہب اسام ائمہ کے ممالک تفصیل سے بیان کرتے گے طوں کے درست نظر انداز میں دوسرے ائمہ و فقہاء کے ممالک کا جمالی ذکر دیجیں تو اس اجمالی ہب کو سب کچھ سمجھ کر ان ممالک کی کمسنزو روی اور مرجوجیت کا نصیلہ نہ کریں۔ ایسا ہمارا ہب ہوتا ہے کہ ایک مفصل قانون کو جملہ بیان کر دیا جائے تو اس کی ہدیت بگڑ جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ جطالب علم مکتب فقرے سے تعلق رکھتا ہو وہ اسی کو اقوی اور اصلاح تصور کرے گا۔ حقیقی کے نزدیک مسلک حقیقی رہب بہتر ہے اور ہنبلی کے نزدیک مسلم حقیقی۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البته مضائقہ اس میں ہے کہ ہم اپنے مسلک کے علاوہ دیگر ائمہ کے ممالک کو حقارت و اہانت کی نظر سے دیجیں۔ جتنے بھی معروف ائمہ میں سب اپنی اپنی جگہ لائیں احترام ہیں اور ان سر کے ممالک اُنہماں کی دیدہ و درہ، فکری مشقت، اخلاص، دیانت اور جذبہ حق پرستی پر استوار ہیں۔ اگر ہماری کمیت کتاب میں دوسرے کسی امام کا کوئی فقہی مسلک ایسے اجمال و اختصار کے ساتھ بیان ہو اہو جس سے یہ گمان پیدا ہو کہ مسلک توہینا بیت بھونڈا اور خلاف عقفل اور ناپسندیدہ ہے تو ہمیں کوئی تحقیر آمیز راستے قائم کرنے کے عوض یہ خوش گمانی کرنی چاہئے کہ یہ بدستی اختصار نے پیدا کی ہے اور تفصیلی مطالعہ اسے یقیناً دُور کر دے گا۔

ناچیز نے دیوں بار اس کا تجربہ کیا ہے کہ جب اپنے مسلک حقیقی کی کتاب میں دوسرے کسی ہب کی کتاب کا کوئی جزئیہ اجمالاً نظر فڑا تو وہ بظاہر فرقی دوست سے خاصا ہٹا ہو اپنے نظر یا مگر جب اس کا تفصیلی مطالعہ نہ اس ہب کی کتابوں میں کیا تو بدگمانی کی کوئی تکمیل باقی نہ رہی۔ یہ بجا ہے کہ بعض وہنہا اصولوں میں اختلاف کی وجہ سے ائمہ و فقہاء اکثر جزئیات میں مختلف الراء ہوتے چلے گئے ہیں تین ایسا ہرگز نہیں ہے کہ سی بھی امام فقرے نے قران و سنت کو تنظر انداز کر کے اخلاص و دیانت کو بالا سے طاق رکھ کر یا قائم و فراست کو اونٹھنے کی اجازت دے گے کہ کوئی رائے قائم کی ہو۔ پناہ بخوا۔ تمام ائمہ نے بے نظر تدبیر، کمال درجہ اخلاص، خشیت الہی، احسان، ذمہداری اور حسن اجتہاد کے ساتھ اپنی اپنی آراء منضبط کی ہیں اور ہم طلباء کا یہ فرضیہ ہے کہ اپنے اپنے ہب کی قویت کا یقین رکھتے ہوئے بھی دوسرے ہب فہر کے دلی احترام کو رکھتے ہوئے نہ دیں ورنہ ہمارا علم اور ہماری حقانیت تعصبات کے زبرے سے آلوہ ہو جائے گی۔ یہ حق پرست نہیں بلکہ ہر طے بندرقرار پائیں گے۔ ہماری فہر ایک جمیں ہے جہاں رنگارنگ بھول کھلے ہیں۔ گوناگون پوچھے جلوہ طراز ہیں۔ نوع بروغ بیلیں زیست بڑھا رہی ہیں۔ یہ رنگارنگی اللہ تعالیٰ کی اس تکونی مشیت کے عین مطابق ہے جس کا جلوہ گلشن کائنات کے چیزیں چیزیں نظر آ رہا ہے۔ فتباراث اللہ احسن الحالین۔

زادراہ کی تفصیل اپنے ہمیں، رہن سہن میں سب لوگوں کا معیار یکیاں نہیں ہے۔ بعض لوگ دال روٹی پر گزرا رکھتے ہیں۔ بعض تو شست کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بعض اپنے جسمانی احوال کے لحاظ سے کچھ حصہ صحنیں چیزوں کے عادی ہوتے ہیں جن میں دودھ اور پھلوں کا بھی شمار ہے۔ اس نظرِ احوال کا لحاظ ”زادراہ“ کی تعریف میں بھی ہو گا مثلاً جو

یوگ گوشت کے عادی ہیں اگر ان کے پاس صرف اتنا پیسہ ہو کہ سفر حج میں دال ٹپی پر گزار اکرنے پڑے تو ممکن نہیں سمجھ جائیں گے کیونکہ جمال ان کے پاس نہ ہے وہ میزوں نہ اور اس کے لئے کافی نہیں۔ اسی طرح جو لوگ آرام دہ بسترا اور صاف سفر کے مکان میں رہنے کے عادی ہیں ان کے پاس اتنا پیسہ ہو نا ضروری ہے کہ مٹکے اور مارینے میں درمیانی درجے کی قیام چاہوں کا کرایہ ادا کر سکیں۔ اگر اتنا پیسہ نہ ہو تو حج ان پر بھی واجب نہیں۔

مزیدہ شرائط احناف نے اسلامیوں کے لئے جودا راللہ فریضیں بس رہے ہوں "علم" کو بھی بنزلا شرط رکھا ہے۔ یعنی یہ علم اپنے ناکہ حج فرض ہے۔ ایسا بہت ممکن ہے کہ ایک مسلمان دارالکفر میں پیدا ہوا ہو اور اسے علم ہی نہ ہو سکے کہ حج کب کن شرائط کے ساتھ فرض ہوتا ہے۔ یا کوئی کافر داراللہ فریض اسلام تے آئے تو وہ بھی حج کی فرضیت سے بے خبر رہ نہ سکتا ہے۔ باخبر ہوئے کامیاب احناف یہ بتلاتے ہیں کہ یا تو کسی کتاب وغیرہ کے ذریعہ سے علم ہو جاتے یا پھر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اسے باخبر کریں کہ حج فرض ہے۔ البتہ جو لوگ دارالاسلام میں رہ رہے ہیں ان کے نئے علم "شرط نہیں چاہے وہ مسلمان ہی پیدا ہوئے ہوں یا کفر سے داخل اسلام ہوئے ہوں۔" یہاں تک جو شرائط بیان ہوئے وہ وجہ کے شرائط ہیں۔ ان کے نہ پائے جانے کی صورت میں الگ حج کر لیا تو حج فرض ادا نہ ہو گا بلکہ جب بھی یہ شرائط پائے جائیں گے دوبارہ حج کرنا ضروری ہو گا۔

بعض شرائط ایسے ہیں جن کے نہ پائے جانے پر حج کی فرضیت تو شابت رہے گی تاکہ حج کرنا ضروری نہ ہو گا بلکہ یا تو دوسرا سے حج کر لے یا دوسرت کر جائے۔ اگر چہریہ شرائط پائے گئے تو خود حج کرنا ہو گا اور اگر ان شرائط کے نہ پائے جانے کی صورت میں خود ہی کسی طرح حج کر لیا تو فرضیت ختم ہو جائے گی اور دوبارہ بھی حج کرنا لازم نہ ہو گا۔

ان میں سے ایک شرط جسمانی صحت و قدرت ہے۔ مغلوب نہ ہونا۔ کسی بماری میں بدلانہ ہونا جس میں دوسروں کا سہارا لئے بغیر سفر محال ہو۔ شلانا بینیا یا پریوں سے معدور آدمی۔ یا اتنا بڑھا کہ جہا زکی سبڑھیوں پر چڑھنے کی بھی سکت نہ رکھتا ہو۔ ان سب لوگوں کے لئے امام ابوحنیفہ کا توبیہ فیصلہ ہے کہ انھیں کسی اور سے بھی حج کرانے کی ضرورت نہیں مگر یہاں کہتے ہیں کہ کسی اور سے حج کرائے اور فتویٰ صاحبین ہی کے قبول پر ہے۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ جنابنا زاد سفر اور سواری مصارف رکھتا ہو اگر اسے کوئی ایسا معاون بھی میسر ہو جو پورے سفر میں اس کی رہنمائی کر سکے تو اس پر اگرچہ بذات خود حج کرنا فرض نہیں لیکن دوسرے سے حج کرنا ضروری ہے۔ تو اس ایسا معاون سے کرائے یا کوئی اور آمادہ ہو تو اس سے کرائے۔ البتہ جن نابینا کو ایسا معاون میسر نہ ہو اس پر کسی اور سے بھی حج کرنا واجب نہیں چاہے زاد سفر اور سواری کا خرچ رکھتا ہو۔

قیمتی یا نظر بند نہ ہونا بھی ایک شرط ہے۔ نیز کسی ایسے بادشاہ یا ذی اقتدار حاکم کا خوف نہ ہونا بھی شرط ہے جو حج سے روکتا ہو۔ راستے کاموں ہونا بھی شرط ہے۔ یعنی داکوؤں کا خوف نہ ہو۔ پانی کا سفر ہے تو یوں اس طوفانی نہ ہو جس میں جہاز عموماً مادوب جاتے ہیں۔ نیز جہاڑ کو کسی ایسے علاقے سے نہ گزرنا پڑے جو کسی ہنگامی جگہ کے باعث مختطفہ ہو گیا ہو۔

عورتوں کا معاملہ ایک یہ کہ اس کے ساتھ یا تو اس کا خوب ہو یا کوئی ایسا حرم ہو جو عاقل بالغ ہو اور مسلمان ہو۔ پھر حرم ہو یا شوہر فاسق و نابھر نہ ہونا دونوں کے سے شرط ہے۔ حرم میں نسب کی شرط نہیں۔ حرمت نکاح خواہ رخصت (دوہ کی شرکت) کے سبب آئی ہو یا مصاہرہ (مسراہی قرابت) کے باعث۔ سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مگر احوال زمانے کا تقاضا اور اختیارات کا راستہ یہ ہے کہ عورت جوان ہو تو نسبی حرم کے ساتھ سفر کرے، رضاہ علی یا مسراہی

رشتوں والے جھوٹوں کے ساتھ نہ کرے۔ نبی حضرت کا احساس بُرے سے بُرے آدمی میں بھی شدت سے پایا جاتا ہے جب کہ درود کی شرکت یا مصاہدہ کی بناء پر بدراشده حضرت کا اول تو علم بھی اتنا عام نہیں دوسرا سے اس کا احساس اتنا شدید نہیں۔ ہم اپنی خود و داک میں بھی ائمۃ متعدد و اتفاقات دیکھتے ہیں جن میں بعض حضرات رضا می حضرت سے آمادہ بغاوت نظر آتے ہیں۔ خصوصاً جن حصور لوں میں رضاعت محض ایک آدہ بار و دو دہ میٹنے سے ثابت ہوتی ہوئی ہوتی حضرت کا احساس عام میں بُرائے نام ہی پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی حضرت کے احساس سے عموماً انتہائی جاہل اور بلعد الدین سلمان بھی ہی دامن نہیں ہوتا۔ اسی لئے اولیٰ یہ ہے کہ نبی حضرت کو ساتھ رکھ جائے جب کہ حضرت جوان ہے۔ یا جوان نہ ہو تگر اپنی دھلی ہوئی عصر میں بھی خنسی کیش رکھتی ہو۔ دراصل بشریت میں حصولِ منافع سے زیادہ مفاسد کا دروازہ بند کرنے کی اہمیت ہے۔

صحیت حج کی شرطیں (۱) کافر حج کرے پھر مسلمان ہو جائے تو یہ حالت کفر کا حج سے کافی نہ ہو گا بلکہ حالتِ اسلام میں ہے اور حالت کفر کا حج اس شرط سے عاری رہا۔

(۲) حج کے تمام ضروری احکام کی تعمیل و تکمیل اور ان امروں سے پرہیز جو حج کو فاسد کرنے والے ہوں۔

(۳) ایامِ حج ہی میں حج کرنا اور ہر ہر رکن کو اس کے معینہ وقت میں ادا کرنا۔

(۴) جو مفت اُم جس رکن کے نئے مقرر کر دیا گیا ہے وہیں اس رکن کی ادائگی۔ جیسے عرفات میں ٹھیرنا اور مسجد حرام کے گرد طواف کرنا۔

(۵) احرام جس سال باندھا ہو اسی سال حج کرنا۔

(۶) اس حد تک صاحبِ عقل ہونا کہ ہوش و حواس کی دوستگی غیر مشکوک ہو۔ اگر قدر عقل اور خلیلِ دنیا کے عالم میں حج کیا تو وہ صحیت سے خودم رہے گا۔

حج میں تاخیر گناہ حج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر دیر کرے جاؤ تو گناہ ہو گا۔ اماں ایامِ عینیت اور قاضی الیوسفیت توہیناً تک کہتے ہیں کہ مسلمان تلطیع ہونے کے فوراً بعد اسی سال حج نہ کرے اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ الایہ کہ تاخیر کے نئے عائز شرعی رکھتا ہو۔

اماں حجہ میں کے نزدیک تاخیر میں گناہ نہیں ہے۔ امامت فتحی کے نزدیک بھی تاخیرِ معصیت نہیں ہے بلکہ دو شرطوں کے ساتھ۔ ایک یہ رج کے فوت ہونے کا اندازہ نہ ہو۔ مثلاً اتنا عمر رسمیدہ نہ ہو کہ جلد ہی موت کی توقع ہو سکے اور حج جس سال سے کرنے لیے اس کے بھی ضرائع ہو جانے کا خطہ نہ ہو۔ دوسری یہ کہ حج کرنے کا عزم بالفعل اس کے قلب میں ہو جد ہو، خواہ پر وکام سال دو سال بعد کا ہو۔ اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوئی تو تاخیر سے معصیت لازم آئے گی۔

عمر میں صرف ایک رات حج ایسی عمارت تھی کہ زندگی میں کئی بار شرمن کر دی جاتی تو مشقت کا باعث بنتی اس سے اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بنزوں پر بے حد ہبہ بان ہے اسے بس ایک بھی بار فرض کیا۔ سلمیں

ابو ہریثہ سے مروی ہے:-

”اللہ کے رسول ایک روز ہم سے فرمانے لگے کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا، ہندا حج کرو۔ کسی نے

سوال کیا کہ، یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ خاموش رہے۔ حقی کہ سائل تھے میں باری ہی سوال ہرا یا

تیسرا بار آئیے جواب دیا کہ اگر میں "ہاں" کہہتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا اور پھر تم اس پر قادر نہ ہوتے۔
اس سے واضح ہو گیا کہ فرضیت صرف ایک بار ہے۔
اب آئیے۔ حج کے ذکر خیر کو چند احادیث پر حتم کریں۔
حضرت نے فرمایا:-

جس شخص نے اللہ کے لئے حج کیا اور در ان حج میں
فتن و فور سے بچا رہا وہ اپنے گھر ایسا حصوم ہو کر
لوٹے گا جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے آیا ہے
خدا کی رضا کے سوا کوئی مقصدِ سفر نہ ہو۔

من حج لدھی فلہم یوفش ولہ میسق
راجم کیوم دل داتہ احمدہ (دخاری)

"اللہ کے لئے حج کرنا" یہ معنی رکھتا ہے کہ نیت نام و نبود کے شائبے سے خالی ہو۔ مصہارف مال طیبیت کے لئے گھر ہیں
خدا کی رضا کے سوا کوئی مقصدِ سفر نہ ہو۔
حضرت نے فرمایا:-

جس شخص کو حج کرنے میں کوئی کھلی ہوئی مجبوری یا ظلم
حکمران یا شدید بیماری مانع نہ ہو اور پھر بھی وہ حج کئے
 بغیر رجاء تو پھر کیاں بات ہے کہ وہ یہ ہدی میں
یا نصرانی۔

ا من لم یمنعه من الحج حاجۃ ظاهرۃ
او سلطان جائز او مرض حابس فهات
ولم یحج فلیم ت ان شاعر یعقوبیا
دان شاعر نصرانیا (داری)

مقصد یہ ہے کہ جو مسلمان کسی مانع کے نہ ہوتے ہوئے بھی حج نہ کرے حالانکہ اس میں استطاعت ہو جو دہ قوہ حج طور
پر ایک ایسا مسلمان ہے جس کے ایمان میں جان نہیں۔ جسے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی کچھ پروا نہیں۔ جو حساسیہ
آخرت سے بے نیا اور دنیاوی مشاقل میں ہم ہے۔ ایسے گستاخ اور بے غیرت مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ ہی
کو کیوں اس کا سکر ہو کر وہ اسلام ہی پر رہا ہے یا یہودیت اور نصرانیت پر۔

نشائے کلام یہ نہیں ہے کہ باوجود استطاعت لئے حج نہ کرنے والاخراج از اسلام ہوا۔ منتشر یہ تنبیہ کرنا ہے کہ حج
ایک نہایت عظیم اور اہم فرضیہ ہے۔ اس کی فرضیت کے احساس سے عاری یا لاپرواہونا اہل ایمان کی شان نہیں۔ مسلمان
اسی لاپرواہی کے عالم میں مرگیا وہ اللہ کی خاص زکاوۃ التفات سے محروم ہی رہے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔
ظاہر ہے بندوں کے مسلمان ہونے یا کافر ہونے میں اللہ کا کوئی نفع نقصان نہیں، یہ تو خود بندوں کے نفع نقصان کا معاملہ
ہے۔ جب بندہ ہی اپنے بارے میں اتنا بے فکر ہو گیا کہ دعویٰ تو اسلام کا اور حج کی استطاعت بھی اللہ کے فضل سے ملی
ہوئی تکریاد ایسی فرض کی طرف کوئی توجہ نہیں تو اللہ ہی کو یہ توجہ کیوں ہو کر وہ مسلمان رہا ہے یا کافر۔

خاص نمایک

ابھی ستبر ولیتہ میں بھلی کا چھنیم خاص نہ بشارع ہوا تھا وہاگر آپ نہیں دیکھا ہے تو اسے ب دیکھتے
یہ جہاں کوئی ناگوں نچسپیوں اور علم و خبر کی رعنائیوں سے بر بیز ہے وہیں اس میں مولانا مودودی یا کوئی کوئی عسلی
اعترضات کے سپر حاصل جوابات میں کئے گئے ہیں جن کے مطابع سے آپ انشاء اللہ عزیز عجلی فائدہ محسوس
کریں گے۔ منی آڑڈ سے پاسخ رکھنے پر یک پڑھاپ طلب کر سکتے ہیں۔
میجر تھاںی۔ دیوبند

شمس نوریہ عثمانی

کیا احمد مسلمان ہیں؟

ہو سکتے ہے۔ لیکن ایک دن ایسا آئے گا جب ان پر سخت اڑ دھام ہو گا۔

جب میں ایمان لایا تو رسول اللہ کے ساتھ چھپ آدمی تھے تنگستی و ناداری اس درجہ پر تھی کہ درخت کے پتوں پر گزر سیر تھا جس سے آنٹوں میں زخم پڑ جاتے تھے۔ مجھے ایک بار ایک چادر پڑی مل گئی تھی جس کو چاک کر کے میں نے اور سعد نے پہنچ دیا تھا۔ مگر ایک دن وہ بھی آیا جب تم میں سے ہر ایک شخص کسی نہ کسی شہر کا امیسے ہے۔

میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں کہ خدا کی نظر میں حضرت علیؑ نے کے باوجود میں اپنے آپ کو ٹھیک ہو گئے۔ اب نہت ختم ہو گئی ہے آخر آخر پادشاہ بہت فاقم ہو گئی اور تم عنق تیز ہمارے بعد خلافاء کے بجائے اعلاء کا تجزیہ کر رہے ہو گئے یہ

یہ آواز صحابی رسولؐ حضرت علیؑ بن غزوہ ان کی تھی۔ بظاہر وہ دوسروں کو مخاطب کر رہے تھے مگر دعائیت نے ثابت کیا کہ وہ حدیث اپنے مخاطب اول تھے جو حقائق ذہ دوسروں کے ساتھ رکھ رہے تھے ان کو وہ خود اپنے اندر ہی اتار رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب ان کے ساتھ پیش کش رکھی کہ بذرگاہ ابکے ملحوظ علاقوں کو قبول کر کے دہان کی گورنری کی

یہی کی جامع مسجد میں ایک انسان تقریر کر رہا تھا۔ تقریر میں الفاظ استعمال کردہ تھا مگر ان الفاظ میں اس کی ساری زندگی سرط آتی تھی اس لئے ان کی گفتگو سے مالیں کی پوری زندگی جاگ اٹھی تھی۔ یہ تھا الفاظ کا دادہ حسن جو آج ان کے اندر سے نکل چکا ہے۔

صاحبؑ۔ دنیا آتی جانی ہے۔ اس کا بڑا حصہ بہت چکا ہے۔ اب تھن آخڑی لوڈیں ٹیک تری ہیں۔ جیسے کسی برلن کا سارا پانی چینک دیا گیا ہو اور تھوڑتی دیتے کہ اس کے آخری قطرات میکتے رہ گئے ہوں۔ ہاں تم لفڑا اس جہاں سے ایک ایسی جملے جائے جانے والے ہو جس کو بھی زوال نہیں۔ تو پھر تم کیوں اچھے سے اچھے تھالف اپنے ساتھ نہیں لے جاتے ہو؟

مجھ سے بان کیا گیا ہے کہ اگر تپھر کا کوئی نکلا جنم کے کنارے سے نجی کو روٹھکا یا جائیے تو وہ ستر برس میں بھی اسکی گھرائی کو طہی نہیں کر سکتا۔ لگانہ اکی قسم اتم اس کو بھر دو رے کیا اس بات پر نہیں کوئی تعجب ہو رہا ہے؟۔ خدا کی قسم! مجھ سے کہا گیا ہے کہ حبیت کے دروازے اس قدر بے چوڑے ہوں گے کہ چالیس سال میں ان کی مسافت میں

۱۵ جنت کے دروازوں کی جوڑا تی پوریا جنم کی گھر ای۔ مسلمانوں میں ایسے بے شمار لوگ پہنچے بھی ہوئے ہیں اور آج بھی ہیں جو اس طرح کی احادیث پر تہہ دل سے اعتناد ہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں یہ بس یونہی روایتیں ہیں۔ بھلا چالیس سال اور متسلسل کی مسافت! کوئی بات بھی ہوئی؟!۔ ایسے لوگوں کو سوچتا چاہئے کہ سائنس کی دریافت کے مطابق روشنی کی رفتار فی سینکڑا ایک لاکھ فھیسا کی ہزار میل ہے اور پرشنی اس رفتار سے سلس سال بھر تک چلتی رہے تو اسے اصطلاحاً ”زوری سال“ کہا جاتا ہے۔ اس نتالیں تیاس رفتار کے باوجود بے شمار تاروں کا نامہ ہماری دنیا سے اتنا زیادہ ہے کہ ان کی روشنی ہنہم ہزاروں اور لاکھوں زوری سال میں پہنچی ہے کیا پھر بھی چالیس اور تر۔ یہ ہزاروں سالوں کی نسبت بھی ایسی مسافت ہوئی جو سمجھیں نہ آسکے جملکہ یہاں زوری سالوں کا ذکر نہیں بلکہ پیدل سفر دے سالوں کا بیان ہے؛ (تجنی)

سے یہ منتظر دیکھا گیا کہ ان کی روح ہی نہیں بلکہ جسم بھی آسمان کی طرف بلند ہو گیا ہے ۔ دیاں کے ایک شخص عامر بن طیش نے یہ منتظر دیکھا تھا اور اس مقتول وقت کے ایک زندہ فریضت عمر بن امیر پیری سے عامر بن نبیہرہ کی لاش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا ” یہ کون شخص ہے ؟ ” جواب ملا تھا ” عامر بن فہیرہ ”

اور عامر بن طفیل نے اس خون آزاد لاش پر عقیدت وحیت بھری نظرِ ذات ہوئے کہا تھا ” جس وقت جبار استمی نے ان کے جسم میں نیزد پیوسیت کیا تو ان کی آواز تھی کہ ” رب کعبہ کی قسم ! میری مراد برآئی ” اور ۔ پھر ان کی لاش کو میں نے آسمان کی طرف بلند ہوتے ہوئے دیکھا اور وہ پہنچ دیں آسمان کے دو یا ہفت معلق نظر آئے اور بھر ان کا جسم دوبارہ فرش خاک پر آیا ۔ قاتل نے مقتول کا یہ حال دیکھا تو اخترار دفترِ عبرت میں وہ خوبی اسی اسلام کا حلقو بیو شہو گیا جسکو حلقو بیو شی کے جرم میں اس نے این نبیہرہ کو شہید کیا تھا ”

کس قریب تھا وہ تعدن چو عبد او معبد کے درمیان تھا ۔ کہتی تیرتھی روح کی وہ اڑان ہو جسم خاکی کو بھی پہنچ دوڑ تک اپنے ساتھ اڑا لے گئی ۔

معروک ، احمد میں حضرت ابو سلمہ بن عبد اللہ سید تیریدی سے چیلنی پوکردا ہے ۔ زہر اندر ہی اندر کام کرتا رہا ہے پہاں تک کہ موت واقع ہو گئی تھیک اس وقت جب وہ دم توڑ رہے تھے ائمہ کے رسولؐ ان کے پاس تشریف لائے روح بدن سے نکلی اور سوئے نکل پرواہ کرنی اور جسم کی آنکھیں کھلی ہی تھیں ۔ ان آنکھوں کو رسولؐ ائمہ نے اپنے دست بمارک سے بند کرتے ہوئے فرمایا ۔

” انسان کی روت جس وفت اٹھنا فی جاتی ہے تو اس کی آنکھیں اس کو دیکھنے کے لئے کھلی رہ جاتی ہیں ”

آہا وہ آخری نظر ۔ جو انسان بھی بار اپنی حقیقت پر ڈالتا ہے ۔ اور کچھ کہ نہیں سکتا ۔ کچھ کہ نہیں سکتا ۔ لہ فُرٰت بَرَّتِ الْكَعْبَةِ

زندہ دار یاں سبھاں میں تو خوشی کے جائے ان کو خوفِ حسوس ہوا ۔ ان کو یاد کیا کہ ان سے پہلے کتنے ہیں لوگ اقتدار کی سند پر اسی حقیقت کو فراموش کرتے آئے ہیں کہ وہ حکمران نہیں فی الواقع حکوم ہیں ۔ خدا نہیں بلکہ خدا کے بیڑے ہیں ۔ وہ ایک مصلحتی چھاؤں میں عقلت کی بیند سو جانے کو انسان کی تباہی تصویر کرتے تھے ۔ انھیں خوفِ تھک کو اگر وہ خود بھی اس مصلحتی چھاؤں میں مشتمل نہیں تو غم سو گئے تو قیامت کی تزہرہ لگداز دھوپ ہی میں للن ای آنکھ کھل سکے اور بھرپور شہزادیوں پر بدمست سوئے والا خدا کے عرش کے ساتے میں ہرگز کوئی ٹھکانہ حاصل نہ کر سکے گا ۔ اور ۔ انھوں نے خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں معاشرت کر تے ہوئے گیا انصارے کی جامع مسجد والی اپنی تقریباً عالمی تربیت کو دیا تھا ۔ وہاں انھوں نے افاظ میں جو کچھ کہا تھا انہیں عمل تکی زبان میں اسم کو نہیں کمال دسرا یا ۔ مگر حب اُن کو حکم دیا گیا کہ انھیں بہرہ جان بصرے کی طرف اپنی ذمہ داریوں کا بوجھا ٹلانے کے لئے جانا ہی ہو گا تو بھراخوں نے ادمی تک بجا تے خود خدا سے بھی درخواست کی ۔

” میسیہ خدا ! ۔ مجھے بصرے بھیجا جا رہے ہے تو مجھے اپنی جنت کی طرف بلا لے ۔ مجھے تخت دیتا ج دیا جا رہا ہے مگر میں قبر کی خاک میں مل جانا چاہتا ہوں ۔ ” مجھے عکر ان دی جا رہی ہے مگر میں تیرا حکوم ۔ صشتی حکوم رہتے ہوئے اس دنیا نے فاتی سے جہاں باقی میں آنکھیں بیتاب ہوں ؟ ” اور ۔ خدا نے اپنے بندے کی درخواست کو تبیں کر لیا ۔ راہ میا دہ گھوڑے سے گے اور خدا کے دامنِ رحمت میں جا چھے ۔

لے آنی تھی مگر وہ تیرار قتے کے ان کی سوت ان کو آسمانوں پر وہیں پہنچا دے ۔ ایک ایسے ہی فلک پر وازا انسان کو رسک دیے ہیں عضو لے ستر تاریوں کی جماعت کے ساتھ بیر معونة کی طرف روانہ کیا تھا ۔ تیر عامر بن نبیہرہ تھے بیر معونة میں جب اُن کے ساتھ مہماں کے دوگوں نے غداری کی اور انھیں قتل کر دیا تو سر کی ٹھوٹ

ثابت کیا کہ یہ ہوت کی آرزو زندگی کا جذبہ پرداز تھی تو کہ کو شش فرار! — وہ اس جوش سے معکر کی آراہڑے کے تلوار کے ٹکڑے ہو گئے۔ اور اس کے بعد جب وہ خدا کے دشمنوں سے ٹکڑائے کا حوصلہ نکال چکے اور خدا کے لئے جان ثنا ری کا جذبہ اٹھا تو پھر خود ان کے ٹکڑے ہو گئے۔ چشم فلک نے دیکھا کہ وہ پھر اپنے "دوسروں" کے نام پر قتل بھی ہوتے اور حصم کا مشتعل بھی کیا گیا۔

یہ دیکھ کر حضرت سعد ابن ابی دفاص نے ہاتھ لئے ہوئے کہا "اے عبداللہ! تیری دعائی دعا سے بہتر تھی!" اور خوش قسمت تھے حضرت سعد ابن ابی دفاص بھی کہ اس حضرت میں انھوں نے اس دنیا میں ہاتھ لے۔

وہ بھی ووگ ہوں گے کہ جفیں اسی حضرت سے پہاں کے بجائے دہاں دوچار ہونا ہو گا۔ وہ حشر گاہ میں ہاتھ لئے رہ کر جفیں نے خدا کے دشمنوں نے خدا کا دوست سمجھکر ڈاکر کیا اور نہ خود انھوں نے خدا کے کسی دشمن کو اپنے خدا کا دشمن بھئے کی فرصت پائی۔ اور یہ فرصت اپنی اس دن تھی کہ جس سے زیادہ مصروف" دن کوئی نہیں۔ جہاں کسی کو کسی دوسرے کی طرف دیکھنے تک کی فرصت نہ ہو گی جہاں خوف دوست سے چھپی ہوئی انکھوں کا محروم صفت خود اپنی اسی حوالہ زار ہو گا۔

اُس دن کی حضرت سے بچنے کی تکمیل نہیں دالتی اور اسی دنیا میں اُس دنیا کی نکریں روئیں والے ایک آدمی حضرت ابو ہریرہ عصی تھے انھوں نے حدیث رسول کا ایک عظیم خزانہ ہر زار ہا احادیث کا خزانہ جمع کیا تھا اور اس مت کی بھولیں اس کوڑا لاختا۔ فاقہ کر کر کے انھوں نے روح کی پیاس بیکھائی تھی۔ چولھا تھنڈا اڑاں کا انھوں نے دلوں کو روشن کیا تھا اور دھوں کر ایمان سے گرمیا تھا۔ اور چونکا اخراج کے لئے بوقتی امریکہ میں آخری و آخرہ و حکیمیہ و بنیہ نہیں بلکہ امریقی مشتمل تھا۔ میتھی مکان یعنیہ جسیں آدمی اپنے بھائی اور ان باپ اور بری اور اولاد کے ہمارے گاہ بخوبی اپنے بھائیں ایسا گزارہ ہو کہ کسی اور طرف تبرکتی کی اسے مہلت نہ ہو گی۔

یکسے سوختہ سماں ہیں وہ لوگ جن کی آنکھ کھلی ہوئی آنکھ اس حقیقت کے لئے ستمبند ہی رہے اور همہی کے لئے آنکھ بند ہوئے والی ہی تو آنکھ ھٹھلے۔ قدموں میں پڑھ ہی بھائی دنیا ان کی تمامت تو جہات کو جذب کر لے گر سے بھی اوپھا آسمان ان کی نظر میں ان کی نہیں بلکہ محض ستاروں کی درور اُفادہ گزر گاہ ہو اور اس! — سُر "یہ نظر" حضرت ابو سلمہ کی تھی جو زندگی میں "حیم" کو دیکھتی رہی کہ وہ سیندگی کر رہا ہے کہ نہیں اور نزدیکی وسیع کو دیکھ رہی تھی کہ وہ کدر جا رہی ہے!

حضرت سعد ابن ابی دفاص نے کہا کہ غزہ بدر سے ایک دل پہلے میں نے اور حضرت عبداللہ بن جحش نے دعا مانگی تھی۔

"خذایا! کل حبیت سے نام یوادیں اور مرتک پیخاریوں میں تلاواروں سے تلاواروں کی اور ایمان سے کفر کی جگہ برقا ہو تو مسیکر مقابلہ پر ایسا دشمن بھیجا جو بہا در بھی ہو اور خصینا کی تھی۔ تاکہ اسے خرا! میں تسیکر اس خاص دشمن کو قتل کر داولہ اور عبداللہ کے الفاظ یہ تھے "میرے خرا! ججے ایسا مقابل عطا کر جو شجاع اور قہرآسود ہو۔ میں تیری راہ میں اس سے معکر کر رہا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ مجھے تیری راہ میں شہید کر دے۔ قتل کیا جاؤں اور پھر مسیکر تاک کاں کائے جاؤں۔ پھر میں تجھ سے ملاقات کروں تو تو مجھ سے رجھے عبداللہ! کس حیرم میں تسیکر تاک اور کان کاں دل شکھئے؟ اور میں بر ملا حواب دوں۔" ات خدا! تیکے لئے! تیرے رسول کے نام پر!

وہ دعا کر رہے تھے اور و فری شوق کی وہ کیفیات جوان کے چہرے پر رقصان تھیں میرا مرکز نگاہ بند ہوئی تھیں۔ میں رشک کر رہا تھا کہ دعا کے بعد وہ لیکن اور جذب دستی کے نقطہ عروج پر یوں پیکاراٹھے مد خدا یا! میں تیری قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری آرزو پوری ہو کر رہے گی۔ میں بڑوں کے تسلیک دشمنوں سے! اور "دوسروں" کی راہ میں حیم شہید بھی ہو گا اور ٹکڑے ٹکڑے بھی۔" میدان جھسادتے

کے نتیجہ میں کیا ہوتا ہے — ز پاہنا اور نہ سوچنا کہاں لے جانا ہے؟ اس کا جواب درود ہمارا ہے۔ غزوہ بدر میں حضرت ابو عذیف نے جب اپنے کافر باب عقبہ کو شپیر، امیر بن خلف اور راجہ بن کے ساتھ اس نتیجہ تکنے سے روچا رہتے دیکھا تو انجام کی درد ناکی سے ان کا چہرہ ادا اس ہو گیا۔ نہایت ادا اس حصہ افسوس ہے؟”

”خدک قسم بھی اس کے مثل ہو جانے کی کوئی صورت نہیں“ حضرت حذیفہ نے فرمایا ہاں۔ بھی تو حق بخی کی اس جیسا شخص دولت ایمان سے خوب نہ رہے گا۔ کون کہیں اس کو ذی عقل، پختہ کارا اور صاحب رائے سمجھتا تھا۔ لیکن جو ہبی حضور آپ نے یہ لیکن دلایا کہ شخص کفر کی موت مرتبے والا ہے تو بھی اس عذتو تک پر شدید انسوس ہوا۔

گویا۔ وہ جس کی قسمت میں آخرت کی آزادی ہوئے آخرت کی نکردہ ایسے انجام سے روچا رہا جس کو قبول کر دینا بحالت ہوش و حواس کسی انسان کے لئے ممکن نہیں۔ جو اس کو قبول کر رہا ہے وہ ذی عقل ہے بھی تو ہر کو ذی عقل نہیں۔ پختہ کا نہیں پاختہ کارے — صاحب رائے نہیں، اصحاب رائے سے خودم ہے۔ لیکن کیا یہی نقطہ نظر ہمارا بھی ہے۔ وہی جو ابو عذیف کا تھا؟ کیا ہم بھی فی الواقع اس بات پر پچے دل سے ایمان رکھتے ہیں کہ آخرت کا لگھاٹا مولے کر دنیا نے فنا تو دنی کا منافع کھانا کوئی دنیا نہیں۔ بلکہ پر لے سرے کی حادثہ ہے؟ — اور کیا یہیں بھی کبھی چشم کی سزاوں کا پیچونا نہ سووا کرتے ہوئے اپنے خود اپنے بارے میں عقائدی کی غلط رائے پر کوئی ”صلوٰۃ“ کبھی بھی ہوا ہے؟ — کیا... ہم مسلمان ہیں جس طرح پہلے مسلمان مسلمان تھے؟، حضرت ابو عذیف نے جس طرح سوچا تھا اس کی برکات یہاں میں ظاہر ہوئی۔ جب سلسلہ کذاب کے خلاف جہاد کرنے ہوئے انہوں نے خالی خون کی جائے نماز پر اپنے سارے وجہ کے ساتھ سجدہ جاوید کیا تھا۔ اور حضرت عکاشہ نے جس طرح بے حساب

سزورا ز کے لئے یہ سامان سمجھی ”دکم“ تھا اس لئے وہ جانکنی کے قریب پہنچ تو رسنے لگے۔ وہ نکر کے ساتھ اس دنیا سے اس دنیا کو دیکھ رہے تھے۔ مگر بھر بھی وہی دنیا انکی اپنی طرف لکھنے رہی تھی اور اس دنیا سے ان کا دل اچاٹ ہو رہا تھا۔ قصہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو قصہ یہی رہتا ہے۔ یاغ میں خزان ہی کیوں نہ بڑھ بھر بھی پرندے اگلے کواف سختی ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رو دینے والے ابوہریرہؓ کفر تو شویں کے باود جو ردیل سے جلد ”بہان“ پہنچ کے لئے بیتاب تھے۔

”میں اس دنیا کی دلغپیپوں پر نہیں رورہا ہوں!“ انہوں نے فرمایا۔ نکلے روتا ہے کہ سامان سفرخوار اپنے اور سفرلمبا۔ دوزخ ایک طرف ہے اور جنت دوسرا طرف۔ نہیں کہا جاسکتا میرا امرت کدھر ہے؟۔۔۔ بھرا انہوں نے ارشاد فرمایا۔ ”بجزاہ لے جانے میں جلدی کرنا: اگر میں صائم ہوں گا تو حذرستی خدا اپنے رب سے ملا تی ہر سکون گا اور اگر بد نصیب ہوں گا تو ایک بوجہ بیری گردن سے دو دو ہو گا۔“

اور۔۔۔ یہ ملاقات رب میں ”جلدی“ والا جذبہ۔۔۔ یہ دنیا سے آخرت کے سفر میں ”عجلت“ والی خواہشی ڈروں جو باطنی اور لازوال برکات چھپائے ہوئے ہے وہ اس شخص کی قسمت میں کہاں جو آخرت کی آزادی میں ایک قدم پیچے رہ جائے۔۔۔ چاہئے سے پہلے سوچنے والا دنیا نہ جا سکا جو صرف سچا ہنا جانتا تھا!۔۔۔ ایسے ہی ایک شخص کا نام عکاشہ تباہیا۔۔۔ حب انہوں نے حضور کو فرماتے سکا۔۔۔ ”ستر ہزار آدمی بغیر حساب بخشدینے جائیں گے،“ تو چھوٹتے ہی عکاشہ پکارا۔۔۔ ”یا رسول اللہ، میں؟ کیا میں بھی؟“

”تم میں ان میں ہو!“ خدا کے اشارے پر انہوں کو حکمت دینے والے نے فرمایا۔

۔۔۔ دیکھ کوئی دوسرا کی فرمائش۔۔۔ التجاہنا فی ذی کہ یہی ان کی آزادی ہے۔۔۔ مگر اب ”وہ وقت“ گزر چکا تھا جو پہلی آزادی کے لئے ہی خاص تھا۔۔۔ آخرت کی چاہت ہی چاہت کے لئے تھا۔۔۔ فرمایا گیا۔۔۔ عکاشہ تم سب پر بحیثیت لے گئے۔۔۔ اور ملاقات رب کے متعلق سوچنے تک سے انکا

مسجد سے میخار لئتک

یہ بتائی کی ضرورت نہیں کہ ملا این العرب بھی کے شپاروں کو تھوڑے تھوڑے وقفے سے کافی یا رضاختا بھی لطف سے خالی نہیں، ان میں بسم کی چاندنی اور طنز کی تخفیں بھی نہیں افادیت بھی ہے، ملا فقط طنز برائے طنز اور مزاح برائے مزاح پس نہیں کرتا، وہ کسی نہ کسی اخلاقی معقصد پر بھی آپ کی توجہ منقطع نہ گاتا ہے۔ حصہ اول ۵/۲۵

حصہ دوم ۶/۲۵

رحمۃ اللہ علیہ لمین

حضرت مولانا کی سیرت پر قاضی محمد سلیمان منصور پوری یا یہ مشہور زمانہ کتاب معركة الاراء بھی کئی ہے۔ تحقیقی مستند اور لا جواب مصایب سے مالا مال۔ تین جلد و میں مکمل۔ قیمت پچیس روپے ۲۵/-

معارف الحدیث

مولانا منتظر نعیانی کی مشہور تالیف، منتخب احادیث بھی اردو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ۔

حصہ اول مجلہ ۶/۲۵
حصہ دوم " ۶/-
حصہ ثالث " ۸/۲۵
حصہ چہارم " ۹/۵۰
حصہ پنجم " ۹/۲۵

الانتباہات المغیدہ

مولانا اشرف علیؒ کے خامہ زرنگار سے بعض لیے شہبادت داعتر اضات کے جوابات جو نئے در کی پیداوار ہیں۔ قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے ۱/۲۵

مکتبہ تخلی دل پر بسند۔ یونیورسٹی

داخلہ فردوس کو چاہا تھا اس کی بركات طلب ہوتا تھی مدعا نبوت کے خلاف جہاد میں یوں ظاہر ہوئیں کہ سارا بسم شہادت کے تیرہ ستارے سے حلقانی اور خون آلو دیر اہن لئے ہوتے وہ اپنے خدا کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن قبیلے نے یوں سوچا ہے یوں چاہا اسکا نام حنگ بدر میں یوں ہوا کہ وہ سب لوگ عقیبہ و شبیہ اور الجہل کی موت مارے گئے اور خدا کے رسول نے ان کے مدفن پر یہ صدابند فرمائی۔

”اے عقیبہ۔ شبیہ۔ الجہل!“

تم نے اپنے ساتھ اپنے رب کا وعدہ حق پایا
بتاؤ کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ حق پایا
اور فرمایا کیا کہ اگر یہ لوگ بہ آواز یوں سکتے تو ان کا حسرہ تناک جواب ہی ہوتا کہ ”ہاں۔ ہم نے بھی اپنے ساتھ اپنے رب کا وعدہ حق پایا۔“

سامان مطالعہ

فتحور الغیر

شاہ عبدالقدیر جیلانیؒ کے درہ فرمودات جن کا مطالعہ دل و دماغ کو سنبور کرتا ہے۔ حقائق داسرا صفر موز و معارف عالم فہم زبان میں۔ مجلد سارہ تھیں رد پے ۳/۵۰

تقدير کیا ہے؟

تقدير کے نازک اور بحدودہ سلسلہ پر مولانا اشرف علیؒ کی تشفی بخش اور ایمان افرز کتاب جلد ۳/۵۰

تلash راہ حق

خطوط کی زبان میں ایک روڈاڈ، مولانا سید سلیمان ندویؒ مولانا اشرف علیؒ نعیانیؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا منتظر نعیانیؒ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، میان طفیل احمد، چودھری علی احمد۔ قیمت دو روپیہ پچاس پیسے ۲/۵۰

عربی والہل اور عربی سیکھنے والوں کیلئے ایک جوابت

القاموس الجدید

جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

دارالعلوم دیوبند کے استاد ادب مولانا حیدر الزمال کی اٹو کی وہ تقبیل اور فیض لغت، جو اپنا جواب آپ ہے عربی سے اردو روپے (محلہ پلاسٹک کور) اردو سے عربی:- بارہ روپے پچاس پیسے (محلہ پلاسٹک کور)

اصلاح الرسوم

مسلمانوں میں جو فضول رہنے والا روحانی ہیں ان کی ترقیہ و نہ مردست میں مولانا اشرف علیؒ کی مشہور کتاب -

قیمت سب سے ایک روپی پچھتر پیسے ۱/۲۵

الغزالی

امام غزالیؒ پر علامہ شبیل نعائی کی شہرہ آفان کتاب
قیمت سب سے چار روپے ۲/-

وین الہی اور اس کا پس منظر

اگری درد کے مذہبی اور سیاسی فتنوں کا انکار انگیزیہ
جانبزہ جو بیش بہا معلومات کا تجھیسہ ہے محدث۔ (ر)

تذکرۃ المشائخ

تیسرا مشائخ کا روح افزائذ کرہ ۵/۵.

کشکول یا طن

مختلف ایمان افراد اور سین آمیر مصطفیٰ کی مکمل سنت
ہر روز حصہ مکمل کیجا جلد سب چار روپے ۲/-
مشائخ کاظم - کلیم احمد اکبر آبادی کا مجموعہ کلام ۲/-
کشکول مجذوب یعنی کلام مجذوب ۵/-

مصیح اللغات عربی سے اردو

ایک عظیم اشان لغت

یہ مشہور و معروف لغت اب جدید اضافوں کے ساتھ
آنندیث پرچم کر آگئی ہے جوہ کاغذ درشن لکھائی چھپائی
مضبوط جلد - قیمت تیس روپے ۲۳/-

حجۃ الاسلام ممکن

تصنیف مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تشریع و تہذیل کے ساتھ صلوات ذرکوہ جیسے فرائض اور اہم
ترین اسلامی عقائد کی حکمتیں، مصلحتیں اور توجیہیں، صحیب
کتاب ہے - قیمت ساری ہے تین روپے ۲/۵

امتحان الاسلام

یہ بھی مولانا محمد قاسم صاحب کی تصنیف ہے - یہ وہ
مشہور کتاب ہے جوہیت سے ایک مسائل و عقاید پر عجیب
و لشکنیں مواد پیش کری ہے - کلام مذکون کا تجھیسہ چونکہ مولانا غفار
کی زبان بیشکل ہوتی تھی اس لئے کتاب تشریع و تہذیل کے ساتھ
چھاپی گئی ہے - اعلیٰ ایڈیشن قیمت جلد ۳/۲۵

مکتوبات خواجہ محمد موصوم تہذیب

معارف و اسرار، ہدایات و نصائح اور نکات و نصیحت
سے سبزیز خطوط اردو لباس میں - مطالعہ کی
بہترین چیز - جلد ۶/۵.

تفسیر سورہ نور

ائز، مولانا مودودی - اس شاہکا تفسیر میں
امم و القیاء کے بہترین اجتہادات جمع کرنے والوں کے اضخم کیا
گیا ہے کہ قرآن و سنت کے اصول سے فروعات کا استنباط
کیونکہ یہ تو ہتا ہے - اسلامی اخلاق کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل سورہ
نور کی یہ تفسیر ضرور ملاحظہ فرمائیے - قیمت ۵/-

دور حاضر کا چیلنج اور اسلام

لڑن کا چیلنج اور اسلام

مذاکار موسوعی

۲۰۰

انسانیکلو پیڈ یا آف اسلام، ڈاکٹر طنکر پروفیسر سیاسیات و معاشیات لندن یونیورسٹی، پروفیسر بنگلہ ہم اسکول آف اور نیشنل اینڈ یونیورسٹیک اشٹرنز لندن یونیورسٹی، گرلن وہیل نیشنل اشین ریسرچ اپٹی ٹیبوٹ، مسٹر ایمیٹر ڈنکن مڈل ایسٹ آر کامپریز پروفیسر جوہری اور ڈاکٹر ٹیمیل صدر رجیٹھہ تقابل ڈیکپ بنگلہ یونیورسٹی وغیرہ تشریعیت لائسنس تھے۔ برطانوی صحافت کے اہم نمائندوں میں سے گارڈن، ڈیلی مزہ ڈیلی ٹیلیگراف اور یونگ نیوز، بی بی سی دلندن وہیل ہم، دیڑن نیوز ٹی وی اور آہم پاکستانی اخبارات میں سے ڈان، نوائے وقت، ار زنگ نیوز اور حریت وغیرہ کے نمائندے، نیز انگلستان سے شائع ہونے والے تقریباً تمام اور دو اخبارات و رسانی کے نمائندے شریک تھے۔ ان کے ملاوہ انگلستان میں قیم تام اسلامی مالک کے نایاب صحاب بھی وہاں موجود تھے جس کی وجہ سے یہ ایک اہم

مسلمان انگلستان نے اتوار ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو بولنا مستبد ابوالاعلیٰ مودودی صاحبؑ کے اعزاز میں ہو ٹھل پہنچ لندن میں ایک استقبالیہ انگلستان میں قیم مسلمانوں کی ایک استقبالیہ کی طرف سے منعقد کیا گیا تھا۔ اس کیٹھی میں پاکستان کے علاوہ ترکی، عراق، لیبیا، شام، ولیمپٹ اٹلیز، قبص، سیلیون، ملائیشا، مصر، تائجیریا، مارشیس، طرینی ڈاد اور خود انگلستان کے مسلمانوں کے نایاب صحاب شامل تھے۔ یہ استقبالیہ ہو ٹھل پہنچ کے دالان فیٹ (BANQUET HALL) میں منعقد ہوا۔ سوتین سو چہار ان میں شریک ہوئے۔ شرکاء میں اردون، سودان اور میں کے سفر، سعودی عرب کے کوسلہ، طرینی ڈاد کے فرست مکر طری، انڈوفیشیا کے فرست اور سیکنڈ سیکرٹری اور دوسرے سفارتی نمائندے شامل تھے۔ مستشرقین اور ہرگز نیلمی میں سے پروفیسر برناڑ لیوس ایڈیسٹر

چار سو سچیلے نظر آتے ہیں۔ ذہنی افقت پر تشویش و اعتذار کی روشن رخصت ہوتی ہے اور دینی محیت اور خدا عناد میں اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ پرانگندگی تکمیر اور تزویدگی دماغ کے تانے پانے ٹوٹ چھوٹ جاتے ہیں اور اسلام کی خاص اور بے آئیں تعلیمات عقلی تفاضلوں اور عصرِ جدید کے مطابقوں کا مزروع جواب۔ بنا کر پیش کی جاتی ہیں۔ اسلام اب تحض پر جایا ہے یا مردم عبادات کا ہمارے نہیں ہے بلکہ یہ بنی نور انسان کے لئے ایک انتقالی انجمن ہے۔ پروگرام ہے۔ یہ اخلاقی ارتقاء اور اجتماعی ظیم کے لئے ایک الہامی نظام فکر ہے۔ یہ ایک ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے جو فقط انسانی کے عین مطابق ہے۔ یہ انسان کی شخصیت کو ایک متعین ساختے ہیں طھالتا ہے۔ زندگی کی گذر کا ہوں میں اس کی حفاظت کرتا ہے اور ایک پاکیزہ اور پُر و فائز زندگی بسر کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔

یہ انقلاعی تحریک بُرا ہی اور باطل کو ہر حاذپر لکارتی اور پیش دیتی ہے اور انسانیت کو ایک نظام نو کی تغیری کے لئے دعوت اور بیعام دیتی ہے۔ یہ ایک عمومی دعوت ہے جو پوری نور انسانی کو خطاب کرتی ہے۔ تاہم اس دعوت کا آغاز اور اس کا رد عمل چونکہ اسلامی دنیا میں ہوا ہے۔ اسلئے قدرتی طور پر عالم اسلامی اسلامی تحریک کا اولین میدان کارزار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسلامی دنیا کے بعض حصوں میں حالات کی رفتار طیباً نخشند ہو لیکن اس عالمگیر تحریک کا وجود میں آجانا، عزائم و توقعات کا سینیوں میں بیدار ہے جا اور اس را ہیں گران قدر قریب انیوں کا پیش کیا جانا، یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ ایک نیا دو شروع ہو چکا ہے۔

آج کی شام خاص طور پر اپنے اس اضافی قریب پر سماں یہ نگاہ بازگشت ایک قدرتی امر ہے جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو اس تحریک اچانے دین کا ایک خوبصوری علمبردار ہونے کا خوشحال ہے۔ آپ نے اسلامی انکار و نظریات کے ذخائر میں نہیاں اور قابلِ روشن اضافہ کیا ہے۔ آپ نے نشانہ و تجدید کی طاقتیں کو اصلاح اخلاق اور سماجی تغیری نو کی ایک ثابت تحریک کی راہ پر

میں الاقوامی اجتماع بن گیا تھا۔ پروگرام کے مطابق تھیک ساری چھبیس کارروائی شروع ہوئی۔ چائے نوشی کے بعد میسا کے فوجان سلطنت عاشورہ میں نے تلاوت قرآن پاک کی۔ پھر متعدد عرب جمہوریہ کے ڈاکٹر صلاح شاہین پر فیصلہ مکمل ہوئی۔ یورپی نے استقبالیہ کی طرف سے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ خطبہ انگریزی ازبان میں تھا۔ پھر مولانا محترم نے اس کا جواب اردو میں دیا۔ اور پروفیسر خورشید احمد صاحب نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ اس پروگرام کے بعد معززین نے مولانا سے ملاقات کی۔ یہ سلسلہ نو بجے تک چلتا رہا۔ ذیل میں اس خطبے اور اس کے جواب کو درج کیا جا رہا ہے۔

خطبہ استقبالیہ

برادر محترم!

آج کی شام ہم انتہائی جذبات سرت کے ساتھ آپ کو خوشامدیار کہہ رہے ہیں۔ ہم اللہ قادر مطاقت کے شکر گزار ہیں کہ اس نے دو طریقے نازک آپریشنوں کے بعد آپ کی صحت کو تیزی سے بحال فرایا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و قوت و افراہ عطا فرمائے تاکہ آپ اعلاء کلمۃ اللہ کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

آپ کا ہمارے درمیان اس ساعت موجود ہونا ہم سب کے لئے ایک عظیم سعادت ہے۔ چشمِ تصویر کے سامنے نصف صدی سے زائد کے مناظرِ گھوم رہے ہیں۔ اس وقت نظر یا تیضھا عمال اور سیاسی اختلال کے باعث ہمارے بیل و نہار کتنے تیرہ و تار تھے؟ وہ تمام مثالی اقتدار و مطابع جن کے لئے امتِ مسلمہ پنی پوری تاریخ میں سینہ پس رہی، وہ انحطاط کا شکار ہوتے نظر آرہے تھے۔

لیکن اس کے بعد حالات پلٹا کھاتے ہیں۔ تجدید و احیا اسلام کی تحریکِ اٹھتی اور برپا ہوتی ہے اور حیاتِ نو کے آثار

میں ناکام ہے۔ بلکہ اس کے بر عکس قوموں کی سطح پر بھی اور افتاد کے مابین بھی امیر و غریب کا فاصلہ پڑھتا جا رہا ہے۔ غالباً زندگی مائل باقشار ہے۔ تقویٰ اور اسابر ذمہ داری کی جگہ اباحت اور تعیش پرستی لے رہی ہے۔ تشدد اور جرم و فساد اپنے عروج پر ہے۔ انتہا پسندی کا دور دورہ ہے۔ علاقت میں کشیدگی، پچقلش اور اوریش میں سے حد اضافہ ہو جکاتے ہے۔ ووٹ کی پرچی کی جگہ بندوق کی گولی لینے کی کوشش کر رہی ہے۔

السان نے جس سوسائٹی کو خدمتمند یا ہے اس میں وہ جبیں بن کر وہ گیا ہے۔ وہ جس کتبے میں پیدا ہوا تھا اس سے کٹ چکا ہے۔ اپنی مادر علمی، اپنے کار و باری حلقے، غرض یہ کہ اپنے جس باخیل اور دنیا میں وہ پروان چڑھا تھا اس سے اس کارثتہ کلیدیہ "منقطع ہو جکا ہے۔ وہ ایک ہجوم میں تنہا بلکہ اپنے ہمراں میں بیکانہ بن گیا ہے۔ اگر ٹھیک نہ ہو جی کے اعتبار سے پوری دنیا کی طبا بیں ٹھیک نہیں ہیں بلکہ انسان ابھی تک قومیت، وطنیت اور انسانیت کے بیوں کا پچاری ہے۔ امن و امان ناپید اور عدل والہاں ایک سراب ہے۔ انسان اپنے بنائے ہوئے تناقضات و تلفادات کا صیدر بیوں بن چکا ہے۔ وہ ایک طرف فتحمندی مگر دوسری طرف دہشت ایک طرف کامرانی مگر دوسری طرف اذیت کے چنگل میں ہے۔

سوال یہ ہے، کیا اس موقع آفت اور سیلاہ بلا کو کسی طرح طالا جاسکتا ہے؟ کیا انسان اپنے اس تیار گردہ نفس سے رہا ہی پاسکتا ہے جیسا وہ اپنی جبلی نیک طینتی کو دوبارہ حاصل کر سکتا ہے اور از سر نو ایک شریفانہ و عادلانہ معاشرے کی تعمیر کر سکتا ہے۔

ہمارے عزیز بھائی!

ہم اوج کی شام جب اپنے خیالات کا مخاطب آپ کو بنارے ہیں تو ہمارے ذہن میں آپ کو وہ عظیم اثنان خدمات تازہ ہو رہی ہیں جو آپ نے عالم اسلام کی فکر و نظر کی بیداری کے ضمن میں انجام دی ہیں اور ہم

ڈال دیا ہے۔ آپ نے جملہ موانع، طویل قید و بند، حصی کہنے والے موت کا سامنا عدیم النظر جرأت اور عظیم ضبط و تحمل سے کیا ہے۔ آپ نے راہ حق سر کامزن ہونے والوں کے لئے ایک تابناک اور درختان شعل روشن کر دی ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی عنایت ہے اور اُسی کی ذات حمد و شنا کے لائق ہے۔

لیکن اس تاریک ماضی سے خلاصی کا یہ طلب ہرگز نہیں ہے کہ ہمارے حال کی تجویں ہیں کسی طرح کی واقع ہو جی ہے یا مستقبل کی مشکلات آسان ہو جی ہیں۔ ہمیں نہایت نگین حالت سے سابقہ دریش ہے۔ یہاں سے تاریخ انسانی ایک نیا موڑ مڑے گی یا پھر انسانیت کے تحفظ و بازیابی کے ساتھ آنکھاتا کا خاتمہ ہو جائے گا۔

انسان آج اپنی فتوحات کے اوچ کمال پر ہے۔ وہ زمان و مکان کی حدود کو پامال کرنا لظر آتا ہے۔ تو اُن فطرت کی شخیر ہیں اسے بے حد و حساب کامیابی ہو رہی ہے۔ مادی تکاثر و ترقہ کا ایک عالم اس کی وسیطہ میں ہے۔ طب و عالم کے فن میں اتنی ترقی ہو جکی ہے گویا کہ عرض و الم کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ اقتصادی ارتقا کا یہ حال ہے کہ اگر انسان چاہے تغیرت و نوادر کا استیصال ہو سکتا ہے۔ خلابیانی کا عالم و فن چاند پر گند پھینک رہا ہے۔

بلاشہ بہ یہ بڑے کارناٹے ہیں لیکن اس سے انسان کی انسانیت دادمیریت میں کوئی ترقی و اصلاح نہیں ہوتی۔ طاقت میں اضافے سے دانش و میش، نیکی او بھلائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ باہر کی کافی اساختائی نفس کو مفترح و مغلوب نہیں کر سکا۔ لہذا یہ امر باعث تعجب نہیں ہے کہ اس کامیابی کی ساعت میں خود انسان ہی غنیم ترین خطرے کی زد میں ہے۔ یہ اپنے بنائے ہوئے آلاتِ ستمجھ کے رحم و کرم پر ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بہتر و برتاؤ ممکن اور اس کے پاس نہیں ہے۔ ذرا اُج و سائل پر اُسے قابو حاصل ہے مگر مقاصد و اقدار کا رشتہ اس کے یادھمیں نہیں ہے۔ ماذی ثروت افلاس و استعمال کو حکم کرنے

متقلن کبھی یہ غلط فہمی نہیں ہوتی کہ میں نے کوئی بڑا کام زاندرا انجام دیا ہے۔ فی الواقع یہ میرے مختص بھائیوں کی اسلام سے محبت ہے جس کی بناء پر وہ کسی آدمی کو اسلام کی تھوڑی بہت خدمت بھی کرتے دیکھتے ہیں تو اس کی حیثیت سے زیادہ اس کی قدر افزائی کرتے ہیں۔ ان کے اس مخلصانہ جذبے کو دیکھ کر یہ موقع بندھنی ہے کہ اجیاے اسلام کی تحریک کو جن ناموافق حالات میں نسل کے پیشو و آگے پڑھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اشارہ اللہ آمنہ نسل اس سے بہت زیادہ خدمات انجام دے گی اور اشارہ اللہ اس تحریک کا مستقبل روشن ہو گا۔

حضرات مجلس استقبالیہ کے اس خطبے میں تھے

پچاس سال اور اس سے پہلے کے جن حالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ درحقیقت کچھ غیر متوقع حالات نہ تھے مسلمانوں کو انسیوں صدی میں جو ہے درپے زکین پنجی تھیں انکی بیلت اچانک انہوں نے اپنے آپ کو اس حالت میں پایا کہ مشرق سے لیکر مغرب تک وہ اہل مغرب کے غلبے اور استیلام سے مغلوب ہو چکے تھے۔ فطری طور پر اس کا پہلا رد عمل وہی کچھ ہونا تھا جو ہوا جس کا ذکر آپ اپنے اس خطبے استقبالیہ میں کیا ہے۔ اُن کو یک ایک تدبیت سے سابقہیں آیا تھا جو صرف اپنے فلسفہ اور سائنس ہی کوئے کرنے ہیں آئی تھی تھن اپنے اخلاقی تہذیبی اور معاشی نظام کو لے کر بھی نہیں آئی تھی بلکہ ان سب چیزوں کی پشت پر توپ اور بندوق بھی تھی اور ان کی پشت پر سیاسی اقتدار بھی تھا جس سے مسلمان خود اپنے گھر میں علام بن کر رہ گئے تھے۔ اس نوعیت کے غالباً قابو فلسفہ زندگی سے جب یکاکیں ان کو سابقہیں آیا تو انہوں نے اس کے آگے تھیمارا ڈال دیے۔ انہوں نے اپنی تکشیت خوردگی کے ساتھ اس کی بالاتری کو تسلیم کر لیا۔ ان کے اندر یہ جرأت باقی ہی نہ رہی کہ اس کو تفہیدی نظر سے دیکھتے۔ وہ صرف جسم ہی کے اعتبار سے نہیں عقل و فکر اور روح کے اعتبار سے بھی مفتوج ہو کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے سچا کہ فارج کے نظریات و افکار تو ہر غلطی سے بہرائیں۔ غلطی کا امکان

آپ کی تیادت اور پہنمائی کے منتظر ہیں۔ ہماری دعا اور تمنا ہے کہ موجودہ مخصوص سے نکلنے کی راہ انتشار اللہ موجود ہے۔

ہم اپنے ساتھ یہ شام گذار نے پر آپ کے دوبارہ شکر گزار ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اسلام اور انسانیت کی خدمت بجالانے کی بیش از بیش طاقت وہمتوں عطا فرمائے۔

جواب

حروشنا کے بعد۔ جناب صدر ارکان مجلس استقبالیہ اور عزیز حاضرین!

مردے پتے میں اس بات پر معذرت حاصلتا ہے کہ بیٹھ کر آپ سے خطاب کر رہا ہوں۔ جیسا کہ آپ کی خطبہ استقبالیہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ کھلے ماہ تبر اور آنٹو بریں کھے دو بڑے آپریشنوں سے کمزور نایا رہا ہے اور ابھی میں تنا کروڑ ہوں کہ ہن منظم سے زیادہ کھڑا نہیں رہ سکتا اور مسلم زیادہ دیریا کب بول بھی نہیں سکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں پہلی مرتبہ انگلستان آیا بھی تو بیماری کی حالت میں آیا۔ انگلستان کے دوسرے مقامات پر جانا تو درکنار مجھے خود لندن بھی اچھی طرح دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ نیماں بڑے بڑے ادارات میں جاسکا نیماں کے ہل علم سے مل سکا اور نہ اپنے بھائیوں کی اس خواہش کو پورا کر سکا کہ آپ کے اجتماعات میں شرکیں ہوں۔ میں مجلس استقبالیہ کا بڑا شکر گزار ہوں کہ اس نے یہ تقریبے نعمود کی جس کی وجہ سے آج کم از کم مجھے آپ حضرات سے ملنے اور تھوڑی بہت اپنی بات نہیں کا موقع گیا۔

مجلس استقبالیہ کا یہ اس بناء پر بھی بہت شکر گزار ہوں کہ اس نے تحریک اجیائے اسلام کے سلسلے میں یہ سری ناچیز خدمات کی قدر افزائی خود ان خدمات سے بہت زیادہ کی ہے۔ درحقیقت میرے لئے بڑے سے بڑا خوبیں بھی کافی ہے کہ میں اللہ کے دین کا ایک ادنی خادم ہوں۔ مجھے اپنے

پر قبضہ کر کے کروڑوں انسانوں کو اپنا غلام بنایا تھا۔ اور بعض علاقوں میں قیم باشندوں کو قریب ترین بالکل فن کر دیا تھا۔ ان کے اپنے مذہب میں چونکہ جہاد نہ تھا اور وہ جہاد کے بغیر دنیا میں رہ بھی نہ سکتے تھے۔ اس لئے جب انہوں نے جہاد کیا تو ان کے پاس جنگ کے لئے کوئی اخلاقی ضابطہ موجود نہ تھا۔ کوئی خدا تعالیٰ ہدایت نہ تھی جوان کو جنگ کی تہذیب سے آشنا کرتی بلکہ انہوں نے خود اپنے جنگ کے طریقے اپنی خواہشات اور اغراض کے مطابق وضع کر لئے تھے۔ اس وجہ سے جب انہوں نے جہاد کیا تو بعض براعظموں میں پوری پوری رسولوں کو شادیا اور مفتوجوں پر ظلم و تم کی انتہا کر دی۔ ان چیزوں پر نگاہ کرنے کے بجائے ہمارے یہاں کے اپنے علم اور اپنے قلم نے سمرے سے اس بات کا انکار ہی کر دیا کہ یہاں کے یہاں جہاد نامی بھی کوئی چیز ہے اور معترضین کو یہ نہ بتایا کہ اسلامی تعلیم کی بریکت سے مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں جنگ کے اندر بھی وہ وحشیانہ حرکتیں نہیں کیں جو اپنے مغربی کی تھیں اور آج تک کر رہے ہیں نہ مفتوح قوموں کے ساتھ بھی وہ برتاؤ کیا جو اپنے مغرب نے کیا ہے۔ اس کے بعد مسلمان معدودت خواہوں نے گویا معترضین سے یہ کہا کہ جہاد کرنا بس آپ ہی کا حق ہے۔ ہم اس کا حق نہیں رکھتے۔

اسی طرح جب اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض ہوا تو ہمارے یہاں کے اپنے علم اور اپنے قلم نے فوراً اس بات کا انکار کر دیا کہ اسلام میں غلامی کا بھی کوئی قانون ہے اور اس کے لئے کچھ ضوابط اور قواعد مقرر کئے گئے ہیں۔ ان پر یہ اعتراض سننکر کچھ ایسی ہبڑا ہٹ اور خوف زدگی طاری ہو گئی کہ وہ اس معاملے میں خود معترضین کے طرزِ عمل کا جائزہ لے کر دیکھ ہی نہ سکے معترض وہ لوگ تھے جن کے اپنے دین میں غلامی کے متعلق کوئی ہدایت موجود نہ تھی جس سے ان کو یہ معلوم ہوتا کہ انسان کو غلام کس حالت میں بنایا جاسکتا ہے اور کس حالت میں نہیں بنایا جاسکتا اور غلام

اگر ہے تلفتوح کے نظریات و افکار میں ہے۔ تہذیب الراجح ہے تو فاتح کی تہذیب ہے۔ بدلتے کے قابل صرف مفتتوح کی تہذیب ہے، جسے فاتح کی تہذیب کے معیار پر دھالا جانا چاہیے۔ علم اور تحقیق کے نام سے فاتح جو کچھ لا رہا ہے وہ ٹوپیاں حقائق میں ہیں جن میں کسی لفظ کا امکان نہیں۔ ترمیم کے قابل صرف مفتتوح کے عقائد میں جو اس علم و تحقیق سے مطابقت نہ رکھتے ہوں فاتح کا ہر اعتراض جو وہ مفتتوح کے ذہب میں رکھتے ہوں پر کرے جائے خود بالکل بجا ہے۔ مفتتوح اگر اپنی عزت پچاننا چاہتا ہے تو اسے اپنی ہر مسیحیت کا انکار کر دینا چاہیے جس پر فاتح نے انشت نمائی کی ہو۔ جنگ کے میدان میں شکست کھانے اور ساست کے میدان میں مغلوب ہو جانے کے بعد یہ قدرتی رد عمل تھا جس کے زیر اثر انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے دوسرے اول میں مسلمانوں کے اپنے علم اور اپنے تنہم سے مغربی فلسفے کو حق مان کر اسلامی عقائد میں ترمیم کرنی شروع کی۔ مغربی تہذیب کو بجاو درست سمجھا کر اسلامی تہذیب کی شکل بگاڑنے اور اس کے اندر نہیں ہوند لگانے کا سلسہ جاری کیا اور اسلام پر اپنے مغرب تھے اعتراضات کو ورنی سمجھ کر ان کے جواب میں معدودت خواہانہ اندراختیار کر دیا۔ بجاوے اس کے کہ وہ اُن اعتراضات کی حقیقت پر نگاہ ڈالنے اور تحقیق کرنے کو وہ کہاں تک صحیح اور کہاں تک غلط ہیں۔ ان پر یہاں کا یہ اُن اعتراضات کا رہ عمل یہ ہو اکہ انہوں نے ہر اُس چیز سے انکار شروع کر دیا جس کی نشاندہی معترضین کی طرف سے کی گئی تھی خواہ وہ درحقیقت ہماری شریعت میں موجود ہوا اور خود معترضین اس کو اپنی نادانی سے غلط سمجھ بیٹھتے ہوں۔

مثل معترضین کی طرف سے جب اسلام کے جہاد پر اعتراض کیا گیا تو مغلوب اور مرجوب ذہن یہ نہ دیکھ سکے کہ یہ اعتراضات کن کی طرف سے آ رہے ہیں معترضین وہ لوگ تھے جنہوں نے خدا کی، افریقی، امریکی و راشٹریلیا میں ہر طرف جارحانہ جہاد کیا تھا۔ پورے پورے براعظموں

اماً بنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

اسی طرح جب ہمارے تعداد ازدواج پر اہل مغرب کی طرف سے اعتراض کیا گیا تو ہمارے یہاں کے اہل علم اور اہل تعلم اس پیشمندہ ہبڑ کر طرح طرح کی معذرتیں پیش کرنے لگے اور انھوں نے آنکھیں ٹکوں کریے نہ دیکھا کہ یہ زوجی (MONGAM) کو قانون قرار دے کر اہل مغرب سے ایک بہت بڑی نادانی کا انتکاب کیا ہے جس کا بدترین خیال از وہ آج بھلت رہے ہیں۔ اس کی بدولت ان کے یہاں غیر قانونی تعداد ازدواج نے رواج پایا جو کسی ضابطے کا مابن نہیں اور جس کے ساتھ کسی ذمۃ داری کا باز نہیں۔ اسی کی بدولت ان پر کثرت طلاق کی وبا مسلط ہوئی جو روز بروز طبقتی چلی جا رہی ہے۔ اسی کی بدولت انکے یہاں ناجائز بچوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ خاندانی نظام درہم برہم ہڈر رہا ہے۔ بر باد شدہ ھروں (BROKEN Homes) کے کچھ ایک پریشان گم مسئلہ بن گئے ہیں اور کسی کے جرام روز افسزوں ترقی پر ہیں۔ ان ساری چیزوں کو پیش کر کے معتبر نہیں کو شرم دلاتے کے بجائے ہم خود اپنے قانون تعدد ازدواج پر مشتمل ہے اور اس میں ترمیم کرنے پر تمل گئے۔

وہ ایک دور تھا جو قدرتی اسبابے ہمارے اوپر آیا تھا الگ رچہ وہ ابھی تک بالکل ختم نہیں ہوا ہے لیکن ہر حال اس کو گذرنا تھا، لگز نا ہے اور لازماً گذر کر ہی رہے گا۔ ابتدائی مراعل سے نکلنے کے بعد جب ہمارے یہاں ذرا زیادہ گھرے غور و فکر کے ساتھ فلسفہ، سائنس، تاریخ اور مذہب کا مطالعہ کیا گیا تو اس کے بعد ظاہر بات ہے کہ ابتدائی مرعوبیت کی وہ کیفیت باقی نہیں رہ سکتی تھی۔ ابتدائی اسلام میں بھی جب مسلمانوں کو یونانی اور دوسرا بے عجی فلسفوں سے نیامسا باتفاق پیش آیا تھا تو اس نے اعززال کی شکل اختیار کی تھی۔ لیکن جب گھری کے ساتھ ان چیزوں کا مطالعہ کیا گیا تو آخر کا تنقید اور حقیقت نے ان ابتدائی تمازرات کو ختم کر دیا اور مسلمانوں کے اندر ایک پختہ نظام منکر اور ایک پختہ علم کلام وجود میں آیا۔ ایسی ہی صورت اب بھی

بنانے کے بعد غلاموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ یہ سمجھی ہدایت نامے کے بغیر انھوں نے اتنے بڑے ہماینے پر غلامی کا کاروبار کیا جس کی کوئی نظر اضافی تائیخ میں نہیں ملتی۔ وہ کئی صد یوں نک افریقی کے یاشندوں پر چھاپے مارتے رہے۔ دس بارہ کروڑ انسانوں کو پکڑ کر لے گئے۔ امریکہ اور ولیسٹ انڈیز وغیرہ میں اپنی نوآبادیوں کی آباد کاری کا گام ان سے لیا اور ان کے ساتھ بدترین انسانیت سور سلوک کیا۔ آج مغربی دنیا میں زنگ کا مشعلہ ان کے اسی علم کی بدولت پیدا ہوا ہے ورنہ بھائے ازقیر کے لوگ خود امریکہ جیکا اور دوسرا ملکوں میں پرواز تکرے نہیں گئے تھے۔ ہمارے اہل علم اور اہل تعلم اتنی جرأت ہی نہ رکھتے تھے کہ وہ اسلام کے مستلزم غلامی پر اعتراض کرنے کے لئے اہل مغرب سے یہ کہہ سکتے کہ حضرات یہ نامہ اعمال لے کر آپ کامنخہ کیا ہے کہ ہم پر حرف زنی کریں۔ وہ وقت تھا ہمیچہ ایسا کہہ فتاویٰ میں کے اعتراضات سن کر ہمارے یہاں کے لوگوں پر بدحواسی طاری ہو جاتی تھی۔ وہ اس بات کو نہیں دیکھتے تھے کہ مفترض کوں لوگ ہیں اور ان کے اعتراض کی حقیقت کیا ہے۔ اخھیں تو فوج کا لگایا ہوا ہر الزام شنکر اپنی عزت، چانے کی فکر لا حق ہو جاتی تھی۔ انھوں نے بھی یہ ہنہ کی بہت نہ کی کہ حضرات ہمارے پاس چونکہ غلامی کے بارے میں ایک اعلیٰ درج کا معقول اخلاقی ضابطہ موجود تھا اسلئے ہمارے یہاں بھی غلاموں کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا گیا جو افریقیت کے غلاموں کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جائی۔ امریکہ اور ولیسٹ انڈیز وغیرہ میں کیا ہے۔ آپ کو تو انیسویں صدی میں غلامی کو قانوناً منسوخ کرنا ہے کی تو فینصیب ہوئی بھی تو آج تک گورے اور کالے کی تغیرت سے آپ بخات نہیں پا سکے ہیں۔ امریکہ اور جنوبی افریقی میں کالوں کے ساتھ جو سلوک آپ کر رہے ہیں وہ غلامی کے طریقے سے ہزار درجہ بدتر ہے۔ اس کے بغیر جو ہے یہاں غلام بادشاہی کے تخت پر بارہ سالہ فرماز ہوئے ہیں۔ ہمارے پڑبے بڑے سالے غلام ہوئے ہیں۔ اور ہماری تاریخ ان غلاموں سے بھری ہوئی ہے جنھیں حیدر شفیعہ اور

و سائل اس کے لئے فرمایم کرد۔ یہی ہیں اور خود انسان کے اندر وہ صہلا حیثیتیں اور طاقتیں پیدا کر دی ہیں جن سے کام کے کروہ موجودات زمین سے اپنی خدمت لے سکتا ہے۔ مگر جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے، جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے اور جہاں تک انسان کی اتفاق رادی اجتماعی زندگی کے نظام کا تعلق ہے، اس کے بارے میں انسان کو یہ غلط فہمی لاحق ہو جانا یقیناً نہیں ہے کہ یہاں بھی وہ اپنی ہی تحقیقات سے زندگی کے صحیح اصول معلوم کر سکتا ہے۔ یہ غلط فہمی درحقیقت اُن تمام خرابیوں کا بنیادی سبب ہے جو انسانی تہذیب میں راہ پائی ہیں۔

یہاں فی الواقع انسان خدا کی ہدایت — (DIVIN CUIDAN CE) کا محتاج ہے۔ خدا کی ہدایت سے آزاد ہو کر انسان اگر اپنے اصول خود وضع کرنے لگے اور اپنے نزدیک یہ سمجھے کہ اس پہلو میں بھی اُسے خدا کی طرف سے اپنی ہوئی کسی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے تو وہ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھانا چلا جاتا ہے اور محض اپنی عقل و نکر اور تجربات و مشاہدات کے بل پر کوئی صحت مند نظام زندگی تعمیر نہیں کر سکتا۔ یہ غلطی پہنچے بھی انسان کو گمراہ کرتی رہی ہے اور آج بھی کر رہی ہے اور اس کا نتیجہ بجز تباہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اس معاملے میں ایک اور غلطی بھی ہے جو انسان کرتا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس محدود دائرے میں کوئی خدا کی ہدایت وہ اپنے پاس پاتا ہے صرف اسی پر وہ اکتفا کرنا چاہتا ہے اور اپنے دائیں سے باہر جا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ کہیں اور بھی کوئی ہدایت خدا کی طرف سے آئی ہوئی موجود ہے یا نہیں۔ اس کے اپنے معاشرے میں، اس کے اپنے اسلاف کے ذریعے سے اگر کوئی خدا کی ہدایت اُسے ملی ہے تو وہ صرف اسی پر قناعت کر لیتا ہے پھر جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ ہدایت اسے پوری رہنمائی نہیں دے رہی ہے جس سے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں وہ اک جامع اور قابل عمل نظام مرتب کر سکے اور اپنی زندگی کو صحیح

پیش آرہی ہے۔ جوں جوں مطلعے میں وسعت اور تحقیقات میں تختنگی پیدا ہوتی جا رہی ہے وہ اب اُن اثرات ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اگرچہ ابھی تک مسلمانوں میں اس طرح کے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو مغربی نظر سے اسلام کو دیکھ رہے ہیں اور اسلام میں ترمیمات کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن اب ہمارے اندر ایسے تحقیقین خدا کے فضل سے موجود ہیں جو اس طرح کی ہر کج فہمی اور ہر اٹھنے والی ترمیمی تحریک کا استعمال کرنے اور مسلمانوں کو غلط فہمیوں سے بچانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

اب میں تختراً خطبہ استقبالیہ کے اُس حصے کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جس میں موجودہ زمانے کی شکلات اور پریشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کر دوں گا کہ اس دور کی جتنی ترقی بھی ہے وہ ساری کی ساری دراصل علم طبیعی (PHYSICAL SCIENCE) کی تحقیقات کی بدولت ہے۔ ان علوم کی تحقیقات نے انسان کو غیر معمولی قوتیں دیا رہی ہیں۔ ان کی بدولت انسان نے عجیب و غریب ایجادات کی ہیں اور ان کے استعمال سے انسانی تکامل و معاشرت اور تہذیب کو غیر معمولی مادی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جہاں تک علم طبیعی کا تعلق ہے خدا نے انسان کو خود اس تحقیقت کے ذرائع عطا کر دیتے ہیں اور اس کے اندر و دفاتر میں اور صہلا حیثیتیں پیدا کر دی ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے گروپس کی موجودات کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ تجربات اور مشاہدات سے ان کے خواص اور ان کے اندر کام کرنے والے قرائین دریافت کر سکتا ہے اور اپنی مادی ترقی کے لئے انھیں زیادہ سے زیادہ بہتر طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس کے لئے کسی خدا کی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا نے خود انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اس مادی دنیا پر اس کو اقتدار عطا کر دیا ہے۔ اس اقتدار کو استعمال کرنے کے ذرائع و

اندر کوئی ایسی رہنمائی ملتی ہے جس کی مدد سے وہ اپنی زندگی کے نظام کو درست کر سکیں۔

مثال کے طور پر میں عرض کروں گا کہ اس وقت امریکہ، جنوبی افریقہ، رہوڈیشیا اور دوسرے ملکوں میں زنگ و نسل کی تفہیق انتہائی شدت اختیار کر گئی ہے اور برلنیہ میں بھی یہ سراحتی نظر آ رہی ہے۔ یہ ایک بذریعہ دار ہے جو انسانیت کے دامن پر لگا ہوا ہے اور مغربی دنیا اپنی معقولیت پرستی (RATIONALISM) کے سارے دعووں کے باوجود اس دھمکی کو اپنے دامن سے دھونے میں کامیاب نہیں ہو رہی ہے۔ اب اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس مسئلے کو جس طرح اسلام نے حل کیا ہے دنیا کا کوئی معاشرہ اسے حل نہیں کر سکا ہے۔ آخر تھبہ کوچھوڑ کر یہ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کی جائے کہ اسلام کے اصولوں میں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اسلامی معاشرے کے اندر بوری اسلامی تاریخ میں کبھی زنگ کے مشعل نہ وہ قشک اختیار نہیں کی جو مغربی معاشرے میں پیش آ رہی ہے۔

اسی طرح موجودہ تہذیب میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ خاندانی نظم اور طبقہ درہم برہم ہو رہا ہے۔ شوہر بوری مان باپ اور اولاد بھائی اور بہن کے رشتے بنے معنی ہو کرہ گئے ہیں۔ بھرے ٹھہر باد ہو رہے ہیں۔ کم سنی کے جسرا تم بے تحاشا بڑھ رہے ہیں۔ ٹھٹھے ہوئے ٹھروں (BROKEN HOMES)

کے بچے پورے معاشرے کے لئے ایک نفسیاتی مسئلہ بنتے جا رہے ہیں۔ ناجائز بچوں کی دلالت روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ طلاق و تفریق کی کثرت نے انسانی معاشرے کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ دیکھنا چاہیے اور انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے کہ ایک اسلامی معاشرے میں کبھی یہ سائل اس شکل میں پیدا نہیں ہو سکے۔ آخر کیوں نہ اُن قوایں و خواباط کا مطالعہ کیا جائے جن کی وجہ سے اس انتہائی تنزل کے دور میں بھی سلم معاشرہ و ان لعنتوں سے پاک ہے۔ علماء مغرب اس سے سبق لینے کے بجائے ہمارے

طریقوں پر ڈھال کے تو وہ سرے سے خدا کی ہدایت ہی سے مایوس ہو جاتا ہے اور غیر ضروری بھتائی ہے کہ اپنے دائرے سے باہر نکل کر بھی میں معلوم کرے کہ کہیں اور بھی کوئی خدا کی مددیت زیادہ جامع اور صحیح شکل میں موجود ہے یا نہیں۔ وہ اگر کہیں اور پائی جاتی ہو تو اس کو وہ اجنبی چیز بھتائی ہے۔ اس کے اندر عیب نکالتے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی قدر بھٹانے میں اپنا زور صرف کرتا ہے۔ اور چاہتا یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کے خدامی ہدایت ہونے کا انکار کرنے کے لئے امے کوئی ہہا نہ مل جائے حالانکہ فی الواقع یہ اس کی خود اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ ایک انسان کو کھلے دل کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ کہاں حق کی روشنی موجود ہے کھلے دل کے ساتھ اس کو معلوم کرنا چاہیے کہ اگر میرے پاس کوئی روشنی مکمل شکل میں نہیں ہے تو کہیں اور وہ موجود ہے یا نہیں اگر وہ کہیں پائی جاتی ہو یا کوئی اسے پیش کرے تو بغیر کسی تھبہ اور بغیر کسی تنگ نظری کے اس کو جا سچنا چاہیے۔ قبل از وقت کوئی راستے قائم کئے بغیر اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ کھلے آنکھوں سے دیکھنا چاہیے کہ ایسا اس سے کوئی اپنی ہہنماں مل سکتی ہے جس سے ہم اخلاق کے صحیح اصول معلوم کر سکیں جس سے ہم اپنے تمدن اور اپنی تہذیب کے بنیادی سائل کا حل معلوم کر سکیں جس سے ہم اپنی زندگی کو زیادہ بہتر بنانے کی کوشش کر سکیں۔

میں سمجھتا ہوں اگر موجودہ زمانے کے اہل فنکر اپنی اس کمزوری سے نجات پالیں تو سارے انسان خدا کی طرف سے آئے ہوئے ہر اُس نور سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں جو دنیا میں کہیں آیا ہے۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں کہ اہل مغرب کے پاس الگ خدا کی طرف سے آئی ہوئی کوئی ہدایت موجود ہو تو اس سے استفادہ کریں جب کہ تحقیق سے ہمیں اس کے خدامی ہدایت ہونے کا اطمینان ہو جائے۔ اسی طرح سے اہل مغرب کو بھی چاہیے کہ ہمارے پاس خدا کی چوہدا یہت مسوجہ ہے جس کو ہم ہدایت اٹھی کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اس کو بھی وہ اپنی طرح جانچ لیں اور دیکھیں کہ آیا سکے

انتقام کی اگر بھڑک اٹھتی ہے اور ایک جنگ نئم ہوتے ہی دوسری جنگ کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ اپنے مغرب کو ھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہیے کہ کیا کوئی دوسرے معاشرہ ایسا ہے جس کے پاس کوئی انسی بہادیت موجود ہے جسکی بدولت اس کے یہاں بھی جنگ نے یہ تسلیخ اختیار نہیں کی۔ بلاشبہ مسلمانوں کے اندر بھی اسلام کی پوری پیروی نہ کرنے کے باعث بارہ آپس کی لڑائیاں پیش آئی ہیں۔ غیر ملموں سے بھی بارہ ان کا مقابلہ ہوا ہے۔ دنیا کے ہمت سے ملک انھوں نے بھی فتح کیے ہیں لیکن اگر کوئی شخص انصاف کی نظر سے دیکھے تو اسے نظر سلطان ہے کہ مسلمانوں کے اندر بھی پیشالمام کا وہ اندرھا جیز بیدا نہیں ہوا جو مغربی دنیا میں پایا جاتا ہے اور مسلمانوں نے تجویہ مفتوحوں کے ساتھ وہ سلوک پیش کیا جو اہل مغرب سے کیا ہے۔ اپسین کو بھی مسلمانوں نے بھی فتح کیا تھا اور پھر علیماً میوں نے بھی اسے مسلمانوں سے چھینا دوں فتوحات کے ساتھ ہر شخص خود بکھر مکتنا ہے فلسطین اور بیت المقدس کو بھی مسلمانوں سے بھی چھینے لگتے تھے اور مسلمانوں نے بھی کوئی وجد اس کے سوابتاً جاسکتی ہے کہ اسلام نے اپنے پیرو انسانوں کو اس قدر وسیع القلب، اس قدر فیاض اور اس قدر غیر قوم پرست بنادیا ہے جس کے باعث وہ فتح یا ب ہونے کے بعد مفتوح قوم کے ساتھ کبھی وہ سلوک نہیں کرتے جو دوسرے لوگ کرتے ہیں اور ان کے اندر قدمیت کا وہ جنون بھی بیدا نہیں ہوتا جو اپنی قوم کے سوا انسان کو ہر دوسری قوم کا دشمن بنادتا ہے۔ اسلام کی اُن تعلیمات کو ھلکے دل سے دیکھنا چاہیے جن کی بدولت مسلمانوں کو یقینت حاصل ہوتی ہے۔ اگر ان کے اندر کوئی بھلائی پائی جائے، اگر ان کے اندر کوئی روشنی نظر کے تو آخر یکیوں نہ اس سے رہنمائی حاصل کی جائے؟ انسان اپنا خود دشمن ہو گا اگر کہیں اسے داروں سے شفا ملتی ہے تو وہ صرف اس لئے اس کو لینے سے انکار کر دے کہ یہ اس کے بیان کی

قوانین نکاح و طلاق اور ہمارے نظامِ معاشرت پر مالی نکتہ جنیاں کرتے ہیں اور اسے شاگردوں کے ذریعے سے ہمیں بھی وہ بیماریاں تکانے کی کوشش کر رہے ہیں جو ان کے معاشرے کو تباہ کر رہی ہیں حالانکہ انہیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ہمارے قوانین اور قواعد کے اندر کیا چیز ایسی ہے جس کی وجہ سے اسلامی معاشرے کے اندر خاندانی نظام کی یہ درہ بھی وہ بھی پیدا نہیں ہوتی، ناجائز چیزوں کی وجہ سے کثرت نہیں ہوتی، طلاقوں کی یہ بھرا رہیں ہوتی، بچوں کے جرم کا یہ زور نہیں ہوا، اولاد اپنے بوڑھے والدین سے اگر قادر ہے درد نہیں ہوتی اور والدین اپنی اولاد سے اس درجہ پر بروائیں ہوتے کہ بچوں سے بڑھ کر ان کو اپنے کتے زیادہ پیارے ہو جائیں۔ تعصیب سے ذہن کو پاک کیا جاتا تو بعد نہ تھا کہ اپنے حدو دا ترے سے باہر کی دنیا کو دیکھ کر کوئی مفید بیت حاصل کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں ایک اور مثال بھی میں پیش کر سکتا ہوں۔ آج کی دنیا سے دریے لڑائیوں کے چل میں پہنچا ہوئا ہے۔ دعظیم اور خوفناک لڑائیاں ہو چکی ہیں اور ایک تیسری لڑائی کا ہر وقت خطرہ ہے۔ چاروں طرف یوں گھوس ہوتا ہے کہ بارہ بھی ہوتی ہے اور دنیا کو بہرہ کا دینے کے لئے بس ایک چنگاری کافی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ دنیا کے موجودہ نظام میں چند بنیادی خرابیاں موجود ہیں جنھوں نے روئے زمین کو آتش شان بنا رکھا ہے ان میں سے ایک خرابی یہ حد سے بڑھی ہوتی قوم پرستی ہے جس نے قوموں کو ایک دوسرے سے چھاڑا ہے اور ایک دوسرے کا حریف بنادیا ہے اور ایک دوسری خرابی وہ تنگ نظری اور تنگ دلی ہے جس کی وجہ سے نجیاب ہوئے کے بعد مفتوح قوم کے ساتھ بھی فیاضی کا سلوک نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو پھیلنے اور دبانے اور اس کی عزت نفس کو ختم کرنے اور اس کی حیثیت سے اس کا بالکل سر باد کر دینے اور اس کو طکڑے طکڑے کر دلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کا تجھیہ ہوتا ہے کہ مفتوح قوم کے دل میں

پیر نظرتائی کرنی چاہئے۔ یہاں انگریز دل کی کوئی کمی نہیں ہے۔

ان کے اندر کچھ اور انگریزوں کا اضافہ کر ڈھنے سے آخر کیا فائدہ ہو گا؟ اور مجھے یہ بھی امید نہیں کہ اگر باہر سے آنے والے لوگ سو فی صدی بھی انگریز بننے کی کوشش کریں تو یہاں واقعی انکو انگریز مان لیا جائے گا۔ پھر یہ بات بھی میری تجھے میں نہیں آتی کہ اہل برطانیہ کو دوسروں سے ایسا مطالیہ کر سکی ضرورت ہی کیا پیش آتی ہے۔ کم از کم ہمارے یہاں پاکستان میں اور دوسرے مسلمان ملکوں میں تو انگریزوں، امریکیوں اور یورپین حضراً کے بھی اس نوعیت کا مطالیہ نہیں کیا گیا کہ وہ اگر ہمارے ملک میں آ کر رہیں تو اپنا بام ترک کریں، اپنے کھانے بننے کے طریقے چھوڑیں، اپنے طریقہ زندگی سے دست بردار ہوں اور ہمارے ساتھ تم رنگ (INTEGRATE) ہو جائیں۔ حقیقت کہ ہم نے تو بھی ان سے یہ بھی نہیں کہا کہ ان کی خواتین، اپنی طالبیں دھانک لیں۔ جب ہم نے ان کے ساتھ یہ راداری برقراری ہے تو وہ بھی ہمارے ساتھ کم از کم اُتنی رواداری تو یہ تین جو ہم ان کے ساتھ برپت رہے ہیں۔ برطانیہ کی آبادی کثیر نسل (MULTI-RACIAL) تو ہم ہی چکا ہے۔ اگر وہ کثیر التہذیب (CULTURAL) میں ہو جائے تو اس میں آخر خطرے کی کیا بات ہے ہم مسلمان یہاں اپنی تہذیب کے مطابق زندگی بس کریں گے تو انشاء اللہ برطانیہ کے معاشرے کو مالا مال (ENRICH) ہی کریں گے اور ان کی تہذیبی اقدار اور اطوار کو دیکھ کر اہل برطانیہ کو دیکھنے کا موقع ملے گا کہ ان کے یہاں کیا چیزیں ایسی ہیں جن سے وہ آج تک ان معاشرتی ایجنسیوں سے نکھر رہے ہیں جن سے انگریزی معاشرہ اس وقت دوچار ہے۔ خوش قسمتی سے اس تجھے میں متعدد صاحب علم انگریز اصحاب بھی موجود ہیں۔ بھی امید ہے کہ جو کچھ میں نے خلوص دل کے ساتھ عرض کیا ہے اس پر وہ مٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور اگر میرے میں باقیوں کو معمول یا میں گے تو انھیں ٹھلنے دل سے قبول کر دیں۔ آخر ہمیں مجلس استقبالیہ کا پھر شکریہ ادا کرنا ہوں گے۔ اس نے مجھے آپ خواہ اسکے ملنے کا قیمتی موت نہ عطا فرمایا جس کی یادداشت

آخر میں ایک بات اونچی عرض کرنا چاہتا ہوں، اگرچہ بھرپور قوت گویا ای اب جواب دے رہی ہے۔ اس نمائے میں خوش قسمتی سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو مغربی تہذیب کے ایک بہت بڑے مرکز اسلامستان میں آکر رہنے کا موقع ملا ہے۔ اس سے پہلے جب برطانیہ ایک سلطنت (EMPIRE) تھا اس وقت مسلمانوں کی ساتھ اپل برطانیہ کے تعلقات کی نویعت پچھا اور تھی۔ اُسوقت اس کا امکان نہ تھا کہ ان کے درمیان تھی محنت منہبیاد پر تہذیبی لین دین ہو سکے۔ لیکن اب سلطنت کا دو خشم ہو گیا ہے اور برطانیہ صرف ایک مملکت ہے۔ اب ہم اُسی طرح آزاد ہیں جس طرح خود اہل برطانیہ آزاد ہیں۔ اب ہمارا اور ان کا رابطہ دو آزاد قوموں کا سارا بسط ہے جس میں نہ ایک فریت حقیر ہے اور نہ دوسرا فریت کمیر۔ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ اگر اس سے دونوں خوبی فائدے اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکتے ہیں۔ ہم اپل برطانیہ کے علم و فنون سے، ان کے سیاسی ادارات سے، ان کی آزادی صحافت سے، ان کی علمی تحقیقات سے اور ان کی تظییمات سے بہت پچھا استفادہ کر سکتے ہیں اور ہمیں کرتنا چاہیے۔ اسی طرح اپل برطانیہ بھی۔ اگر وہ خود بھی اس رواداری سے کچھ کام لیں جس کا سبق وہ ہمیں دیا کرتے ہیں۔ ہم سے بہت پچھ سیکھ سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنی سرزی میں مسلمانوں کو اسلامی اصول کے مطابق زندگی پس کرنے کا موقع دیں تو بہت آسانی کے ساتھ انھیں یہ دیکھنے کا موقع مل سکتا ہے کہ آیا ہماری تہذیب میں کچھ اصول ایسے ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ میں جب سے یہاں آیا ہوں میں نے اکثر پہ بائیس سخنی ہیں کہ اپل برطانیہ میں اور خصوصاً یہاں کے بعض لیڈروں کے دلوں میں یہ خواہش پاٹی جاتی ہے کہ جو لوگ بھی اس ملک میں آئے ہیں وہ یہاں کی آبادی کے ساتھ تم رنگ ہو جائیں اور اپنی تہذیب اور اپنے شان کی خصوصیات کو چھوڑ کر انگریزی تہذیب و تحدیث کی خصوصیات اختیار کر لیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ انھیں اپنے اس طریقے

شورش کاشمیری

در بارِ اکبری

(وہ عبدِ ہماں کی جب ایوب خاں سریر آ رائے سلطنت تھے)

اپدیڑچان شورش کاشمیری نے دربارِ اکبری کے زیر عنوان ایک شری نیچر لکھا تھا جس میں یہ بتا یاگرا تھا کہ ایوب خاں کی درباری مخلوق کس طرح کو رکھ سمجھاتی اور وہ اس کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اس فقرے سے ایوب خاں اتنے برا فوجتہ ہوتے کہ اس وقت کے وزیر قانون غلام نجی یمن اور ایڈوگریٹ جنرل سیدنا صاحب شاہ کو گورنمنٹ ہاؤس میں بلوکر صبلو ائمہ سنائیں ساختہ ہو فرمایا کہ ابھی تک یہ شخص باہر نہ ہو ہے۔ اس کا اخبار کس لئے جاری ہے؟ میں سپاہی ہمروں اور پساہی اپنی فیلڈ میں دشمن کو برداشت نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد اپدیڑچان دھرنے لگئے۔ فوراً بعد یہ میں صاحب بھی رخصت ہو گئے۔ سیدنا صاحب شاہ بھی نکال دیئے گئے۔ تیک امیر محمد خاں کو بھی جانا پڑا۔ وہ عزت سے لگے لیکن رسولانی اور پسائی کا جو الاء ایوب خاں کے لئے روشن ہوا، وہ عبرت کا ایک ایسا سبق ہے کہ پاکستان کی بہت سی نسلیں اسے بھول ہیں لیکن اسی ذیل کی نظر ایوب خاں کے عبدِ کی جانب تک کا منتظر پیش کرتی ہے۔

گر جسے گوئختے الٰفاظ میں تقریر کے پارے
بکرمت، چب رہو، آغاز بدانجام پر سوچو
دابک اوس مصاحب دا خل ھوکر اداب بجا دتا ہے)
صاحب:- (امیر المؤمنین! بالی عمر یا کا وزیر آیا
بہتر نشورون میں ایک نشرت میر صاحب کا
ب قول آجہانی شیخ چہرہ ماہتابی ہے
طبعیت آفتباہی ہے
خدا جانے؟ سناؤ ہے
چکنے ہی سے شرابی ہے

شاد:- بلا اؤ، اکیلا ہے
کہ کوئی دوسرا بھی ہے؟
حصہ:- جماعت کے بہت سے متحل بھی ساتھ آئے ہیں
غزلہائے رواں کے لوٹے بھی ساتھ آئے ہیں

مصاحیں:- حضورِ حمدمیں بر سے غاشیہ بردار اویل ہیں
غموچی شور و غل شہروں کی دیہی میہ طبیعت ہے

سیاسی ٹھیکانے میں، شوریدہ سر ٹھیک چھاتے ہیں
انھیں لیدر چھاتے ہیں
ہمیں انہیں دھکاتے ہیں
اگر ہم جیصل ہم جو ایں
تو اکثر تملاتے ہیں

حضورِ ہم خانہ زاد سلطنت سجدے لٹاتے ہیں
بکرمت چب رہو، آغاز بدانجام پر سوچو
شاد:-

یہاں کیا ہو رہا ہے کو شاشیطان اٹھا ہے
جھرڈ کے سے ادھرہ یکھویہ کیا طوفان اٹھا ہے
دیادم پئے پہیے ایوب مردہ باد کے لغرے؟
افق پر بے خاشاب تملاتی شام کے تارے

تمھیں معلوم ہے بدخش نے ترپا دیا سب کو
قصوری اور شوکت کس لئے زاد پھرتے ہیں
انھیں زندگی میں ڈالودار بخنواد مراد
ہمارا حلم ہے ان رجے خیز گھونٹنے جائز
جبار استدر؟ اب کلایاں یعنی پہاڑتے ہیں
سیاسی سلطھوں کے سچ بزاروں کے خرے ہیں
(کچھ دیکھ رہے کے بعد انتظامیہ کی ایک رفاقت ہے)
شاہ:- اری نازک بدن، زہزادا، گوہر صفت لیلی
ترستے قربان، بیڑھی بڑیوں میں جان آجائے
مُریخ زیبا پہ غازہ ہے مگر سی آئی اے کا ہے
کوئی داؤں بٹا، یہ بے تکاظوفان قسم جاتے
ہمارا پاؤں اکھڑا جا رہا ہے پھر سے جم جاتے
بتانور جہاں، فری نظر و فنا صستہ عالم
ہماری ذات اقدس سے عوام انسان ہیں بہتر
رفاقت:- مرے آقا! اجازت ہو تو میری بات اتنی ہے
شریروں کی ہمارے ملک میں قعداً کتنی ہے؟
یہی دو جارملہ پائیج چھاڑ کے شریروں میں
مر انے ٹھاگ لیدر جیل خانے کے اسیروں میں
انھیں زہرا ب دیکر گولیوں سے کجھے ٹھٹرا
کہ شوریدہ سروں کی ڈار کا اسٹاد ہے ڈنڈا
یہ سب گستاخ ہیں ان کے لئے تعزیر واجب ہے
یہ سب غد ارہیں ان کے لئے زخیر واجب ہے
یہ سب بُرڈل مسافر موت کے ہیں موت پا منگے
کسی جیلے ہبانے سے نہ ہرگز باز آئیں
شاہ:- بہت اچھا، ہم اب ان کیلئے اعلان کرتے ہیں
بن ان کی ناگہانی موت کا سامان کرتے ہیں

۲۵) رما ریج کو ورقِ الٹ جاتا ہے)

درود پار پہ حسرت کی نظر کرتے ہیں
الٹ دل اعوام انسان نے فسر عن کا تختہ
طناب میں ٹوٹی ہیں شاہزادے تھر خراتے ہیں

جو اتنی ناگہنیوں کے رنگ میں آواز دیتی ہے
دل سدرہ نشیں کو طاقت پرواز دیتی ہے
بالی عمر پا کا دریہ ربار میں داخل ہو کر قدہ میوس ہوتا ہے
شاہ:- چھڑ غنو کی ہنگامہ سر بر ہوتی جاتی ہے
کہاں ہو جس طرف ہو جیتھے کیا ہو؟ میان لٹوا!
جماعت کی صدارت اس لئے تکمیل عطا کی ہے
عوام انس بزاروں میں نظرہ باز ہو جائیں
سیاسی سخنے اس دور کے شہیاں بزار ہو جائیں
ارے ٹھٹھیے ارے پچھنے کے باوا
سوچتا کیا ہے؟
وزیر:- امیر المؤمنین! — ہم بندگان خاص کے آقا
ہم اپسے سیکڑوں سر کار عالی پر چھاہو رہیں
لیقیں تیجے حلقوں کے مقابل میں دلاور ہیں
بڑی میں جانتے ہیں پچھنے سے جانے والے
کہ ہم ہیں آپ کو ملٹی الہی مانتے والے
مرے قبلہ مرے آقا مرے مولا مرے حسن
سوائے چند او باشوں کے ساری قوم خادم ہے
سیاسی سلطھوں کی گرم لفتاری پر ناد کر ہے
بکومت، چب رہو، یہ ہم سمجھتے ہیں یہاں کیا
شاہ:- وہ پروردہ می کے فتنہ اور نصر اللہ کے شتوش
وہ پاکستان مسلم لیک کے بھڑکے ہوئے گوش
ڈیور نڈ روڈ کا وہ شاطر اعظم، معاذ اللہ
کوئی ملک راستے اس شہیاں سے یہ ناٹے کس میں؟
کوئی ایسا بھی ہے، یہ جہر نایا ہے کس میں؟
وہ کا یہاں چوڈھری یعنی وزیر اعظم سابق
ٹڑا ہے لٹھلے پچھے مرے اور ضریبے کاری
تمہیں معلوم ہے عبد الدولی خاں کی یہ کاری؟
وہ بھٹو، جو مجھے لہتا تھا ڈیڑی اب کہاں پر ہے
اپنے ٹھٹھنی ناگھنی اس کی زبان پر ہے
وہ شور من جس نے جھوک ہر تال سے لرزادیا بگو

نکل آئے مصاہبِ شتم وابر کے اشارے پر
کہ جن کی زندگی چلتی رہی شکر کے سہارے یہ
وہ زندگہ باد کی آندھی وہ مردہ باد کے حکمگزار
وہ پنجابی زبان میں جسراہ ایسا رپرچھکار
وہ مزدوروں کے رکھوائے بڑے لہذاز سے نکلے
کہ جیسے "شاہزادہ" "حجۃہ" "شہناز" سے نکلے
یکاں برسر کار طاؤس ورباب تے
کہ جیسے مسجدوں تکے اُسخوروں میں شرابت کے
کوئی خجور ہستا ہے کوئی معزول روتا ہے
اسی کا نام شوسرش القلب عما ہوتا ہے

وہ گوہر جان نے لاہور کو رخت سفر باندھا
وہ رقصہ نکل کے پہلوتے اغوار میں پہنچی
کھٹی نسب دخت رزیمانہ افکار میں پہنچی
سیاسی ڈرم ڈھاری چل تبے شور فغان اٹھا
زمانے کی روشن پر ایک سیلاپ روائی اٹھا
بہرت سی غمروں نے باعثاں کو ہلا ڈالا
نکھی ذردوں نے مل کر آسمانو، کو ہلا ڈالا
عوام النّاس جاگ اٹھیں تو ناچکن ہے سو جائیں
علی بابا کے چوریں کی زبانیں گنگ ہو جائیں
یمسرا دور

یکاں ایک نقشہ اور پشاہ شہریاروں نے

اسلام سے ہے

...عما فیل کرنا لایا ہے...

ہم تو یہ کے متوا لوکی نام و شانِ سلام سے ہیں!
جو ہمیں زندگہ رکھتی ہے وہ تابِ قوانِ اسلام سے ہے
مشرق اور مغرب کی رگوں میں خونِ داںِ سلام سے ہے
پاکستان زمانے بھر میں خلدِ شانِ اسلام سے ہے
روہنی پکڑا دین گے ہے تعمیرِ مکانِ اسلام سے ہے
جو کچھ ہے قرآن میں اس کا حسن بیانِ سلام سے ہے
حسن سحرِ ترمیم چینِ تکمیل جہاںِ اسلام سے ہے
جب رہوس کے سناٹے میں شوہزاداںِ سلام سے ہے
غافلِ اہم اشتفتہ سفر کا عزم جہاںِ اسلام سے ہے

دل ہے فروزان نور لفظیں جسم بین جاںِ اسلام سے ہے
چھپوڑ کے ہم اسلام کا دامن نیا سبڑ جائیں گے
مشرق اور مغرب میں سربے رشتہ ہے مضبوط یہی
فتر آں کا دستور ہی اسکے مستقبل کا ضمائن ہے
روہنی پکڑا اور مکان کی فکر نہیں دین اروں کو
ایک شریعت ایک حقیقت ایک خدا اور ایک رسول
اوکہ ہم اسلام کی خاطر تن من دھنِ مسیر بان کریں
تیرگی انحصار میں روشن قرآن کی مشعل ہی تو ہے
آج بھروسے دربار میں ہمنے باطل کو لکا را ہے

(بقیہ آغاز سخن)

اسلامیہ پر نازل ہو جاتے کم ہی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھا کہ فرعونی ذہنیت کی زندگی کرنے والوں کی شامیت اعمال نے کس طرح ایک معزز قوم کو خلیل و خوار کی کر رکھ دیا۔ کس طرح چند لاکھ ہودیوں کے آگے کروڑوں عربوں کی مشی پیش ہو گئی۔ کس طرح آلام و مصائب اور ہزیرت و ذلت کے دروازے چیڑ کھل گئے۔ وہ تو کہنے کہ عرب عوام نے ابھی تک کفر میں کو قبول نہیں کیا ہے ورنہ عرب کی قدمت پر آخری ہر لگ کمی ہوتی اور عزم و محنت کے وہ منظاہر بھی لظر نہ آتے جو "الفتح" جیسی تنظیموں کی تسلی میں نظر آ رہے ہیں۔

وہ کسی قیمت پر نہیں چاہتے کہ مسلم جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہیوں اور درپیش مسائل کا حل سوچیں۔ دوسری طرف وہ پاکستان کے سفر حاضر اس لئے کرتے ہیں کہ اسلام دشمن تو لوں کو مدد دینے اور اسلام دوست غاصر کو بانے کے امکانات کا جائزہ لیں۔ ابلیس کو مکہ پنجاہیں اور رسول برحق صر کے مشن پر خاک اٹایں۔ ایسے مناقفانہ کر داڑھ عمل کا صد و رجب اجتماعی میدان میں کام کرنے والے ایک مولوی سے ہو گا تو پھر جبھی قبر آئی اس کے وباں میں ملکت

تاریخ دعوت فی عمر میرت

یہ مولانا علی میان ندوی کی وہ تالیف ہے جسے تمام دنیا نے اسلام میں بہت پسند کیا گیا۔ یہ ہمارے ان اسلاف کے کارناموں سے روشناس کرتی ہے جو اپنے اپنے نازمیں دین کی خدمت کا خوب خوب حق ادا کر گئے ہیں جلد اول مجلد - ۱ / ۱ حصہ سوم - ۶ / ۶ — حصہ دوم سر دوست ختم ہے۔ نیکین ہر حصہ اپنی عجیب مکمل اور غیر مسلسل ہے اس لئے ہر حصے سے مستقل باذرات فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

طوفان سے صالح ناک

سابق یو پولڈ ویس اور موجودہ محمد اسد کی وہ شہرت یافتہ کتاب جس میں اخجوں نے بڑی تفصیل سے اپنے اسلام اذکی داستان لکھی ہے۔ ادمی یحیی زہین اور صاحب علم بیانات داستان کا ذیل میں عیشار علی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل پر نہایت دلنشیں اور ایمان افراد لفظ کرتے گئے ہیں قیمت مجلد - ۵ / ۵

اپنی اصلاح آپ

نعمیں صد یقینی کے قلم سے تزکیہ نفس کا پہلا سبقت۔ قیمت۔ سس۔ ۳۰ پیسے

لکھنؤ۔ تحریکی۔ دیوبند (یو۔ پی)

مولانا مودودی سے ملنے

مولانا مودودی کی شخصیت، ان کے علم و فضل ان کی دعوت، ان کے مشن، ان کی پوری زندگی کے احوال دلکش پر اسعد گیلانی کی ایک سیسوٹ کتاب، دنیا بھر کے علماء اہل فکر اور اربابِ علم کی آراء قیمت - ۷ /

مولانا مودودی اور تصوف

کہا جاتا ہے کہ مولانا مودودی تصوف کے دشمن ہیں اس الزام کی پوسٹ کندہ حقیقت خود مولانا کی اپنی خنزیر دن کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کتاب آپ کو بتائے ہی کہ مولانا کس تصوف کے دشمن اور کس کے حامی ہیں۔ قیمت مجلد ۲ / ۵

ہندوستانی مسلمان

مولانا ابو الحسن علی ندوی نے اس کتاب میں مسلمانوں کے علمی، دینی اور سیاسی کارناموں کے علاوہ ان کے کردار کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو ہندوستان کی تہذیب و تمدن کی تشكیل اور ملک کی تعمیر و ترقی میں کار فزار ہا۔

علاوہ ازیں ان کے موجودہ مسائل و مشکلات پر بھی فکر لگنے لفظ کو زیارتی ہے۔ قیمت مجلد چار روپے سیارہ

شمریعت و تصوف

مولانا اشرف علیؒ کے خلیفہ شاہ سیعی الدین کی فتح پور
تالیف جو طاہری و معنوی خوبیوں سے آر استہ ہے
قیمت مجلد ۱/-

مناجات مقبول (حیری)

مولانا اشرف علیؒ کی مقبول عام اور مفید ترین
کتاب پر اپنے اور نئے اضبانوں کے ساتھ چار پیسے ۳/-

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کا وہ صحیح طریقہ جو یہ عتوں سے
پاک ہے۔ قیمت ایک روپیہ ۱/-
تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفہ تاریخ
حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مشہور تصنیف "سبھات"
کا ارد دیوجہ قیمت مجلد ۶/-

رہنمائی قرآن

موضوع نام سے ظاہر ہے۔ پڑھنے اور فائدہ
اٹھائیتے قیمت ایک روپیہ ۱/-

مومن کی زندگی قرآن کی روشنی میں

مصنف کا نام ہے "مولانا سید ابوالاعلیٰ نورودی"
کی پھر اس کے بعد بھی تفصیل کی ضرورت ہے
قیمت ۱۹/-

نسوی بڑے آدمی

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب تاریخ کے
سو بڑے آدمیوں کا تفصیلی تعارف کرتی ہے۔ دلچسپ
اور معلومات سے پُر۔ قیمت سب سے ۳/۵/-

قصابیف مولانا حامدی صاحب

انجیلیں اور تسلیث	۷/-
اسلام کا نصوحہ توجہ	۷/-
جنۃ سے علم و عقل کی روشنی میں	۲/-
دید اور اس کی قدامت	۱/-
احادیث رسول علیٰ ایمان باش	۱/-
احادیث رسول علیٰ رسالت محمدی	۱/-
احادیث رسول علیٰ قرآن مجید	۱/-
"مکہ قیامت"	۱/-
قدر دراچ	۱/۲۵
توحید کے اثرات انسانی زندگی پر	۱/۵۰
توحید کے علیٰ تفاضل	۱/۵۰
توہیت کے جواہر پارے	۱/۷۵
سیکھ و مجمہورت اور اسلام	۱/۳۰
خدا پرستی ملکرین کی نظریں	۱/۵۰
خدا کا انکار کیوں ہے؟	۱/۵۰
خدا ہے؟	۱/۵۰
سکھ مت اور توحید	۱/۵۰
شرک کے اثرات زندگی پر	۱/۵۰
شرک عظیم ترین گراہی	۱/۵۰
غلط فہمیوں کا ازالہ	۱/۵۰
احادیث رسول اللہؐ کی عدالت	۱/۳۰
کیا خدا کی ضرورت ہے؟	۱/۵۰
گوشت خوری	۱/۵۰
ذمہ بہ اور تحقیق کائنات	۱/۵۰
ملکرین کے شہادت	۱/۳۰
ہمارا دفاعی منصوبہ	۱/۳۰

آپ حج کیسے کریں؟

مولانا منظور نعیانی کی معروف کتاب قیمت مجلد ۲/-

پھول کی طرح تروتازہ

اگر جلدی امراض یا فساد خون کی
شکایت ہو تو پھرہ پر شمردہ نظر آتا ہے

خون صفا

پھول کے چنسی خارش اور داد سے نجات دے
کرتا ہے اور پھرے کو پھول کی طرح تروتازہ رکھتا ہے

دواخانہ طبیکار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ



سندکارا

خاندان بھر کے لیے
تیزی سے ساتھ
تو انائی سخشنے والا

جری بٹیوں اور فلامننوں سے بھر پر مرگب

ہم لرد

حکایت دار

بیت اور برانڈی

حضرت علیؑ اپنے بشر تھے یا فرشتہ
چھٹک نہیں تو مگر ابھی کہہ سکتے!
پریٹ میں پچھے نماز ادا کرتا ہے تو!
پرانے مکرم جاہ اور بدعتات

حدیث اور فقر

پیری حیدری

بیت اور برانڈی

مسئلہ علاج ہوا

میرے چنان دوست ہیں جو بیت اور برانڈی کو شراب
نہیں کہتے۔ ان اصحاب کا گھنلہ ہے کہ جس بیت سے شہ
آتا ہے نہ ہو وہ حرام کیتے ہوئے ہے۔ چنانچہ دلیل میں وہ
لوگ کہتے ہیں کہ "ہم نے کئی بار ان چیزوں کا یعنی بیت
اور برانڈی کا استعمال کیا لیکن سبھی بھی میںے قابو نہیں
ہوئے" اور یہ بات میرے چند دوستوں تک سبھی مجاہدین
نہیں بلکہ بہت ساف جوان طبقہ ایسا ہے جو اس بات
کا قائل ہے اور اس کا استعمال روز بہ روز طہنا جائز ہے۔
برائے تہرانی شرعی نقطہ نظر سے کون شرب و بات
کو جو موجودہ زمانے میں ہزاروں قسم کے تیار ہونے لگے
ہیں، حرام قرار دیا گیا ہے واضح فرمائیے گا۔

حوالہ:-

سیدھا سا جواب تو یہ ہے کہ آئے کے دوسرت جو کچھ
کہتے ہیں انھیں کہتے دیجئے۔ وہ اگر طہرے اور اسیر طہر کو
بھی سندی جو از عطا کر کے بتلیں جو طھا لکر میں با بھنگ اور
کامبجے کو استعمال فرماتے رہیں تو اس کا لکھنا ہستا ہے۔
اللہ کے رسولؐ کا ذیصہ دین ہے، چنانچہ اس کا لکھنا کہہ اولیٰ

کھوپڑی والوں کے کل پُر زے درست کرنا۔ اسی طرح
علامزاد، جو نائبین رسول میں صرف اس کے مکلف تھے کہ
درین کمزیادہ سے نزیادہ آراستہ کرنے کے لوگوں کا
پہنچا دیں۔ یہ فرضیہ انھیوں نے بہ تمام و کمال پورا کر دیا۔
اور آج بھی اپنی دسترس کی حد تک اسے انجام دے رہے
ہیں۔ اس کے باوجود بعض جاہلیں مرکب العلاء و فقہاء
کی ارہنمائی سے بے نیاز ہو کر خود فقیہ اور قانون داں بننے
کاوش فرماتے ہیں دن ماں حالیکہ اسلامی قانون کی اجنب
بھی انھیں نہیں آتی تو ایسے سرپریزوں سے آپ اور ہمیں سر
کیوں ماریں۔ یہ سی کا کیا لگا طریقے گے الگ بیت اور برانڈی
سے شغل کر دیا گے یا چرس اور تاری نوش فرمائیں گے۔
انھیں ڈٹ کر شغل فرمانے دیجئے اور آپ اپنے کام سے کام
روکھئے۔

ہاں الگ خود آب بھی ان کی داہی باتوں سے متاثر
ہو کر وسواس میں مبتلا ہو گئے ہیں تو ہمارا مخلصہ امام مشورہ ہے
کہ پھری فرضت میں ان کی ادانتی ترک کردیجئے۔ محنت کا
اثر کاٹے ناگ کے نہر سے بھی نزیادہ لقینی ہے۔ بڑی محنت
کا دوسرا نام "زہر پلائی" سمجھے۔ آپ ان کی محنت
ترک کر کے سیدھے سچے مسلمانوں کی طرح میںم الطبع و گوں
کے پاس بیٹھتے اور مستند لٹریچر زیر مطالعہ رکھتے تو ڈھنڈ
قلدیں اشارہ اللہ تو ہمات دوسرا دس کا سٹ اس بننے سے

پچھے رہیں گے۔

تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو گیا کہ ان مشروبات میں نہ ہے ہمیں نہیں۔ یہ اُس وقت ثابت ہوتا جب کوئی بھی شخص ان مشروبات کے مکالس چڑھا کر ادنیٰ سماں بھی نہ تبول نہ کرتا حالانکہ لاکھوں آدمی آپ کو ایسے مل جائیں گے جفیں یا کس گلاس برانڈی پلادیجئے ان کی عقل ہو گئی سے نکل کر اٹریں میں جائیں گی۔

اور اگر آپ کے درست بننے تو عام ہی طبی سے ہیں مگر اس لئے ان مشروبات نہ ہیں ہمیں نہیں ہوتا کہ باہر وہ ایجادی پیتے رہے ہیں تو اس لحاظ سے خالص شراب و نگوری بھی ہر شخص کے لئے یکساں نہ ہے اور نہیں ہوتی۔ پیلکا قسم کے لوگ تیرستہ بیز شراب کے ایک دو جامِ شخص پانی کی طرح پی جاتے ہیں اور بہت سی پیتے بغیر ان کا شہ امطر ابھی رہتے ہیں۔ پھر کیا اس دلیل سے تمام مشرابیں حلال قرار پائیں گی! ہر اس مشروب کا ایک نظر بھر جو اسے جس کی کشیر مقدار نہ پیدا کرتی ہے۔ آپ کے درست اگر بھن زبان رازی نہیں کہ برے بلکہ واقعۃ ہٹوڑی سی برانڈی یا بیسری کر دیکھو چلے ہیں تو ان سے کہتے کہ کسی دن دوچار جام لٹھا کر دیکھیں پھر پستہ حل جائے گا کہ نہ ہے کہتے ہیں۔ اور اگر وہ یہ نہیں تو کسی بھی مقدار میں یہ مشروبات نہ ہیں کرتے تو ہم دعوت دیتے ہیں کہ ایھیں ہمارے پاس لائیئے، ہم برانڈی اور بیسری پیدا کر ایھیں مختروز کر دیں تو چار او عدہ ہے کہ اس طامب پر لٹھ کر شراب کی حللت کا فتوحی ان کے حوالے کر دیجئے۔ اور آپ اور فرست کے جملہ مصارف بھی ادا کریں گے۔

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ برانڈی یا بیسری کسی بھی مقدار میں کسی بھی شخص کو مخمور نہیں بناتی وہ اس آدمی سے کم قبول گو نہیں ہیں جو یہ کہتا ہے کہ گناہ میٹھا نہیں ہوتا اور اعلیٰ ترستی سے خالی ہوتی ہے۔ مانا کہ دوسری یہی تیز صسم کی شرابوں کے مقابلے میں یہ دونوں بلکی ہوتی ہیں۔ ان میں سو ڈراما اکابر تجھے تو اور بھی بلکی پڑ جائیں گے کثیر مقدار ان کی ہر حال میں نہ لاتی ہے اور قانون آئی میں ہر وہ مشروب حرام ہے جس کی کثیر مقدار

جہاں تک دلیں بازی کا تعلق ہے جس کا جو جی چاہے محل اشتانی کرتا رہے کون کسی کی زبان پکڑ سکتا ہے حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ بیسر اور برانڈی کا نہ ہے اور ہوتا ایسا ہی سمات میں سے ہے جسے کہیے کہ یہ میٹھا اور اعلیٰ کاتریں ہونا۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "ہم بھی بے قابو نہیں ہوئے" تو ان سخروں سے آخر یہیں نے کہدا رہے کہ نہیں میں ہوتا اور بے قابو ہونا ایک ہی چیز ہے۔ نہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ غسل و حواس کو نارمل حالت سے ہٹادے اور اعصاب کے فعل میں نمایاں سُرگ واقع ہو جائے۔ ایک آدمی بہت عخوبی سی شراب پی کر اس معنی میں توبے تابو نہیں ہوتا کہ حللت اپلتانی میں جا پڑے باہت بڑھا کر سگرہٹ کیسی اٹھانا چاہتا ہے تو نہ اٹھا سکے، لیکن وہ جلے گا تو کچھ نہ چھڑکا ہر طبق اس کی حال میں ضرور ہو گی۔ لہجے میں بھی تغیر واقع ہو گا۔ غور و فنکر کی صلاحیت پر ازدھہ پڑ جائے گی۔ اسی کا نام ہے نہ ہے کسی بھی ایسے آدمی کو جس نے کبھی شراب پی ہے تو بیسر یا برانڈی کا ایک گلاس پلا دیجئے۔ اکثر حالتوں میں وہ ہوش و حواس کو بندھے گا اور بعض حالتوں میں کچھ سمجھو ہوش تو باقی رہے کا مگر نہ ہے کہ بہتر سے دیگر نظر ہرا پنا جلوہ لازماً دھھائیں گے۔

اگر آپ کے درست یہ کہنے لگیں کہ ہم بہر تو برانڈی اور بیسر کے استعمال سے ادنیٰ اس اثر بھی نہیں ہو ا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو آپ کے درستوں نے اپنی ہی ذوات شریفی کو اتنا ہم کس لئے سمجھ لیا ہے کہ جو احوال اتنے ہوں قانون اسلامی بھی اخنی کے حور پر گردش کرے۔ قانون کا مدعا اہم حالات و واقعات پر ہوا کرتا ہے نہ کہ مستثنیات پر۔ پہنچے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر زہرا شہر نہیں کرتا یا کرتا ہے تو برائے نام۔ لیکن اس استثناء کی بنا پر یہ عوامی کوئی احقیق سے زحق بھی نہیں کر سکتا کہ زہر میں ہلاک کر دینے کی صلاحیت ہے ہی نہیں۔ اسی طرح اگر آپ کے درست ایسی مٹی کے بنے ہیں جو بیسر اور برانڈی سے نہ قبول نہیں کرنی

الٹھائی نہ ایسا کوئی کارنا مدد نیکے سامنے پیش کیا جس سے یہ ان اذار ہو کر انہوں نے ذاتی مدد لائے اور صحیح محنت سے اس مخصوص پرستی مدرس حصل کی ہے تو ان کی باقیوں کو غب شرکت زیادہ اہمیت نہ دیجئے۔ خصوصاً جب معاملہ علم دین جیسے عظیم موضوع کا ہو تو نا اہل لوگوں کی باتیں مشتمل اپنے آپ کو پرے سرے کا احتیثت کرنا ہے۔

حضرت علیہ السلام بشر تھے یا فرشتہ؟

سوال: از۔ قاضی فرمید الدین۔ کرجی ع۔

ایک کتاب میں پڑھا ہے جس کا نام "شمع ہدایت" اور تصنیف کی ہے حمد شوکت علی نقشبندی تجدیدی نے۔

"عسکری جنسی صورت میں ہم شکل بشر تھے مگر فی الحقیقت جنس ملائکہ سے تھے۔"

اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب:-

اسی لئے تو ہم وقتِ فوت قاتاً نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ مستند اہل علم کی کتابیں پڑھیں۔ فضول قسم کی تصانیف کو راجح نہ لگاتے۔

حمد شوکت علی کون ہیں یہمیں نہیں معاذم۔ وہ نقشبندی اور تجدیدی ہونے کے علاوہ تبریزی اور سہروردی سمجھ کچھ ہوں مگر عالم دین کی تینیت سے انھیں کوئی نہیں جانتا، لہر اکسا فائدہ کہ ان کی تصانیف پڑھ جائیں اور انگر دھوکے سے پر بچو۔ لی میں تو کیا ضروری ہے کہ ان کے مشتملات کو کسی قسم کی اہمیت دی جائے۔

افسوس ہے کہ اسی طرح کے غیر محاط، کم عقتل اور کم درجے کے اہل طریقت نے تصیرت و طریقت کو بہت بدنام کر دیا ہے۔ یہ اللہ کے بندے لطیفہ گوئی کے ایسے شیئر ای ہیں کہ قرآن و حدیث کے مسلمات تک کوئی نظر انداز کر جاتے ہیں اور ذرا نہیں ڈرتے کہ معارف کے نام پر وہ کیا جہالت پھیلائے ہے ہیں۔

نہ آ در ہو۔

جہاں تک روز بروز استعمال بھڑکتے کا تعلق ہے تو سوچ کر بتائیے اور کوئی نفسی برائی ہے جس کا بازار سردار ٹریگا ہو۔ شیطان کی غنامت سے بازار معاصر کی گرمی اور ورق اور جمل پہل دن دو فری رات چوکنی ترقی پر ہے۔ مثلاً، زنا، شرطہ، لاطری، رشویت، غبن، چوری، دلکشی، حق ماری، سفاکی، قتل، کونسا جرم اور عیب ہے، جسے آج کی بازہ پرست تہذیب اور خدا بیزار سیاست اور نفس اگر یہ فکر و نظر میں چارچاند نہ لگا دیتے ہوں۔

آپ اپنے دوستوں سے اتنا ضروری بھجھتے کہ اسلامی قانون کے بات میں ان کے علم اور مطالعہ کا طبق اعراض کیا ہے۔ کوئی جاہل خواجہ فروشن یا رکشاپنر یا تسلی تصاویٰ سی ایسے فانوں میں ٹانک افرانے لئے جس کی ایک خodus ہیئت اور تفصیل پر ہزاروں معروف ہستہ دکلار، ماہرین قانون اور حج صاحبان متفق ہوں تو بتائیں اسے آپ فاطمہ عقل کے سو ایکا ہمیں کے۔ حلاوائی اور بھرھتی اخیر سائنس کی انجی پڑھنے بغیر خلائی راکٹوں اور چانر سا جمازوں کی سائنس پر تجوہ رانہ کلام و مانے لائیں تو بتائیے آپ انھیں جھپٹی اور کرما کے علاوہ کیا نام دیں کے۔

ٹھیک ایسی ہی صورت آج عام طور پر پانی جاہر ہی ہے کہ جاہل اور کُنڈہ نا تراش قسم کے لوگ اسلامی فقہ کی تعلیم میں صرف ہونے کے باوجود اپنے بڑے فکر اور فیصلوں اور فتویوں پر چاند ماری کرتے ہیں مگر انہوں کہ ان کے ہر یاں کو یکسرانا قابل التفات تو اور دینے کے عوض ہمارے ہی بہت سے بھائی انھیں اہمیت دینے لگے ہیں۔

یہ سوچت گرہ میں باندھ تھی کہ جب بھائی شخص کو محل افتانی کرتے دیکھیں یہ تحقیق ضرور کیجیے کہ جس مہمنوع پر وہ کام کر رہا ہے اس مخصوص پر اس نے کچھ پڑھا بھی ہے یا نہیں۔ اگر صاف یہ نظر آجائے کہ مخصوص پر اس درجہ اہم ہے کہ اس کی جہارت کے لئے لوگ سالہاں درجہ کاہل میں مشقت اٹھاتے ہیں مگر ان صاحبو نے کوئی مشقت نہیں

اس کے تعلق کردہ کارخانہ عالم کے عجائب میں پردازشہ نظرِ الالی وہ اس پر کیا چکا سکتا ہے کہ کوئی انسان بغیر باپ کے پیدا کر دیا گیا۔ خالق تو خالق ہی ہے۔ بغیر مان باپ کے پیدا کر دے۔ تھہر سے اونچی کو جنم دیدے۔ سرطے ہوئے کارے کا جسمہ بنانے اور اس میں روح ڈال دے۔ وہ کیا نہیں کر سکتا۔ وہ کن فیکوئی شان کا مالک ہے۔ پر شر پر قادر ہے۔ کتنے کم ظرف اور تنگ ذہن ہیں وہ لوگ جو کسی معمولی سے محاجز نہیں کر سکتے۔ پر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں اور عالم پر جو اسی میں اُن طفیل ہے نکتے ترکش لکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ پر شر تھے۔ اخھیں جو فرشتہ کہتا ہے جوک مارتا ہے۔ صین مغلن ہے کہ اس کی یہ بد ماغی ایک جن لئے کسی ایسی منزل تک بھی پہنچا دے جہاں حضرت علیؑ کو اللہ کا بیٹا مانا جاتا ہے۔ وتعز باللہ من شرور انفسنا۔

چھپکے ہیں تم کہا ہی کہہ لجیے

مسئول اُنہیں۔ اُنکے اقبال۔ کشمیر۔
بچے ایک نہ کاہتے ہے کہ آپ کی بے نیازی کا شکار ہوا ہوں۔ آپ ہی راسوان جو جعلی ایمبلنگ میں جھپٹ جکا ہے کو صرف ایک "چھٹلہ" سے تعییر کر کے ہیں جا لانے کی اور قارئین تخلی بھی جو اسے مطمئن نہ ہو سکے ہیں، تینکر سوال کی اہمیت کو آئے نظر انداز کیا ہے۔ اگرچہ سوال جن فقروں کا ہی تھا۔ ذاتی اطمینان کی دوسرے ایم بی، ایس نیگر ڈاکٹروں سے کہ کپا ہوں جھضوں نے اس نظر سے کی بیادی کر داکٹری ٹریموں سے غلط تابت کیا ہے۔

جواب:-

آپ اپنے سوال کو پھر غور سے دیکھئے۔ اس میں آخر اس کے دو اہم نکال کی کسی ڈاکٹر صاحب نے بلا کسی دلیل کے ایک لئو اور ذناب مشرع بات کہہ دی ہے۔ ہم نے اسے "چھٹلہ" کہہ کر خاصی رعایت برائی ورنہ تحقیقت پیرا کہ

قرآن کو جس نے پڑھا ہو گا وہ پری طرح جانتا ہے کہ تمام انبیاء بشری تھے۔ خصوصاً سورہ بنی اسرائیل میں تو اللہ نے قاعدہ کلیہ کے طور پر بیان کر دیا ہے کہ رسول اللہ نبوع سے بھیجا جاتا ہے جس نبوع کی طرف وہ بھیجا آیا ہے۔ اہل کفر ہر ابیر بھی بکو اس کرتے رہتے تھے کہ اللہ کو اگر رسول ہی بھیجا تھا تو کوئی فرشتہ بھیجا ہے تا سیہ کیا کہ بشر بھیجا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قلْ أَوْكَحَانَ فِي الْأَرْضِ لے پیغمبر اداہ نبادراروں سے مملکتہ پیسوں مظہعین کہہ کر اگر سبھ نہیں پر جانے لذَّلِكَ لَا عَلَيْهِمْ قِرْتَ انسانوں کے فرشتہ اہمیان کے السَّمَاءِ مَلَكَاتْ سُولَادَ۔ چل چڑھے پہنچے نبے نہ کہ ہم انسان سے کسی فرشتے ہی کو رسول ہنا کر بھیجنے۔

کیا اس حکمک آیت قرآنی سے صاف صاف یہ نہیں معلوم ہو گیا کہ خدا کی حکمت بالغہ کے تحت انسانوں کی اطراف انسان ہی رسول ہنا کر بھیجا جا سکتا ہے نہ کہ فرشتہ اور فرشتوں کی طرف کوئی رسول بھیجا جانا ضروری ہو تو بلاشبہ وہ فرشتہ ہی ہو گا نہ کہ انسان۔

اب اگر حضرت علیؑ کی پیدائش معجزہ از طبیر پر بغیر باپ کے ہوئی تو ایک کم غسل اور سیئے شعور آدمی ہی اس کے یہ معنی تکالی سکتا ہے کہ وہ فرشتہ تھے انسان ہیں۔ قرآن نے پیداشر علیؑ کا واقع مفتبلہ بیان کیا ہے۔ کیا وہاں کوئی ایسا افسوس ہے جس سے یہ سراغ لکھتا ہو کہ حضرت علیؑ پر شر نہیں۔ تھوڑے فرشتہ۔ تھوڑے ہمیشہ کی قشیدہ اور محبدی اور دودو ایسی سبتوں کا اعلان کر کے جس سے حضرت موصوف کی شخصی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اونچی بے احتیاطی صوفی حنا نے اختیار کی کہ کتاب اکھی کی محرز آیات اور تمام علمائے اہم کے متفق علم و عقیدے کو نظر انداز کر لے۔

خوب سمجھ لجئے۔ حضرت علیؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ایک معمولی انجماز قدرت ہے۔ معمولی اس معنی ہیں کہ جس نے اللہ کی ناتقابل تصویر قدرت کا احساس کر دیا اور

یہ پھر نہیں ترکھر کیا ہے۔ اس میں علمیت منظیقت کا کوشا پہلو ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جسے کوئی یہی کہے کہ ایک آن دلکھے خدا بر قین کرنے میں جس قدر عظیم نفعاتا ہیں انھیں بحثیت ایک داشور کے میں ہی جاتا ہوں۔

تعجب آپ پیر ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود اللہ اور رسول اور تمام نعمات کے امت کے فیصلے سے تو آپ کو کوئی اطمینان حاصل نہیں ہوا مگر علم دین سے بخوبی ایک ڈاکٹر نے یادہ گوئی کردی تو آئے اسے دانتوں سے بکڑ لیا اور پھر حنید اور ڈاکٹروں سے تصدیق کر کے اس تنجی پر ہنچ کر بات وہی درست ہے ڈاکٹر صہابہ جان کرہے ہے ہیں۔ گریادی الہی غلط۔ تمام اکابر میں امت کی عقلیں فاسدہ۔ سارا دفتر شریعت ناقابل اعتماد اور مستند ہیں وہ چنان ڈاکٹر جن کے علم کی ساری متاع غیر مسلم اساتذوں کے چند اسماق سے زیادہ بچوں نہیں معلوم ہوتا ہے آپ ایم۔ بی بی ایس کی ڈائری

سے مرعوب ہو گئے۔ برادر محترم! یہ ڈاگر بیان صرف پیٹ پالنے کے کام آتی ہیں۔ کسی میں خدمت حلمن کا جذبہ ہوتے ہے شک ان ڈاگر بیوں کے ویلے سے وہ مخالف ہند کو حصائی فائدے بھی پہنچا ستابا ہے۔ نیک جان نک علم شریعت اور حلال و حرام کا تعلق ہے ان ڈاگر بیوں والے عموماً حاصل مطلق ہوتے ہیں۔ آپ اگر تھوڑی سی بھتی عقل سلیم رکھتے ہیں تو سوچیے کہ شادی بیاہ کے لئے میزوں شتوں کا حال وہ اللہ ہمتر جان سکتا ہے جس نے حلال و حرام کشتوں کی پوری فہرست قرآن میں نازل کردی یادہ ڈاکٹر صہابہ جان سکتے ہیں جن کے علم کی مقدار اتنی بھی نہیں جسے سمند کے مقابلے میں قطروہ۔

ڈاکٹری طریقہ میں کیا بلہ ہیں؟ شریعت اسلامیہ دھی کے ذریعے آتی ہے اور وحی بس خطا کا امکان نہیں۔ ڈاکٹر ایک ظہی علم ہے۔ اس میں ہزار غلطیاں ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ یہ بات کہ دو بھائیوں کی اولاد میں مناکحت نسل میں نقص پیدا کر دے گی، آخر کس تفعیل ذریعے سے

جو لوگ اپنے ناپختہ علم، ناکافی عقل اور کچھ بھی معلومات کے تحت بلا تکلف ایسے دعوے کر گزرتے ہیں جو قرآن و حدیث کے صریح اخلاف ہوں وہ اس لائق میں کراچیں اہل کفر کے زمرے میں نہیں تو کم سے کم ان مشکلکین کے نمرے میں تو رکھا ہی جاتے جو ایمان اور کفر کے بیچ میں بعلت ہیں۔ آپ کے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:-

”اگر میں حق بحاجت نہ کرت کروں گا تو میری گردن اڑادھی جاتے ہیں۔“

یہ کسی سمجھدہ اور باشور آدمی کا قول نہیں ہو سکتا۔ کون ڈاکٹر نے ٹکا گردن۔ کیون ڈاکٹر نے ٹکا ہے ڈاکٹر صہابہ اپنے آپ کو اتنا اہم کیسے سمجھ لیا کہ انھیں نے حق بات ہی اور کھٹ سے کسی نے ان کی گردن صاف کی۔ ہم ہر ہمینے محلی میں حق باتیں ہی حوالہ قائم کریتے رہتے ہیں اور ہزاروں لوگ انھیں پڑھتے ہیں۔ ہماری بکردن بفضلہ تعالیٰ ابھی کا شانوں ہی پر قائم ہے۔

غور کیجئے تو اس جملے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے دل کا پور بول رہا ہے۔ دو بھائیوں کی اولاد دون میں مناکحت کا جواز شریعت اسلامیہ میں قطعی طور پر مسلم ہے۔ قرآن نے اس کی اجازت دی۔ عربیت نے اسے مبارح طہرایا۔ خود حضورؐ کے زمانے میں اس پر عمل ہوا۔ یہ بات ڈاکٹر صہابہ علم میں ہے نہیں انھیں ڈر لگ رہا ہے کہ انہوں اور رسولؐ سے زیادہ عقل مند نہیں کا ناظما ہو کرنے میں وہ اہل ایمان کی نفرت و بیزاری کا نشانہ بن جائیگے۔ حق کئے دا لے کسی بھی اس کی پیر و انہیں کرنے کے پاداش کیا جائے گی ہو گی ڈاکٹر صاحب حق کئے سے خوف زدہ نہیں بلکہ ایک ایسی بات کہنے سے خوف زدہ ہیں جو سراسر باطل اور ملکہ بغیر ہے۔

انھوں نے کہا:-

”ایک بھائی کا بیٹا ہو دوسرا سے بھائی کی بیٹی، ان دو کی شادی ہو گی جو نفس ان کی نسل پر علاقہ آئے گا۔ بحثیت ایک ڈاکٹر کے میں ہی جان سکتا ہوں۔“

چھپی جس کا حاصل یہ صول یہ تھا کہ اس کے پیٹ میں بچہ نماز پڑھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
ہم ایسی حماقتوں پر اپنا دناغ بھی نہیں کھپاتے۔
دین مکمل ہو چکا۔ اللہ کے آخری رسولؐ دین کے بارے میں سب کچھ بتائے گے۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ عجوبوں کے چکر میں وقت ضمایع کریں۔

تین قارئین تخلی میں سے نہ جانے کتنوں نے اخبارات کے لئے تھیجکر سوالوں کی بوجھا کر دی ہے اور ہم جبکہ پہلے ہمیں کہ چند سطور اس کے بارے میں سپرد قلم کریں۔
اول تو اخبارات میں یہ خبر بھی آچکا ہے کہ نکرہ خاتون اور اس کے شوہر چار سو بیس ثابت ہوتے۔ پاکستانی پولس نے جب ان کی شبیدہ بازی کا ذردار اذمداد را نہ جائزہ لینا چاہا تو وہ ایران کی طرف فرار ہو گئے۔

تامہم ایسا نہ بھی ہوا ہوتا اور اس قسم کا کوئی صحیح بہ واقعۃ ٹھوڑے میں آیا ہی ہوتا تو آخر اس میں پرشیانی کی کیا اس تھی اور بچارا کوئی متفقی اس سلسلے میں کیا اٹھایا۔ خیال کر سکتا تھا۔ جو حضرات یہ تصویر کرتے ہیں کہ یہ دنیا میں "مرے پہلا تھہا، انوکھا اور تیرت اکثر" واقعہ تھا کہ بہت بھی اور منصف نظر بھتھتے ہیں۔ کائنات میں جدھر نظر دلتے آناؤں سے آفس تک ذرا تدقیقات سے آسان اور جھرو راجم تک، ہر شے خالق کوں وہ کاں کی صفائی کا محیر العقول شاہکار ہے۔ خود انسان کا وجد، اس کی پیدائش، اس کی صلاحیتیں، اس کا اک ایک بال اس نے غصب کا اعلان کر رہا ہے۔ حضرت علیؑ بغیر پاپ کے پیدا کر دینے گئے۔ پھر وہ پالنے ہی میں گفتگو بھی فرماتے تھے۔ تو آخر اس میں کیا حیرت شدی ہے کہ وہ ہی علیؑ کا خدا جو کل بھی حی او قیوم تھا اور آج بھی حی دی قیوم ہے کسی عورت کے پیٹ میں بولتا بچہ پیدا کر دے۔ فریض کا زدن و شوہر نے تو صرف یہی ڈھونگ رچا یا کہ بچہ پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے اور تمام سوالوں کے جواب دیتا ہے اور بہب زبانوں سے واقف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ سی و قوت کی

ان طاکٹر صاحباجان کے علم میں آئی۔ سوائے وابھی خیالات اور اہلک پچھنچنیات کے اس کی نشت پر کیا ہے۔

آپ کا یہ فرمائنا کہ کی اور قارئین تخلی تھی جواب سے مطمئن نہیں ہو سکے ہیں، مزید حیرت پیدا کر رہا ہے۔ آخر آپ کو اور کسی قارئین کو بے اطمینان نہ کیا۔ آف کیا آپ طری ہے جس نے آپ حضرات کو مصطفیٰ گرد دیا ہے۔ اگر واقعی ایسے پچھلے لوگ موجود ہیں تو انہیں اطمینان دلانے کی حاجت ہی کیا ہے۔ کیا فائدہ ایسے لوگوں کے اطمینان کی قلکر ہے سے جن کی ذہنی حالت یہ ہو کہ کسی غیر مسلم اور طاکٹر کا چھپٹا ہوا بے دلیل اور لا عینی شکوفہ ااخیں پشم زدن میں خدا اور رسولؐ اور تمام علمائے امرت سے بارگان کر دے وہ ذرا نہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ ان طاکٹر صاحب سے زیادہ باخبر ہے۔ انہیں بالکل خیال نہ آئے کہ طاکٹروں کے نظریات وحی نہیں ہیں بعض قیاسات اور تحلیلات ہیں۔ وہ ذرا نہ چھیر کر جو چھپڑاکٹر مصروف نے کہلے ہے وہ سچ طور پر نہیں یا۔

لقول اپنے آپ کی طاکٹروں سے ذاتی اطمینان حاصل کرچکے۔ اچھا تو آپ ہی تفصیل لکھ کر بھجوئے کہ کیا لائیں ہیں دخوۃ نکرہ کے۔ کوئی خرابی ہے جو دو بھائیوں کی اولادوں میں مناکحت سے واقع ہوتی ہے۔ گفتگو چب ہو جب دعوے کی کوئی دلیل بھی سلم منے آئے۔ ہماری قسمت میں اگر سی ہے کہ بعض ایسی باتوں پر بھی بحث کریں جو غورت میں اپنی مثال آپ ہوں تو حلے یہ بھی سی ہی مگر دلیل تو معلوم ہو۔ یہ کیا کہ خالی دعویٰ لکھ کر آپ جواب دے اطمینان دونوں کے طالب ہیں۔

وہ جوابات جن کے سوالات حذف کر دیئے گئے

پیٹ میں بچہ نماز ادا کرتا ہے!

پھر دو نہیں میں انڈو یوشیا کی ایک خاتون زیرہ نامی کے متعلق دھڑادھڑا خواروں میں ایک بھی چڑی داشان

اس کی نسبت میں وہ مولانا مودودی پر بھی کچھ اعتراضات
بجا اڑ گئے۔

ستغفـر اللہ من ذلک۔ ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے
کہ ہر شخص کو اپنا مقام، اپنی قابلیت، اپنی عقل اور اپنے علم
کا ٹھیک اندازہ کرنے کے قیاس واستدلال کے گھوڑے
دوڑانے جاتے ہیں۔ یہ کیا جھالت ہے کہ علم دین کی ابجد
بھی نہیں پڑھی اور مولانا مودودی پر چاند ماری شروع
کر دی۔ ہم مولانا مودودی سے اللہ کی خاطر محنت رکھنے
کی بناء پر ان کا دفاع ضرور کرتے ہیں مگر یہ تو فمکن نہیں ہے
کہ ہر لغو اعتراض پر سر کھپاتے رہیں۔

جسے مولانا مودودی پر اعتراض کرنے ہے پہلے انکی تایید
پڑھے۔ ان کے مرتبے مقام، استعداد، انداز فکر اور موقف
و منصب کو صحیح اور پھر لا اس علیہ کے ساتھ اعتراض کرے
ہم جواب دیں گے۔ تجلی کے صدر ہاصفحات ان مباحثت
سے بھرے پڑے ہیں۔ لیکن ایسے حضرات کی طرف توجہ کرنا ہمارا
لئے ممکن نہیں ہے جو ہلدی کی ایک گمراہ خرید کیلئے آپ
کو پساری تصور کرنے لگتے ہیں۔

پوسٹ مارٹم

ضرورت کی بناء پر پوسٹ مارٹم جائز ہے۔ البتہ
ضرورت کا معیار اسلامی قانون کا اپنا جبراگانہ ہے۔
بہت سی صورتیں ایسی ہیں کہ غیر اسلامی قوانین تو ان میں پوسٹ
مارٹم کو ضرورت قرار دیتے ہیں مگر اسلام ضرورت کا دائرہ
اتساویت نہ کر سکے گا۔ مشائیں اور تھامیں یہاں اس لئے
بیکار ہیں کہ نہ تو یہ کوئی ذاتی اختیار کا مسئلہ ہے نہ اسلامی
حکومت قائم ہے۔ حکومت وقت کا قانون جس لاش کا
پوسٹ مارٹم مباح فرا رہے گا ہمیں خواستہ ناخواستہ اسے
ثبوں کرنا ہی ہو گا۔

الشہادہ وَ الْقَرْدِ حُسْبَان، الایۃ

قرآن یہ بتا رہا ہے کہ سوچ اور چاند کے لئے ایسا باب

سماز ٹھہتا ہو، زمین کے تختی خزانے ساتا ہو، جن ملائکہ
یک ٹی زبانیں جانتا ہو۔ پس مل کر بھی حضن اسیک
صنعت کو دگار کا مقابلہ نہیں کر سکتے کہ وہ حضن چدقلات
منی سے ایسی تخلوق پر اکرتا ہے جو ہر قوم کے ذریعے، جو اربوں
کھربوں کی تعداد میں سوئی کی نوب پر جمع کئے جاسکتے
ہیں باس دادوں کی بے شمار طبعی و ملنی خصوصیات بچوں
میں منتقل کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر عجور کیا ہو گا۔
اُس پودے کو دیکھتے جو پھر کا سینہ ہے تھر کر ابھر لے ہے
ایک نہایتی تجھے اس کی نرم و نازک دنھل کو انکلیوں سے
ٹکرے کر سکتا ہے تکہ یہی دنھل اس پھر کو توز کر
نکلے ہے جسے کہ الوں سے قوڑنا بھی ہر شخص کے بس کا
روگ نہیں۔ کیا اسے عمولی عجور کہیں گے؟

اور یہ جو خوش ہی نظر ہر کی گئی کہ یہ دا قعداً دیرست
دنما کے لئے ایک کھلا جلوخ ہے تو یہ بھی سادہ وحی کے
سوچھے نہیں۔ مادہ پرست ذہن اگر حضن عجائبات کے
مشادرے سے مادہ پرستی چھوڑ سکتا تو جیسا ہم عرض کر رہے
ہیں کائنات کا ذرہ ذرہ عجائبات ہی کا ذرہ۔ وہ
اس عجائب خانے کی موجودگی میں مادہ پرست ہی ہیوں
بنتا۔ آپ چودھویں پارے کا پہلار کوئ کھویں کر پڑھیں
جن دل کفر کے قلوب پر جھریں لگ جیں ان کی جاند اور
غیر مبدل مگر اسی کا نقشہ ان لفاظیں ہیجنچا گیا ہے:-
وَ لَمْ يَكُنْ لِّحَاجَةٍ لِّهُمْ أَبَا إِبَا اور اگر یہم ان پر آسمان کا کوئی
مِنَ السَّمَاءِ عَوْظِلَةٌ فَيَهْرُبُ درد اونہ بھی کھو دے اور وہ اس
عَيْرِ جُنَاحٍ لِّقَالَوْ إِنَّمَا میں دن دیاٹرے چڑھ جائیں،
شَكَرِتَ الْحَمَارَ تَ جب بھی وہ رایمان نہ لائیں گے
بَلْ دِحْنَ قَوْضَعَ مَسْجُورٌ ملکہ ہی بکواس کریں گے کہ ہماری
آنکھوں کو دھو کا لگ رہا ہے
بلکہ ہم پر جادو کا اثر ہو گیا ہے۔
اوہ بعض لوگوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ وہ اس

چھٹے کو ظہور مہدی والی احادیث سے جوڑ رہے ہیں پھر

مغربی در میں مگاہوں ہیں اگر کچھ اسلام سکھایا بھی جاتا ہے تو وہ نفی اور مصنوعی اسلام ہوتا ہے۔

پھر احوال میں جب بار عات مقبول و مردوج ہوں۔

— خصوصاً قبوری بار عات تو آپ یہ کہے تو قع کر سئی ہی کہ محترم پرنس ان سے باوٹ نہ ہوں گے۔ وہ اگر صفت کی کشتی سر پر کھکھ کر دوں پیدل چل کر کسی روضے پر جاتے ہیں تو ایسا وہ تواب ہی کھکھ کر کرتے ہیں اور ثواب اس لئے بحث ہیں کہ حقیقی اسلام سے بے خبر ہیں۔ رہے وہ مولانا حب جنہیں امورِ نیزی کا اپنی رج بنا کیا گیا ہے تو اگر وہ بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور خواجہ احمدی کے شاندار علاف ہر سال بڑے اہتمام سے روانہ کیا جاتا ہے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اول ذہن تیرے مولانا صاحب بھی فکر و فہم کی کوتاہی کے باعث ہر ہستی بار عات کو حسات تصویر کئے رکھتے ہیں اور برلنی اسکول کے نام پر ایک تقلی مکتب فکر بہارے بر عظم میں ایسا ہی پایا جاتا ہے جو شریعت قبوری کا دلادہ ہے۔ ہو سکتا ہے مذکورہ مولانا صاحب بھی اسی شریعت کی زلف گردگیر کے اسیر ہوں۔

اور اگر وہ عفت اور کچھ مختلف ریکھتے ہیں تب بھی نہیں اور مفادات کی فتویٰ بانگاہ پر عقیدہ و ایمان کی فتویٰ نہیں چیز تو نہیں۔ ہر دوں میں سچے اور پکے دوں طرح کے عملاء رہے ہیں۔ بزرگ اور شجاع۔ حریم اور قانع۔ پست اور بلند۔

جو اب تو ہمارا حصہ ہے کہ ایسے تمام افعال و اشغال بیعت ہیں۔ اب کوئی پرنس کرے یا مولانا، اس سے احکام شریعت ہیں فرق نہیں، سکتا۔

حرمت مصاہرات

مرد جس عورت سے نکاح کرے اور بھت بھی کرچک اس کی ماں اور بیٹی سہیت کے لئے اس پر حرم ہو جاتی ہیں۔

نکاح نہ کرے بلکہ زنا کرے تب بھی یہی بات ہے۔

— یعنی ان کی برفتار، گردش، اثرات و مضرمات سب ایک عکست بالغہ کے نظر میں پر وسیع ہوئے ہیں یہ نہیں کوہ الیٹ چلے جا رہے ہوں۔ پھر *التحجہ* وال *الحجہ* علی *الحجہ* فرمایا گیا۔ یہاں *حجہ* "ستائے" کے معنی میں نہیں بلکہ ہر یا لیں اور جھاڑ وغیرہ کے معنی میں ہے۔ شجر یعنی درخت کا اطلاق تو موٹے تنے داسے درازق پردوں پر ہوتا ہے، ہذا یہ بتانے کے لئے کہ صرف درخت ہی نہیں جھاڑ، ترکاریاں سبزہ، ہر چیز حکم ایسی کے تابع ہے الجم کا حفظ لا یا گیا۔

— زبانی کی سچی اور سمجھے کا مطلب تابع فرمان ہے نہیں ہے۔ جس طرح شمس و تمگر کی مجال نہیں کہ اللہ کی مقدار فرمودہ جیش و حرکت سے جو پرا مکیں یا یوں کہنے لگیں کہ اے اللہ ہم تو بے شمار سال سے چلتے چلتے تھاک گئے ہیں ب نہیں چلتے۔ نہ ان کی یہ مجال ہے کہ اپنی روشنی، حرارت اور نوع بہ نوع اثرات کے فيضان میں بخل کریں۔ اسی طرح درختوں اور ترکاریوں اور پردوں اور جھاڑوں کی یہ مجال نہیں کہ جن گوناگون منافع کے لئے انھیں پدا کیا گیا ہے ان کا دامن سیوط لیں اور حکمت خداوندی سے سر پر منحرف ہجاتیں ہیں اللہ نے شمس و قمر کا ذکر علیاً ہے کی تپیں میں کیا اور سچی شمس و سچی قمر کا سفلیات کی۔ علیاً میں شمس و قمر انسان کے لئے نہایاں ترسن اجرام فلکی ہیں۔ جب وہی ندرت خداوندی کے آٹے سجدہ ریز ہیں تو وہ سرے احسم ام فلکی کیوں نہ ہوں گے۔ اسی طرح استخارا اور پورے میلین اور جھاڑ تابع فرمان ہوتے تودریا اور سمندر، ہوا اور دیگر غماصر کیوں نہ ہوں گے۔ یہ امکان ہی ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اسے اطاعت اور سرکشی دونوں کا اختیار خطا کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کی بنا پر سزا و جزا کا مستحق ہو۔

پرنس مکرم جاہ اور بار عات

حیدر آباد کے پرنس مکرم جاہ حب لندن کے تعلیم یافتہ ہیں تو صاف معلوم ہو گیا کہ اسلام کا صفحہ علم انھیں حاصل نہیں۔

کے بعد تو کسی نماز کی اجازت ہی نہیں، حتیٰ کہ فجر کا وقت
نائم ہو جائے ابنا احناف نے جماعتِ فجر کو ہونے کے
بعد بھی سنتوں کا پڑھنا تجویز کیا۔

اگر مسجدِ جھپٹی ہے اور سی بھی گوشے میں تینیں پڑھنے
سے امام کی آواز کانوں میں آتی رہتی ہے تو اس سے قرآن کی
اُس آیت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی جسے احناف نے
امام کے تکھے سورہ فاتحہ نزیر پڑھنے کی ایک دلیل قرار دیا ہے
و اداً اقرع انقران فاستم عَوَّلَهُ وَأَقْتَسِوَرَ جب
قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف دھیان سے کان لگائے
رہوں اور خاموشی اختیار کرو، اس کا اطلاق مقتولوں پر تو
اس لئے لازماً ہوتا ہے کہ امام قرآن انھی کی سماحت تک
پہنچانے کے لئے پڑھ رہا ہے۔ وہ نماز میں ہیں اس لئے ان پر
فرض ہے کہ پوری توجہ اور سکوت کے ساتھ امام کی قراءت
ہیں۔ لیکن جو شخص ابھی شریک جماعت نہیں ہوا ہے
اس کے لئے کنجماش ہے کہ وہ دوستیں ادا کرے جھیلوں اللہ
کے رسول نے یہ حد امام قرار دیا ہے۔

مثالاً یوں بھیتے کہ گھر میں آپ بہ آواز قرآن تلاوت
کر رہے ہیں تو یہ آیت حکر کے تمام افسوس اد پر یہ لازم نہیں
کہ تک تمام کام کا ج چھوڑ کر وہ آپ کی تلاوت منتهی
جانیں۔ یہ ضرور ہے کہ اختراءً انھیں شور و غل سے پرہیز
کرنا جائیے۔ لیکن استماع و انصات ان پر واجب نہیں
ہے کیونکہ یہ تلاوت ان کے گوش گزار کرنے کے لئے نہیں
ہو رہا ہے۔

حدیث اور فرقہ

کیا ذی نہم عالم کی منتخب کردہ احادیث کا مطالعہ تو
الگ بات ہے لیکن یہ جو کتب احادیث کے اردو ترجمے جل
رسے ہیں یہ عوام کے لئے مفید نہیں بلکہ اکثر حالتوں میں ضر
ہیں کیونکہ ان میں تمام وہ حدیثیں موجود ہیں جو میں دین سے
قبل کے زمانے کی ہیں۔ دین تبدیل ہجاتا نازل ہوا۔ ایک زمانہ
تحاب جماعت کے بعد ادا کیا جا سکتا ہے مگر جماعتِ فجر

لیکن خوب یاد رکھیے کہ زنا کا ثبوت قواعد نشر عیہ کے
مطابق بہت معمoot ہونا چاہئے۔ محض شہرت یا عرض یہ بات
کہ فلاں شخص خلفیہ بیان کرتا ہے ثبوت زنا میں کافی نہیں۔
آخرت کی بات اور ہے۔ اللہ پر تو کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہاں
پرہر شخص کے اعمال کا ریکارڈ ہے اور کوئی گناہ اتنا ہاں
پرہر داری کے ساتھ کیا گیا ہو جب بھی اللہ کی عدالت
میں تو خود وہ اعضاہ اتنے فعل و عمل کی کو اتری دینگے جنہیں
بندہ عاصی نے گناہ کے سلسلے میں استعمال کیا ہے۔ لیکن
دنیاوی عدالت کا معاملہ جدا ہے۔ عدالت چاہئے آج
کی ہر یاد و اسلام کی۔ اسے ہر حال قانونی شہادت پر پہ
ضیصلہ کرنا ہوتا ہے لہذا جو شخص زنا کا لازم مضبوط
شوہاد سے ثابت کرنے کے وسائل نہ رکھتا ہے اسے چاہئے
کہ صبر و سکوت اختیار کرے خواہ اس نے اپنی آنکھوں سے
یعنی دیکھا ہو۔ اتنا رفیہ اس کا ضرور ہے کہ نکاح سے قبل
زنتیں کے سر پستوں کو ازاد خیر خواہی اپنے شاہد سے
سے طبع کر دے۔ اس پر وہ نکاح کو روک دیں تو بہت
اچھا۔ نہ روکیں تو اب اس شاہزاد ناکو خاموشی اختیار
کرنی چاہئے اور نکاح قانوناً درست مانا جائے گا۔ خواہ
باقیبار حقیقت وہ نادرست ہی ہو۔

فجر کی سنتیں

احادیث سے ثابت ہے کہ نماز فرض کے اول و آخر
میں جو بھی سنتیں تو کہ ہیں ان میں سب سے زیادہ مؤکل اور اہم
فجر کی دو سنتیں ہیں۔ اسی لئے احناف کا مسلک پیش ہے کہ نماز
فجر اگر کھڑی بھی ہو گئی ہر اور ہم یہ موقع کریں کہ دو سنتیں ادا
کرنے کے بعد میں جماعت کی دوسری رکعت کا رکوع میں
ہی جائے گا تو ہمیں چاہئے کہ امام سے زیادہ فاصلہ رکھ کر
سنتیں ادا کر لیں تاکہ ان اہم سنتوں کا ترک بھی نہ لازم آئے
اور جماعت سے بھی محرومی ادا ہے۔ دوسری نمازوں کی سنتیں
جہاں فجر کی سنتوں جیسی مولک نہیں رہاں یہ نسبت بھی ہے کہ
انھیں جماعت کے بعد ادا کیا جا سکتا ہے مگر جماعتِ فجر

پیری مریدی

جو شریعت پر پوری طرح عمل پیر اظفرا سے اور بدعاٹ سے
محتنب ہو اس کا مرید بن جانے میں کوئی حرج نہیں۔ صحیح اور
غلط راستوں کی شاندی ہی تو قرآن و حدیث نے کردی شیخ اگر
بعض ایسے وظائف بتاتا ہے جو قرآن و حدیث میں نہیں آئے
تو دیکھنا چاہیے کہ ان کے معانی کیا ہیں۔ اگر معانی تعلیمات شرعیہ
سے مطابقت رکھتے ہوں تو شیخ کا حکم مانجاۓ۔ مطابقت
نہ رکھتے ہوں تو شیخ سے متعدد بانہ طریقے پر تاویل دریافت کی جائے۔
اگر وہ کوئی ایسی تاویل نہ کریں جو عدم مطابقت کو نوع کر دے
تو الحمد للہ۔ نہ کریں تو ایسے وظائف کو معقول بنانا حرام
اور ایسے شیخ کا اتباع گناہ۔ اصل شے ہے قرآن و سنت۔
اس کے خلاف کسی کی تعلیم لاتیں اعتنا نہیں۔

وتر کے بعد و سجدے

خود آپ کی نقل کردہ عبارت میں یہ الفاظ موجود ہیں:-
”صلوٰۃ الوتر کے بعد دو سجدے جو آئیہ الکرسی پڑھکر
پلاڑہ ہند میں راحی ہیں ان کی کوئی اصل اخبار و آثار
سے نہیں ہے۔“

حیرت ہے اس کے باوجود یہ خیال آپ کو کیسے ہوا کہ وتر
کے بعد جو دو نفل ٹھہرے جاتے ہیں وہ نہیں پڑھنے چاہتیں۔
جو عبارت آئی نقل کی اس سے نظاہر از باطن ایسے تہیں
گزتا بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ ان دو فلفلوں سے
الاگستقل سجدوں کا ہے۔ سوال سے پہلے خود بھی اچھی طرح
غور کر لینا چاہیے۔

رسیت ختم الرسل

مہابت اور ہادی
منصب، مشن، شخصیت و کردار
عمازدھی سے بھرت تک
اسلامی ریاست، آغاز، کشکش، احکام

ایک وقت تھا جب نماز میں کلام کرنا اور اداء حرمادھر کیخنا
بھی منوع نہیں تھا۔ اب احادیث کے ساتھ وقت، تاریخ
اوپر اظفرا پیش منظر تو موجود ہوتا نہیں اس نے عوام الحضور
کا شکار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازین اور بھی باریکیاں ہیں تھیں
بھیغیر احادیث کے ذخیرے سے کماحت فائدہ اٹھانا ممکن
نہیں۔

اس تہیک بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ ہر سلسلے میں اپنے فقہاء
کی رائے معلوم کرئے اور اسی پر چلتے۔ دو سجدوں کے درمیان
بیٹھنے کی مدت ہو یا کوئی بھی اور مسئلہ۔ براہ راست حدیث
سے اخذ نہ کریجے کیونکہ آپ نہیں جانتے حدیث کس وقت کی
ہے اور دوسرا احادیث سے اس حدیث کا کیا مفہوم متین
ہوتا ہے۔ فقہاء نے ہر سلسلے میں تمام متعلق احادیث
آیات پر نظر کرنے کے بعد نہایت فکر و تدبیر سے قاعد و احکام
کا تعین کیا ہے۔ ان پر بھروسہ ہی عوام کی عائینت ہے۔
دو سجدوں کے درمیان بس اتنا بیٹھنا کافی ہے کہ اٹھیں
سے بیٹھنے کی بہت بن بلشے۔ توقف کی ضرورت نہیں ہے۔
آج کل دیسیے بھی امام کو نماز مقصود پڑھانی چاہیے۔ رکوع و
سمود میں تین یعنی بار سبع کافی ہے۔ قمه رکوع کے بعد کا
قیام، اور دو لوں سجدوں کے درمیان کا بیٹھنا بس اتنا ہی
ہونا چاہیے کہ قیام اور قعود کی ٹھیک بہت بن جائے۔
دیر مذاہب نہیں۔

اگر کسی کے نزدیک امام اتنی تیز رفتاری سے نماز
پڑھاتا ہے کہ جامگہ درود کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو اسے
چاہیے کہ مناسب انداز میں امام کو اس پر توجہ دلاتے۔
اماں پھر بھی اپنی روش نہ چھوڑ رے تو اس شخص کے لئے مناسب
ہے کہ کسی اور سجدوں جماعت پڑھے جیاں اس کے نزدیک
امام اعتماد اس سے نماز پڑھاتا ہو۔ لیکن یہ ہرگز جائز نہیں کہ
جماعت چھوڑ کر تہماز پڑھے۔ بھانس کے باوجود امام
تیزی قائم رکھتا ہے تو مقتدی بری الذمہ ہو۔ اسے پورا ہی
نواب مختار ہے گا۔

”اُنہا سست کہ بر مارست۔ یہ سب کچھ ہمارے اپنے اعمال کی تہذیب ہے
کہم پر کفر و الحاد کی تاریکی کات میں ہما سبست الام سے بھر پور رات
سلط ہو گئی ہے۔ خدا ہی جا سلبے اسکی سوکب ہو گئی لیکن بہر حال
ہمیں اپنے گناہوں اور کفر و نعمت کا تقدارہ دینا ہے۔“

سینئر و نجار ای خویں سرگزشت

۳۵

نہیں، وہ تو خلیل خدا کو اقتصادی بدحالی سے نجات دلانا
اور ہم سرمایہ داری کو مشنا چاہتے ہیں۔ سید جلال الدین اُن
کے اس دام فریب ہیں گرفتار ہو گئے۔ سفیرہ اُن سے دریافت
کرتے ہیضت، سو شلزم اور کمو نزم کے پارے میں کسا ارشاد
ہے؟ تو وہ یہی جواب دیتے کہ ان کا علق صرف مال و
دولت کی مساوی تقسیم ہے۔ مذہبے اُن کا کوئی واسطہ
نہیں۔ اب جو جلد ہے اپنی آنکھوں سے اسلام اور دیندار
لوگوں کا خشنود بیکھانا کو نہیں کی اس فریب دھی بیر اُن کا
خون کھوں اٹھا اور انہیں پتھر چلا کر ہاتھی کے دانت کھانے کے
اور میں اور دکھانے کے اور، سو شلزم اور کمو نزم ایک تھیلی کے
چھے بیٹے ہیں۔ مارکٹ نظریے کے مطابق خدا و غیر کا تصمیع
نہ صرف لوگی ہے بلکہ انسان کے حق میں افیون کا کام کرتا ہے
اور اس کا قائم قمع پاری مکا اولین فرضیہ ہے، لیکن اب پانی
سر سے گز رکھا تھا۔ کوئی نہ اُن کی تائید و حمایت حاصل
کر کے اپنے پنکھ ملت اسلامیہ ترکستان کے جسد میں بہت

پیرا فغانی حضرت سید جلال الدین ماموں سے طربی پر شانی
کے عالم میں رخصت ہوتے۔ نہتے گے ”تین کچھ تات کے
لئے بخارا جانا چاہتا ہوں، زندہ رہا تو وابسی پر ملاقات
ہو گی۔“ تقریباً ڈر طھ جیہنے کے بعد واپس آئے۔ اخنوں نے
صورت حال کا بینفس نفسیں جائزہ لیتے کے لئے بڑا لمبا
دورہ کیا۔ شہر سبز سے کتاب اور کتابے کو ہستانی علاتوں
کا دورہ کرتے ہوئے دروازہ پنجے چوڑا ریسے آموکے بنیع
پیر راقع ہے۔ پھر حصہ، بالکلیسوں، لٹکن آتا اور غذر اور ہوتے
ہوئے قرشی گئے۔ جس شہر اور بستی سے گزرے سو شلکھوں
کی اسلام دشمنی کی تھی داستان سنی، قرشی سے بخارا کا تصد
کیا تو سو شلکھ طحیہت نے جانے نہ دیا۔ جنا پچھے بخارا سے
اپنے ایک معتمد سا تھی کو طلب کیا اور وہاں کے حالات سے
ڈر ڈر ڈر اہ کے اس دورے نے پیرا فغانی کی آنکھیں کھوئی
دیں۔ انہیں کوئی نہیں نے باور کیا ایسا تھا کہ سو شلکھ میا کمو نزم
محض ایک اقتصادی نظام ہے۔ مذہبے انہیں کوئی دشمنی

شوریدہ سرقرا درے کر سخت ترین سزاۓ دی تھی بعض کو بھائی پر لٹا داتا تھا، سادہ لوح اس فریب میں آگئے۔ وہ مسٹلٹ حکومت کو قے صبور گردانستہ اور کہتے کہ یہ چند سرخپرے بدمعاشوں کی کارستانی تھی، اگر حکومت کا اس میں ہاتھ ہوتا تو وہ ان بدمعاشوں کو مزرا کیوں دیتی؟

عوام کو مزید تعقین کرنے کے لئے کوئی نہیں ایک تھکندا اور اختیار کیا۔ ہر شہر میں محلہ وار کمیٹیاں قائم کیں، ان کمیٹیوں کا نام بھی عرب رکھا گیا "اصحاب العدل" یعنی عادل اور انصاف پسند لوگ۔ بظاہر ان کا کام بڑا انسک تھا۔ یہ لوگ اپنے محلے کے باہم جھگڑوں اور شکر بخیوں کو ڈور کرتے ان کے درمیان سیل ملاپ کرتے۔ اس طرح بھولے بھالے عوام کو یہ تاثر دیتے کہ وہ تو بڑے انصاف پسند اور احترم لوگ ہیں، فتنہ و فساد سے نفرت کرتے اور امن چاہتے ہیں لیکن ان کا اصل مقصد مختلف والوں کو کوئی نہیں کرنا تھا۔ ان کمیٹیوں کے ارکان بالعموم محلے کے نامی گروہ ایج او باش اور ماں بائی کے ناظران نوجوان ہوتے تھے، ایک ممبر کمرنٹ پارٹی نامزدگی اور وہی اپنی کمیٹی کی سرگرمیوں کی نجگرانی کرتا اور ان کی پریورٹ بڑی باقاعدگی کے ساتھ پارٹی اور پولیس کو بھینتا۔ اگرچہ ان کمیٹیوں کی ہمیت ترکیبی انجین بے نقاب کرنے کے لئے کافی تھی۔ تاہم سادہ لوح لوگوں کی پچھلی نہ تھی۔ وہ اس فریب میں مبتلا ہو گئے کہ ان کمیٹیوں کے ذریعے ایک اچھے کام کا آغاز ہو گیا ہے۔ زیادہ ندامت نگزی تھی کہ ان کی اس خوش نیجی کا پردہ چاک ہو گیا اور وہ اپنے معاملات ان کے پاس لے جانے سے گرفتار کرنے لگے۔

پارٹی کی بیانات کے مطابق ان کمیٹیوں اپنے اپنے محلے کے باشندوں کو تعلیم نکر دہم اور عقیدے کی بنیاد پر تخفیف گروہ ہیں میں تقیم کر دیا، پھر بڑے دسجع پیانے پر یہ جائزہ لیا کہ ان ہر دوں اور عورتوں میں سے کون حکومت کے کام کا ہے، کون پارٹی کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے، کس کو زور و نزد اور ترغیب و تہذیب سے قابو میں لا یا جا سکتا ہے اور کون لوگ ایسے ہیں جو کسی صورت قابو میں نہیں آ سکتے۔ کمیٹیوں نے لوگوں کے

گھرے چاٹ رکھ کر تھے۔ اب انجین اپنے ملک افغانستان کی نگہ را منگیر ہے جہاں کو نژم کے گماشتہ ان کے نام پر (پنی) ویسے کارروں میں صروف تھے۔ انہوں نے افغانستان جانے کا نیصلہ کہ لیتا کہ وہاں کے مسلمانوں کو کوئی نہیں کے جعل و فریب سے آگاہ کر سکتیں، چنانچہ امامین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس دورے میں جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اور لوگوں سے سنا تھا تا تفصیل بیان کیا مسلمانوں کی بیماری اور دین اسلام کی کس پیری کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آواز بھر اگئی تھی، ہٹے ہٹے:

"حضرت، ہجرت فرض میں ہو گئی ہے، آپ بھی رخت سفر باندھیں اور میرے ساتھ چلیں۔ آج تک آپ میری خاطر مدارست کرتے رہے ہیں، اب میں آپ کی خدمت کر دوں گا۔"

امین حضرت بڑے سکون سے پیر افغانی کی باتیں سنتے رہے، پھر یا یا:-
"خوکستان کے علماء اور خواص فیصلہ کر چکے ہیں وہ ہجت نہیں کریں گے، اپنے عزم کو نہیں چھوڑ دیں تھے اور آخر دم تک ان کے ساتھ رہیں گے" پیر افغانی نے امین حضرت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور روتے ہوئے بولے:-

"اب میں اپنی زندگی مسلمان ملکوں کو اس خطراں کی نفع سے آگاہ کرنے کے لئے وقف کر دوں گا۔ سلام اللہ علیکم" پیر افغانی رخصت ہوتے تو فضا بڑی بوجھل اور غنا تھی۔ (۲)

اس سارے عرصے میں ہیں شہر سبزی میں تیمیریگ کے پاس مقیم رہا۔ حالات بظاہر معمول ہے آنکھ تھے، لوگ اطمینان سے اپنے کاموں میں صروف تھے۔ ڈبرہ دوہا پہلے کے خونیں واقعات ذہنوں سے جو ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا ہے خلاف اسلام اقدامات محض اتفاقی خواحت تھے۔ ان کے پیچے نہ تو کوئی سوچا سمجھا منصوبہ تھا اور نہ حکومت کا ہاتھ بسوش لفت حکومت نے مسلمانوں کو بے توف بنانے کیلئے چنگوں والوں کو

ان کشیوں کے حقیقی خدو خال کا پتہ مجھے ایک گھنٹوں
یعقوب چرخی کے ایک امام صاحب بے چلا۔ یہ گاؤں شہر
سپز سے تقریباً ۱۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں کے لوگ
قیبلہ کناگاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان دنوں ہم چار طبقاً
شہر سپز کے گرد نو ارج کا دورہ کر رہے تھے۔ جب ہم یعقوب
چرخی پرچھ تو امام صاحب کسی شادی میں شرکت کے لئے گئے
ہوئے تھے۔ کوئی آدمی رات کے قریب والپس آئے۔
مسجد ہی میں ملاقات ہوتی۔ بڑے پاک سے ملے جو شخص
یہ تیرہ چلا کہ ہم حضرت خوندی کا خواہزادہ ہیں تو ان کی
اس گمراخوشی میں عقیدت کا جذبہ بھی شامل ہو گا۔ امام صاحب
نے اپنی داستان میں صحت بڑھنی تفصیل سے بیان کی، کہنے لگے
”ہم تو حالات پرخون کے آنسو بہار ہے ہیں میں اس
مسجد کے علاوہ چار اور مسجدوں کا امام بھی ہوں۔“

”وہ کیسے؟“ میں سوال کئے بغیر نہ رکتا۔

”اس طرح کہ لوگ اب ناز نہیں پڑھتے، بل شادی
بیاہ، موت فوت اور جنائزے وغیرہ کے موقع پر امام کی
ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے فصل کئن پر گتم وغیرہ مل جاتی
تھی، اب چار پانچ سال سے کوئی ٹوٹوں نے امام مسجدوں کے
لئے فصل کا خصوص حصہ کم کر دیا ہے۔ چنانچہ پانچ سو ماں
کی آمدی مل کر بھی پوری نہیں ہوتی اور فاقوں پر فاقہ کرنا
پڑتے ہیں۔“ امام صاحب نے کہا۔

آدمی رات گزر چکی تھی۔ ہر طرف خاموشی طاری
تھی۔ میرے ینہوں طالب علم ساتھی محوا کے باشدے تھے
ان کی دنیا بیس شہر سپز تک محدود تھی۔ انہوں نے اخبار کی
شکل تک نہ دیکھی تھی۔ انہیں نہ تو گرد پیش رونما ہونے والے
یاسی واقعات سے کوئی دلچسپی تھی، نہ وہ بھی کسی مجلس ہیں شریک
ہوئے تھے۔ ہماری گفتگو ان کی سمجھ بے بالاتر تھی۔ چنانچہ وہ
سو گئے۔

”او صحنِ مسجد میں چل کر بیٹھیں تاکہ ان لوگوں کے ارم میر
خلل نہ ہو۔“ امام نے کہا۔ چنانچہ ہم دونوں باہر صحنِ مسجد میں
بیٹھ گئے اور باتیں ہونے لگیں۔ امام نے بتایا:-

بہمی تعلقات، دستیوں اور دشمنیوں کی چجان بین بھی کی اوپری
تلہ ابیر بھی۔ یہیں جن کے ذریعے ان کے اندر انتشار افراق
پیدا کر کے انجین ایک دوسرا کے خلاف استعمال کیا جاسکے
”اصحاب العارل“ کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ وہ علماء پر تفسیر
رکھیں اور ان کے متعلق تمام ضروری معلومات پولیس اور باری
کو فراہم کریں۔ ”اصحاب العارل“ نے اپنے فرانچ بھری خوبی
سے انجام دیتے۔ جلد ہی ہر شہر اور ہر محلے میں ایک ایک شخص کے
باڑے میں مکمل معلومات پولیس اور پارٹی کے دفتر میں جمع
ہو گئیں۔ ہر شخص کی فائل ہل کری جس میں اس کا نام، حدود ب،
رشتداروں کے نام، پیشہ، خیالات اور رجیسٹریشن جی کی مزاج اور
طبعت کی ساخت اور طور اطوار اتنک کا نام کرہ تھا۔ رفتہ رفتہ
ان کشیوں کی کارکردگی کے نتائج سامنے آنے لگے۔ کوئی نہیں
ارد گرد وہ قسم کے افراد جمع ہو رہے تھے۔ ایک تواد باش،
لا ابائی پیٹے علم اور جاہ پسند لوگ جن کا کام ہی دوسروں پر عرب
کا شکنا ہوتا ہے۔ دوسروں کے عالم دین اور صوفی کمال نے والے
وہ ”بزرگ“ جن کا علم حجروں سوجہ بوجھ بالکل سطحی اور کردار
بے حد کمزور اور بودا تھا۔ لینن نے ایک بار کہا تھا۔ ”مشرق ہیں
ندہبک دروازے سے آؤ۔“ اس بہادت پر بہاں ٹھیک ٹھیک
عمل ہو رہا تھا۔ ترغیب و تحریک اور مختلف تھکانوں سے
ہر جگہ چلت۔ نہ ہبھی لوگوں پر قابو پایا گیا۔ ان میں بڑے
بڑے زادہ و عابد صوفی اور ملا تھے۔ شکل و صورت میں
مومن قائنست، چھروں پر بڑی بڑی داڑھیاں پیشانیوں پر
چمکتے ہوئے سیاہ تھے۔ یہ لوگ ایک طرف سو شلزم اور
کوئنہم کی حیات میں قرآن و حدیث کے حوالے سنتے اور
صحابہ کرام کی زندگیاں پیش کرتے، دوسروی طرف سو شلزم
کے مختلف عملی کوہرے ایک داروں اور جاگیر داروں کا جنگل
قرار دیتے۔ اس طرح جن علاقوں میں علماء تک نہیں
مرصوص بنے اسلام کا دفاع کر رہے تھے وہاں بھی انتشار
پھیل گیا۔ عام مسلمان دلکھروں میں بڑے تھے۔ مسلمانوں کی
دینی و تہذیبی زندگی پر کوئی نہیں کوئی مغلیوں کی مزاہمت کو
شدید تقدیران پہنچا۔

میں شانگ اڑائی تو جیل بھیج دیے جاؤ گے۔
امام صاحب حبنتے آہ بھری اور کہا:-

"اس کمیٹی کو وجوہ میں آئے مشکل دو جیسے ہوئے ہیں،
نیکن کئی خیم حشر ہر کپڑے نہیں اور پارٹی ٹوپی جیسے جا چکے ہیں۔
ان میں ایک ایک شخص کے کوائف درج ہیں۔ ملنا اور دین اور
لوگوں اور ان کے ساتھ میں جوں رکھنے والوں کے مکمل تعارف
نے سب سے زیادہ جگہ لی ہے۔ ان کے حالات میں یہ بھی لکھا گیا
ہے کہ کون کون لوگ ان کے مختلف ہیں اور ان مختلفین سے
کیا کام لیا جاسکتا ہے۔"

میں نے ماموں حضرت کے متعلق دریافت کیا، مکینے لگے۔

"ان جیسے بڑے لوگوں کے کوائف ان کے نام اور لدابت،
سید اش، مکمل ہتھے اور پیٹھے تک محدود رکھے گئے ہیں، علاقے
تیشنی کو بڑا سیت کی جگہ سے کہہ دہ ان کی حرکات و سکناں پر
نظر رکھے۔ اسے ماموں جان کو سخت خطرناک روحانی قرار
دے دیا گیا ہے اور تماں کمیٹیوں کے نام حکم جامی ہوا ہے کہ
ان سے ملنے جعلے والے لوگوں سے خبردار رہیں۔"

اب نیٹس نے فرغانہ، سمرقند، بخارا اور قرشی وغیرہ
پر جو کچھ گزیری تھی اس کی مکمل رواداد کہہ دیا۔ میں نے یہ
بھی تایا کہ پیر افغانی سولسلہ میں کے فریسانے آگاہ ہو کر ایغاثت
چلے گئے ہیں۔ امام صاحب حیرت سے بولے:-

"یہ تو محجزہ ہوا پیر افغانی، غازی امان اللہ خاں کا
مرشدزادہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، سولسلہ میں کا مرشدزادہ
حامی ہی نہ تھا بلکہ کہتا تھا سو شلزم، انسان کو دنیا ہی میں اعلیٰ
علیتیں دی جاتیں، میں یہ بخا دینے والا نظام ثابت ہو گا۔"
امام صاحب حبنتے اٹکے روز میں بڑی شفقت بھر گذبات
کے ساتھ رخصت کیا۔

ٹھیک اس زمانے میں کم نہیں تھے علماء پھر ٹھانے
و نجیس ایک دوسرے کے خلاف صفت آرائیں اور ملکی حالات
سے ان کی توجہ ہلانے کے لئے ایک نیا کھیل کھیلا جو ملک مولی
آن کے آئے کاروں پر چکے تھے، وہ فرمی اختلافات کو ہموار دینے
اور جو چوتھے چھوٹے بنے مقصد مسائل پر زور بیان صرف کرنے

"ڈبلیو ڈو ماہ سے ہے حکومت نے شہر شہرا اور گاؤں کاوس
میں محلہ وار کمیٹیاں قائم کی تھیں۔ ایک کمیٹی یہاں بھی قائم ہے
وہ سب سے شہروں کے متعلق تو تھے کچھ خوب نہیں۔ ہمارے گاؤں
کی کمیٹی میں سب کے سب اپواش اور جھٹپتی ہوتے غنڈے
مشریک رکھتے گئے ہیں۔ ایک شخص بھی معقول نہیں ہے۔ کسی کو
لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ چنانچہ اپنی تمام روشنیں مجھ سے لکھوٹتے
ہیں، حالانکہ میں اس کمیٹی کا سبھی فہمی نہیں ہوں۔ مجھے ان لوگوں
نے ہمکی دربے رکھی ہے کہ کوئی بات باہر نہیں نہ پائے تو
اس کا خیازہ بھائتو گے۔"

"آپ کو یہ لوگ کیا دیتے ہیں؟"
کچھ نہیں، بس زبانی طور پر یہ خمامت دے رکھی ہے
کہ تھیں حکومت کی طرف سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچ گی۔
ہاں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تھار انماں روحانی لوگوں کی ہمروست
میں شامل نہیں کیا جائے گا۔"

امام صاحب خاص حصہ بھدار رکھتے، از خود رکھنے لگے:-
”دین ہیں نہیں نہیں باقیں داخل کی جا رہی ہیں جن کا یہاں
بھجو چلنے پڑیں۔ حکومت ان بالتوں کی حمایت کرتی ہے۔
اگر کوئی شخص لوگوں کو ان سے باز رکھنے کو شوش کرتا ہے تو
اُس کو جرم گردانی ہے کہ تم نے آزاد شخص کے ذہن کو مقید
کرنے کی کوشش کی، تم مشتموم زور (غمڈے) ہو۔“ امام صاحب
نے مثال بھی دی۔ ”طوافِ قبور ہمارے ہاں بھی مروج نہیں
رہا،“ لیکن اب بڑے زور شور سے ہونے لگا ہے۔ اس کا افاض
کس طرح ہوا؟ یہ بھی سن لیجئے۔ گاؤں کے ایک آدمی نے
خواب دیکھا کہ اُس کے حروم مرشد فرما رہے ہیں کہ ان کی
قبر کا طواف کرو۔ چنانچہ اُس نے طواف شروع کر دیا۔ قبر
پر ایک مجاہد رکھا اور زائرین کو بھی اپنے مرشد مرحوم کی
وصیت سنائی اور انھیں طواف کرنے پر بھجو کیا۔ اس طرح
سلسلہ چل نکلا۔ وہ شخص کون تھا، گاؤں کا رسے پڑا بیدمعاش
اور اصحاب العدل کا سرگرم مرکز۔ پہلے ہیں لوگوں نے
جب اُسے ٹوکا تو اُنھیں کمیٹی کے سامنے بیش ہونا پڑا۔ کمیٹی
نے سرزنش کی اور کہا کہ آشتہ لوگوں کی آزادی فکر و عمل

مدارج سلوک

ڈاکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب۔ موصرع نامے
ظاہر ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کے لئے مفید ہو گا۔
قیمت مجلد سیسی پانچ روپے
چالیس پندرہ تین

بدعات کے رو میں ایک دچھپ اور کار آمد
کتاب۔ قیمت سیسی ہے پیسے

صد سالہ تاریخ دارالعلوم دیوبند

بین الاقوامی شهرت رکھنے والی عظیم درسگاہ "دارالعلوم دیوبند" کا جامع تعارف اس کے موجودہ سنتم مولانا محمد طیب صاحب کے ذمہ میں ہے۔ اس کے مطالعے سے آپ اس درسگاہ کے تمام احوال و کوائف سے پوری طرح واقف ہو جائیں گے
عمارتیں کے بہت سے قوڑی مکانیں شامل کرتا ہے۔

قیمت سیسی ڈھانی روپے

محمد بن عطاء مام اور ان کے علمی کارنامے

چاروں ائمہ اور امام بخاری، امام سلم، امام ترمذی، امام نافی، امام ابن باجہ اور امام محدادی کے علم و تفاسیر
علمی کارناموں اور اوسہ و کردار ایک محققانہ تالیف آپ
کی معلومات میں بیش بہا اضافے کا موجب بنتے ہیں۔ مجلد ۲/۵

کیا جماعتِ اسلامی حق پر ہے؟

دنیا بھر کے علماء و فضلا کے فتوے اور
فصیلے ایک ایم کتاب جو مختلف دسوانق
ہر ایک کے لئے مفید اور دچھپ ہے
قیمت سیسی سارے تین روپے

مکتبہ تبلیغی دیوبند یونیورسٹی۔

لگے۔ بے شک یہ اختلافات یہی بھی موجود ہے اور یہ ذہن اور
کوتاہ نظر رکھنے والے ملکان میں اُبھے رہتے تھے، لیکن سعدی دار
علماء ہمیشہ ان سے دامن بچاتے اور مدھلت کر کے انہیں
وسيع تر دائرے میں پھیلنے سے روک دیتے تھے۔ اب کے جو یہ
لئے شروع ہوئی تو طبعتی ہیں جلی گی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ نظر
آنے لگا جیسے اس ملک کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اسلام اور
اسلامی زندگی کا گلہ گھوٹنے کے لئے جو پہنچ استبداد برپا
رہا ہے اس سے کیسے بچات پائی جائے، بلکہ یہ ہے کہ مجھے
کے بعد اختیاط پیشیں (ظہر) پڑھنی چاہیے یا انہیں تحصل
میلاد میں قیام جائز ہے یا ناجائز، نماز میں انعامات
کے دور ان انکشافت شہادت اُٹھانی چاہیے یا انہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں، حضورؐ کے الدین
کو کافر کہا جائے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ہر طرف معزز کارزار
گیرم تھا۔ جن مسجدوں میں مسلمانوں کو منازل پڑھنے کی اجازت
نہ ہی وہاں ان سماں پر زور دشوار سے مناطرے ہو رہے
تھے کوئی نہیں کا یہیں بے حد کامیاب رہا۔ علماء کی خاصی
طبری تعداد اصل دشمن کو بھول کر آپس میں ابھر گئی اور عوام
کی توجہ بھی "اصحاح العدل" کی کارستانیوں پر ہٹ گئی۔

بزمِ پیغمبر

حضر صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس تذکرہ اس انداز میں
کہ بیشتر سماں اور نصائح اور دینی تعلیمات سے واقفیت
ہوتی چل جاتی ہے۔ قیمت سیسی سوار و پیہ ۱/۲۵

جاڑہ تراجم قرآن

دنیا میں کب اور کس کس زبان میں قرآن کے ترجمہ
ہوئے اس کی تحقیق و تفصیل۔ مترجمین اور شارحین کے
نام۔ بہت عمدہ معلوماتی کتاب ہے

قیمت سیسی سارے تین روپے

مکتبہ تبلیغی دیوبند یونیورسٹی۔

بحمد اللہ منی خاتم

حکیم فرید الدین صاحب

آدم کے دو بیٹے

آپ نے قریب بھی نہ سنا ہو گا کہ جو مسلمان
کسی پیر کی بیعت کئے بغیر مر جائے وہ
جنمی ہوتا ہے ۔ کیا آپ نے کسی
بیعت کی ہے؟

”بھے اپنے جنمی یا بیشتر ہونے کا
زیارت فلک نہیں ہے قاری صاحب ۔
میں قصیر اتنا جانتا ہوں کہ محمد صنایر
پڑوسی ہے ۔ وہ دو ماہ سے بستر عالم پر
ہے۔ اس کے پاس علاج کیلئے پسند ہیں
ہے۔ میرے پاس جتنی بخشنوش بھی درود رکھا۔
اب ڈالفرنے اس کے لئے انجکشنوں کا
ایسا کورس تجویز کیا ہے جس کی تکمیل میں
قریباً سورج پے حزیق ہوں گے ۔ میرے
اندر سور و پول کی بخشنوش بھقی تو آپ سے
مد کی گزارش ہرگز نہ کرنا تھیں تو میں نے

قاری ایساں نے اگار ان میں پہ
توکی بھردار اٹھی کو روپال سے پوچھ کر فرمائے تھے
”دیکھے مرزا جم الدین صاحب صدر قرآن خیرات
کی فضیلت مجھے بھی معلوم ہے مگر ایسے شخص کو
خیرات فریما سیرے نہ رک جائز نہیں ہے
جود اٹھی مونند تاہو ۔ آپ مجھ سے
ایک گناہ کی فرمائش کرو رہے ہیں۔“

مرزا صاحب کے ہے پر مایوسی
کے آثار نظر آئے ۔ ”شریعت کا علم
تو آپ ہی کرہے قاری صاحب ۔ لیکن
میں نے آج تک نہیں سن کہ قابل اسناد
ہونے کے لئے دلائل بھی ایک لازمی شرط
ہے ۔“ مرزا کی آواز میں بے سی بھی تھی اور
مضتمل ساطر بھی ۔

”آپ نے سنا ہی کیا ہے جواب ۔“

جب وہ چلی گئی تو میں نے چوہی کمپنیت سے کمیش لکھا اگر اس میں بارہ ہیں نکلے۔ ان بارہ میں سے دو چھوڑ کر دس میں سے جیب میں ڈالنے تھے کیونکہ آئنے والے اتوار کی پونک کے نیزے پاس چھوڑی کرنا بھی نہیں تھا اور یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی دستی سوال دراز کرنے پر وہ آسانی سے مجھے کچھ دیکھی حالات ہی ایسے تھے۔ دس میں روپے اس نے نہ جانے کس کس طرح پانی پانی کر کے جمع کر لئے ہوں گے ورنہ تنخواہ تو آدھے ہی ہمینے میں داع مفارقت دے جاتی تھی۔

قاری ایساں کے بارے میں فقط اتنا آپ کو بتا دوں گے مجھی پیاس بیکہ زیاد تھی۔ دو باعث تھے۔ چار دو کافی تھیں۔ اہل دعیہ برائے نام ایک دو کافتا ہے ایک بڑی۔ باقی انہی کا نام خرچ کے مقابلہ میں ان کی آمدنی شایر میں گزاریا دہ ہے۔ کنجوس نہیں تھے۔

خود اچھا کھاتے اچھا چھنتے بھروس کو بھی تگ نہیں رکھتے تھے مساجد اور مدرسے کے لئے چرے بھی دیتے۔ شادی بیا کے سماں لیں دین میں تو ان کی فیاضی کافا صاشرہ تھا۔ ایک مرتبہ بڑی یا لگڑے کا بیله بھی بڑے ترک راحت م سے کیا تھا۔ کڑیاں کی بچکا کی تھی اور گدا مولوی ابوقعلی الصادق کا برات میں بیٹا باجس پارٹی نے جایا اسے بھاری معاد مضر پر باہر سے بلا یا کیا تھا۔ برباتی اور قدر مے کے ساتھ شیر ماں بھی پکے تھے فرنی بھی چلی تھی۔

لگری پرانی بات ہو گئی۔ اب قاری صاحب دنیا سے زیادہ دین کی طرف مائل ہیں۔ نمازوں سے سے لگنے بے اثر اور قاتے ہاتھ میں تسلیح رہتے ہیں۔ باقی کر رہے ہیں اور یعنی پرانگی بھی چل رہا ہے۔ کبھی جماعت تبلیغی داں کے ساتھ گشت میں نکل جاتے ہیں۔ غائب ایک چل بھی دیا ہے۔

مرزا چلے گئے تو میں نے عرض کیا۔

”آپ جب سے شاہ بارک علی کے مرید ہوئے ہیں قاری صاحب ماشراۃ اللہ ہو تو یہی میں نہیاں ترقی تقریبی ہی ہے۔“

”تیر اختیار کو دریزم“ انہوں نے ترش انداز میں لوگا۔ اور یار انہی کا نام ادب سے ملکرتے ہیں۔

”سوری قبلہ و کعبہ — مجھے شایر حضرت پشاہ“

کسی نہ کسی طرح الگ کرنے ہیں۔ چالیس بعض اور لوگوں سے کہہ سنکریج کرنے۔ اب تیس کی فرمی۔ آپ تیس نہ سہی دس پانچ جو کچھ دے سکیں دیں۔

”دینے کو تو ہم سبھی ادے سکتے ہیں“ قاری صاحب نے فرمی لہجے میں کہا۔ لیکن یہ بات آپ کبوں نظر انداز کئے جا رہے ہیں کہ آپ کا پروپر سی داؤ علی مونڈ نے کی بناء پر فاستہ ہے اور فاسقوں کی مدد کرنا شہق کی مدد کرنا ہے۔ دس پانچ روپے کیا ایسے عکلوں کو تو ہم دس پانچ پیسے بھی نہیں دے سکتے۔ آپ کو بھی ہمارا یہ مشورہ ہے کہ مرلنے دیجئے بدجنت کو۔ کیا فائدہ ایسے لوگوں کے چینے سے جو اپنے عملت دین دشہ لعیت کا مذاق اڑاتے ہیں۔“

مرزا صاحب احمد طڑے ہوتے اور مسلم نہ فصلت ہو گئے۔ میں مرزا صاحب سے بہت تیارا واقف توہینیں تھا لیکن اتنا شریعت معلوم تھا کہ جس بیمار پر رسی کے لئے وہ قاری صاحب سے مدد لینے آئے تھے وہ ایک قابی رحم آدمی ہے۔ اس کے تین چار پیچے تھے اور ایک بھری او ایک بیرہ سالی۔ وہ جنکی میں حمر تھا۔ تھواہ سو سے کم تھی۔ دفعتاً پردوں پر کوئی مرض پڑا جس نے چلنے پھرنے سے مخذول کر دیا۔ دار عصی وہ تھیں مونڈتا تھا لیکن خائن اور سوت خود تپیں تھا۔ جنکی کے حکم میں اس کی دیانتاری مشائی سمجھی جاتی تھی۔ شاندار اسی نے وہ بالکل فری پھوٹی تری کی گذار رہا تھا۔ اس اگرچہ تی کھنچی بھی بھیرے یا بھی آقی کیونکہ قبورہ تی پیچت کھریوں سلاں کر کے دھگڑا کا بجھ پورا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ یہ اگا، بات ہے کہ سلاں کی بھیشی سے حمرہ ہونے کے سبب اسے ہاتھ ہی سے دندنی گیری کرنی پڑتی اور چھٹے کام دس تھیں میں ہو پاتا۔

چند روز ہوئے وہ میرے ہیاں آئی تھی۔ اہلیہ سے معاون ہو اک دس روپے قرض لے گئی ہے۔ اہلیہ اس کے شوہر کی مزید پرسی کو بھی لئی تھی اور جہاں تک میرا اندازہ ہے دس روپے مزید بطور اضافہ دے آئی تھی۔ اندازہ یوں ہے اگر جانے سے قبل اس کے کمیش لکھنے میں میں نے باسیں روپے دیکھتے تھے۔ پھر

”لخت بھیجنے۔ اگر آپ فرماتے ہیں تو اب ارشاد علی کے پڑوس میں بھی نہیں پہنچوں گا۔“
”فقط ارشاد علی ہی نہیں۔ الحمد لله اور صوان الحمد دعیرہ بھی مودودیتے ہیں۔ تم ان سے سلام دعا کیوں رکھتے ہو؟“
”فظاً سلام دعا۔ راستے میں مل گئے تو سلام علیک ہو گئی۔ کیا اتنے سے بھی خرابی واقع ہو سکتی ہے؟“

”خوب کو دریزیم۔ سلام تو ایک طرح کی دعا ہے۔ مگر الٰہ کو سلاسلِ دعا دے گے تو ایمان کیاں رہ جائے گا۔ سلامتی میں بھی ایمان ایمان کا حصہ ہے۔ مودودیوں کم لے سلامتی کا کیا سوال؟“
”بھر تو ہر سلام کے بعد دل ہی دل میں کہہ دیا کروں گا غارت ہو جاؤ۔“

”تم کہیں ہیں سلام دعا کی خود روت ہی کیا ہے۔ دعا نے قوت میں آیا ہے مغلوم و نترک من یغیرک بانتے ہو اس کام طلب؟“
”پہلے کبھی جانتا تھا۔ مگر جب جسے کو کو جم چور پی کلو ہوا ہے سارا آموختہ پر تھیں کھو پڑی سے نکل کر کھڑا رکی بتایا تھے تو ایک رد پے میں میں چھٹاں بھی نہیں؟“

”خلوٰ بحث مت کیا کرو؟“ انہوں نے ناخوشگوار پہنچیں کہا۔
اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہم ہر اس شخص سے قطع تعلق کرتے ہیں جو آپ کا نافرمان ہو۔ پھر یہ کیسے جائز ہوا کہ تم مودودیوں سے دعا سلام کا تعلق باقی رکھو۔ ان بخوبیوں نے دین کو سیاست سے جوڑ دیا ہے۔ اسلامی حلقہ عقائد کا ٹھنڈا پید کر دی سے؟“

”مگر ایک اطلاع میں آپ کو دون“ میں نے اہمیت جتنا کے انداز میں آواز کو سرگوشی کا سلوب دیا۔ ”قاری بدرا الدین بھی آجھک مودودیوں میں اٹھنے بیٹھنے لگے ہیں۔ وہ تو آپ کے خاص دوست ہیں۔“

”نازی صاحب ذمہنی انداز میں سکرانے۔“
”تم ان کی نظر نہ کرو۔ انہیں ہم نے ہی ان پر بخوبی کے پیچے لگایا ہے۔ سی آئی ڈی کے آدمی سے ہمیں معلوم ہوا تھا کہ جماعت اسلامی اندر بھی اندر کوئی قسم کی سازش کر رہی ہے۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس سازش کا پتہ رکا گرا خوبیں

مبادر ک ملی کہتا چاہیے تھا۔“
”تمہیں شعور نہیں دہ کتنے بڑے شعور ہیں۔ حضرت ارشاد تو چونکہ درجے کے پیر دن کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ وہ قطب العالم ہیں۔ رہیں الادلیہ میں۔ زبدۃ العارفین اور تدوہ السالکین ہیں۔ ادب کو ناسکیوں — بے ادب بے نصیب بے ادب بالنصیب۔“
ان کے چیزوں پر ردِ حادیت کا نواس طرح برس رہا تھا جیسے اپرے مشین سے سفیدے کی پھواہ چھوٹ رہی ہے۔ انھی اور انگوٹھا تسبیح پر تحرك تھے پان کی پیک شاید انزوں نے التہاب کی بنا پر باخچوں سے بہرہ کر رہیں مبارک پر نئے نئے پھول کھلانے لگی تھی۔

”بات یہ ہے قبلہ۔“ پنارکار تو آواب طریقت سے بالکل ناواقف ہے۔ ”آپ کچھ تعلیم دیں تو شاید۔“
”نہیں۔“ انہوں نے بات پوری سے دی ”تم بھی تو گھبہ کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔“ دین د طریقت کے اسرار ناہوں کے سپرد تھیں کہے جاسکتے۔“

”میرا قصور؟“ میں نے حرف سے کانپ کر کیا
”تم ارشاد علی کے ہیاں بیٹھتے ہو۔“ کیا دھبیر شہ مودودی نہیں ہے۔
”آپ سے کسی نے غلط کہدیا۔“ اس نے تو مودودی کی صورت بھی نہیں دیکھی۔
”غمول باتیں نہ کرو۔“ کیا تم نے خدا کی صورت دیکھی ہے۔

”غیری کھوپڑی گھوم گئی۔“ انہوں نے خدا کو مودودی کی شیشیں کر دیا تھا۔
”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ حضور عالی
” بغیر دیکھے بھی مقیدتِ دامتہ کی جا سکتی ہے۔“ ہم نے سنائے کہ ارشاد علی عاتہ مسلمین کو سیاست کی ناپاک راہ میں وقت برناپا کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ بھولے جسے اس مسلمانوں کی توجہ دین سے ہٹانے کا ایک طریقہ ہے۔ اور کیا ہمگی مودودیت —

— شکار کو تو آپ بھی گناہ نہیں کہہ سکتے۔
 ”ثواب بھی نہیں میں —“ انہوں نے بُرا سامنہ
 بناؤ کہا۔ کتنا اچھا ہر اگرید وقت تم ذکر اللہ میں گزارو
 — تبلیغ کے لئے ادھر اور صنکل باز۔
 ”یہ بھی ارادہ ہے۔ کچھ دیشکار رکھیلیں گے پھر
 آس پاس کے دیہاتوں میں تبلیغ کریں گے۔“

”بڑا امبارک ارادہ ہے۔ گاتبلیغ والوں کے پاس اگر
 تھرمس جیسی چیزوں دیہاتیوں نے دیکھیں تو وہ ذرا بھی دھیلہ
 سے تھاری یا تھیں نہیں سنیں گے۔ بھار امشورہ ہے کہ ایک
 جھولی میں مقصوڑے سے چنے اور گڑے جاؤ۔ کوئی نکار
 یہ دیہاتیوں کی نظرؤں میں آجائے۔ ایسی چیزوں کا بڑا اثر
 پڑتا ہے۔“

”بھی مناسب مشورہ ہے۔ لیکن یہم ایسا کریں گے
 کہ تھرمس ناشستہ دان اور دیگر اشتیਆ شکار والے ٹھکارا پر
 چھوڑ دیں گے۔ ساتھی بہت سے ہیں۔ وہاں کوئی نہ کوئی
 پیٹھوں ہی جائے گا پھر تم جھولی رکھا کر دیہاتوں کو نکل جائیں گے۔“
 ”یہ بھی ہر سکتمہ ہے۔ مگر پنک تو ہر جا انگریزی چڑھے۔“
 ”میری زبان پر ازگار سے رکھدی ہجھے اگر آئندہ بھی اس
 سخنوں لفظ کا نام بھی لوں — مقصد تو پیدا نہ رکھے۔“

اور تبلیغ بھی۔ جی ہاں۔“

”مگر تو دین کی توپیں ہو گی کہ تبلیغ کو دنیادی مقصد کے
 تابع بنایا جائے۔“ بھی ہمارا تو دل نہیں ملتا۔ بھاری مانو تو
 یہ پروگرام منسوخ کر دو۔“

”هزار در کردیتا اگر احباب مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے
 — لیکن کیتھے قاری صاحب۔ میں بڑے ناز کے ساقوں اُن سے
 کہ آیا تھا کہ حضرت قاری صاحب بھلا جھٹے تھرمس کو انکار کیتے
 کر سکتے ہیں۔ وہ بڑے دریاوں اور شہنشہ بزرگ ہیں۔“

”تم نے غلط نہیں کیا۔ تم نہیں بہت ہر زیر ہو اور دریا دل بھی
 نہیں در شہیں لی ہے۔ مگر پنک۔“

”خدا کے لئے یہ سخنوں لفظ مرد دیرائیے۔ میں اپنا
 گلاغونٹ لوں گا۔“

جلیلوں میں محسوس اُمیں گے۔“ اودہ — مگر سازش کس قسم کی ہو سکتی ہے۔“
 ”کسی بھی قسم کی ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق
 کو قتل سے بُرا حکم خیر ایسا ہے۔ ہر سازش سے فتنہ ضرر پیدا ہونا
 ہے۔ بھار افرض ہے کہ فتنے کا سرچین کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکومت
 حاصل کریں۔“

”راقصی آپ کے خیالات بہت اوپنے ہیں۔ آپ
 اگر احجازت دیں تو خادم کسی کسی وقت حاضر ہو کر آپ سے
 تھوڑا بہت کچھ سیکھ لیا کرے۔ مرنے کا خیال اب بہت
 ستائے لگا ہے۔“

”لگھ رہے تھے اسرا — جب چاہے آ جایا کر دے۔“
 الحمد للہ۔ اب ان کا مودود کچھ درست ہوا تھا۔ ایک
 پان اور ٹھنڈے میں رکھ کر بڑی آسودگی سے ٹھنڈہ چلانے لگے تو میں نے
 سمجھ لیا کہ عرضِ دعا کا مناسب وقت آ گیا ہے۔

”ایک گز ارش پی قبلہ — اپنا بڑا تھرمس ایک
 دن کے لئے دیدیجھتے۔“

”کیوں لیکا کر دے گے۔“

”اُوارس میں یہم کچھ احباب پنک کو جا رہے ہیں۔ تھرمس
 میں چائے بھر لیں گے۔“

”تمہارے پاس اپنا تھرمس نہیں ہے؟“
 ”تما کبھی۔ مگر بچ کھایا۔“ باقی حالات کچھ ایسے
 ہی چل رہے ہیں قبلہ۔“

”بعضی ہمیں دینے میں تو کچھ عذر نہیں تھا۔ مگر پنک
 تو انگریزی چڑھے۔ ہمگناہ کے کاموں میں تعداد لیکے کریں گے۔“
 ”انگریزی کہاں قبلہ۔ ہم توگ تو زدرا شکار دغیرہ د کا
 ارادہ رکھتے ہیں۔“

”کچھ بھی ارادہ ہو پنک تو کوئی اسلامی چیز نہیں۔“
 ”سیر سمجھ لیجئے۔ سیر سپاٹا نہ رکھ۔“

”بھارے سمجھنے کسی سے کی حقیقت تو نہیں بدل جاتی
 — پنک انگریز خلیفتوں کی ایجاد ہے۔“
 ”یہ انگریز پر بھی اور اس لفظ پر بھی بزرائعتیں بھجوں ہیں۔“

دوسرا غار پر پورہ چونزے فنا کے گھاٹ اتار گیا۔
اپنے صغير جب یہ ماجرہ بيان کرو رہی تھیں تو فرزانہ کی
آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے تھے۔ پھر دبی دبی چکیاں بھی
ستانی دیں۔

”کیا پانچل پن ہے بیٹی؟“ صغير نے مشقانہ لہجہ میں ہجر کا۔
امشک کی اسی میں کچھ پہتر قاہر گی رو دیا تھا۔ ”کرتے“
”آپ میں سے کسی نے قاری ایساں کو بھی اطلاع دی
کہ ان کے تھے کیا غصب ڈھایا ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”ہاں بیٹی۔“ میں ان کے گھر کہہ آئی تھی۔ اپنے صغير سے
بولیں ”بیچارے افسوس کو رہ ہے تھے؟“
”فقط افسوس؟“ میں اونٹا۔ ”کیا اس سے آگے انکی کوئی
ذمہ داری نہیں تھی؟“

”یہ تو دیکھا جائیں۔“ وہ بولیں ”میرتے یہ ضرور انھیں بتا دیا
خدا کے نقشان دو سو سے کم کا نہیں ہوا ہے کیونکہ ایک مرغ اور ایک
مرغی ابھی بچھے ہوئے میں نے چالیس روپے میں خرید رہے تھے۔ بڑی
بڑی نسل کے تھے۔“

”اس پر وہ کیا کوئے؟“
کہنے لگے یہاں اکتی بھی بڑی اعلیٰ نسل کا ہے۔ کوئی بات ہی
ہو گی جو ایسی ناشائستہ حرمت کو بیٹھاد رہنے اس کی تربیت پر تو
بڑا درد پسیہ صرف کیا گیا ہے۔“

میری آنکھیں فرط حیرت میں چکنے لجوں لگی تھیں۔
”پھر تک ہواؤں۔“
”کیوں؟“ صغير صاحب و نکے۔

”میں ان سے کہوں گا کہ کم سے کم مذاہ جانہ تو مرغیوں کی
پڑھا ہی دیں۔“ بغیر اس کے ان پیچا یوں کی بخشش کیے
ہو گئے۔“

بات میری ظاہر ہے تھنن ہی تھنن ہی تھی بلکہ لہجے سے انھوں
نے محوس کریا کہ مجھے غصہ رہا ہے۔

”چھوڑیتے۔“ فرتوں میں سے مرغیاں تو لوٹنے سے رہی
ان کی تھا اگئی تھی۔ تھتے کا توہاں بن گیا۔“

”نہیں بھی۔ خدا کو دھوکا تم نہیں دے سکتے۔ تم جا تو ہے
پوچھنک ہی کو پھر تم کیسے تعاون دیتیں؟“ پھر ایک شانے
خاموشی رہ کر وہ یوں۔ ”اب ہمارتی تلاadt کا وقت
ہوئیا۔ ہے پھر کبھی آنا۔“

میری کیفیت ایسی ہی تھی جیسے کسی نے تپک بازار کے نکا
کر کے مارا ہو۔ وہ فقرہ وہ اکتے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور میں
حقوقی لسلکانے تھا۔ دہن کی جگہ کی راستہ پر آیا۔
قریب ہی صغير احمد کا ہر رخا۔ سوچا کی دن سے گیا نہیں
بھول دہاں بھی بھوڑا چلوں۔

صغير احمد فارج کا شکار تھے۔ ایک ہاتھ اور ایک پسیر
بیکار ہو چکا تھا۔ تو کہی کے زمانے میں جو کچھ جوڑا اتحادہ سال
میں کھایا پائیا۔ دہ تو یوں سلیقہ رشا۔ تھی درجنہ چند سور و پے
دو سال تک کیا ساختہ دیتے۔ یوں نے سور و پے رکا کو گھری میں
مرغی خانہ طولوا اور اتنا ہو گیا کہ دس بیس روپیہ مہینہ اس سے بھیں
ہی جاتا۔ دو لاکھاں تھیں۔ درود کے۔ بڑی لڑکی فرز آزاد شادی
کے قابل ہو چکی تھی بلکہ راجھ رشتہ ناپید تھے۔ روز افرزوں مہنگاں
تھے اس حال کو ہیچا دیا تھا کہ دوست کی راں روٹی بیٹھکل چلتا۔
بعین اوقات صرف چینی روٹی پر گزارہ کر دیا جاتا۔ لکھتے میاں
یوں دو دن ٹڑے غیر تمند۔ کیا جمال کسی کے سلسلے ہاتھ پھیلایا
ہو۔ صبرہ شکر کے سوا میں نے کبھی ان کی زبانوں پر کوئی شکوہ
کوئی ناتم نہیں پایا۔

میرا خدا مقدم حرب معمول خونہ پیشانی سے کیا گیا تگقدم
رکھتے ہی مجھے محض سوں پہنگیا تھا۔ آج کوئی خاص بات ضرور ہے
میاں یوں کے چھرے اترے ہوئے تھے اور فرزانہ بھی پسخمل سی تھی۔
”دیخیریت تو پہے جتاب۔“ یہ ادا کیسی برس رسی ہے۔
”د کوئی بات نہیں بیٹی۔“ مولا جو کچھ کرتا ہے بہتری کرتا ہے۔
”کیا کیلئے ہے مولائے؟“ میں اچھا کر دولا۔

”فرزانہ بیٹی چاہے بنالو۔“ صغير احمد نے میری بات
کا جواب نہیں دیا۔

تلگھاں تو کھلتا ہی تھا۔ معلوم ہوا کہ رات قاری ایساں
صاحب کا کتنا مرغیوں کے جاں میں گھس کر ایک درجن مرغیاں

ک خزانہ ہی ملادیں۔ رکھ لیجئے اسے جیب میں۔ دس پیسے والے سکے جیب میں پڑے ہوں تو دیں دیں دیں کافی ہوں گے گے
اخنوں نے قہر الود نظاروں سے مجھے کھو رائے بہت۔

گستاخ پڑتے جا رہے ہوتم — دیکھو میاں ملنا جتنا ہے تا دادا
گفتگو سکیو۔ طنز و تھیک بدو بیوں لوگوں کا شیرہ ہے۔ ہم بردینی
برداشت نہیں کر سکتے؟

”پتہ نہیں آپ کس دین کی بات کر رہے ہیں“ مجھے تاؤ آگی
”خادم کسی لیسے دین سے دافت نہیں جو غریب پڑ دیوں
پر ظلم و حانے کی حیات کرتا ہو۔“

”لکھی کو اسن کر دے ہوتم — مرغیاں کتنے ماری
ہیں ہم نے تو نہیں ماریں“

”ٹھیک ہے قاری صاحب — آپ کہنا بھی آپ
ہی کی طرح اعلیٰ انسن کا ہے — غالباً کسی انگریز سے خریدا تھا
آپ نے“

”در تھیں اس سے مطلب — لب اب میرے پاس
وقت نہیں۔ بڑا وقت بر باد کرتے ہو۔“

”خادم جو ٹھیک آپ کا — شاید صغیر صاحب کی اہمیت نہیں
تھا آپ کو بتا ہی دیا تھا کہ نقصان دسو سے اور کاہر ہو اے؟“

”یہ تقدیری معاملات ہیں — ابھی زلزلہ آجائے اور
کھڑے مکان گر جائیں — کتنے آدمی نہیں ہوتے کہ ان کے فعل و
عمل پر قانونی نقطہ نظر سے غور کیا جائے؟“

چھ بھی قاری صاحب — میری نقطہ نظر میں بھی آدمی ہیں
جو کتنی سے گئے گذرے ہیں۔“

”کیا مطلب ہو اس بات کا؟“ اخنوں نے یہ درشت مجھ
میں سوال کیا۔ آنکھیں بجلیں اس برساری تھیں۔

”یاد نہیں کسی بندگ سے ایک بادشاہ نے استہزا کر کے ہو
پر پوچھا تھا کہ تم کتنے سے بہتر پریکارا تھم سے یہ بزرگ نے جواب
دیا کہ اگر میں اپنے خانوں کا فرمان بردار ہوں تو کتنے سے بہتر ہوں
اور اگر نافرمان ہوں تو کتنا مجھ سے بہتر ہے۔“

”اس کا بھی مطلب تباہ — اس وقت اس مشیل کا
کیا موقع تھا؟“ وہ دانت کچکا رہے تھے۔

”ہو سکتا ہے ان کے کتنے کا بھی وقت موعداً آ جکا ہو۔
میں اس کی لاش پر نماز جنازہ ضرور پڑھون گا۔“

وہ روکتے ہی رہے تھے میں یہ کہکش کا بھی آتا ہوں بھتانا
ہوا اٹھا اور قاری صاحب ہی کے گھر پہنچ کر دیا۔

”ہاں میں تم پھر آگے ہے؟“ اخنوں نے تا خوشگوار لیجئے میں کہا۔
”مجھے پتہ چلا کہ آپ ابھی تلاوت نہیں کر رہے ہیں کبوتر
چکار ہے ہیں — سوچا پھر زیارت کر لوں۔“

”میاں میں کہہ تو چکا ہوں کیونک کے لئے تھرمس نہیں
بلے گا۔ اب بار بار۔“

”پکنک اور تھرمس دو نوں کوئی طلاق مغلظہ دے جائے گا۔
آپ سے کچھ اور عرض کرنا ہے؟“

”کرو کچھ اور بھی۔“ وہ بہت بیزار نظر آ رہے تھے۔

”آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ کے ہماسے صغیر احمد غریب اور
معذور آدمی ہیں — چند مرغیاں ہی ان کا برا بھلا ذریعہ معاش
رو گئی تھیں۔“

”اوہ — تو اب تم ہمارے ذاتی معاملات میں بھی ٹالگ
اڑاؤ گے۔“

”میری کیا مجال قاری صاحب — آپ میرے بزرگ ہیں
انڈوں لے ہیں۔ میں تو صرف اتنا عزم کرنا پاچا ہتا تھا کہ مرغیوں
کا قاتل آپ کا کرتا ہے — آپ ہی ایک عزیز ہماسے کے
کے اس نقصان کی کچھ تلاٹی فرماسکتے ہیں۔“

”کمال کرنے ہو میاں تم — کیا ہم نے کتنے کو سکھا پڑھا کر
بھیجا تھا۔ — غلطی ان کی ہے جاں مضمون نہیں بناؤ کر رکھا۔“

”دندھلی مرغیوں کی بھی تھی کہ اخنوں نے شہزاد قبول کری
— پھر بھی آپ کچھ تلاٹی فرمائیں۔ تو اب میں گا۔“

”تو اب عذاب کا سین اب تم نہیں پڑھاؤ گے — کیا
زمانہ آگیا ہے — خرچو تم کہتے ہو تو میں تمہیں مایوس بھی نہیں کرتا۔“

اخنوں نے جیب میں ہاتھ دال کر پانچ روپے کا فورٹ نکالا
اور میری ٹھہر پڑھا دیا۔

”ارے توہہ — آپ تو حد ہی کرتے ہیں،“ میں نے فوٹ
کی ٹھہر دیکھ کر نیاز مندا لہجے میں کہا۔ اب یہ بھی مطلب نہیں تھا

”کیوں نہیں سوچنا چاہیئے۔ میں اپنے کام کا صاحب نہیں ہوں آپ صرف کتنے کوئے رہے ہیں میں قاری صاحب کی جیب سے دوسو بھی نکھاؤں گا — کوئی بات پرستی“
”تم باز — میں ہر حال تھیں انتقام کا مشورہ نہیں دوں گا“

”دین بھی تو کوئی قادر نہیں — مشورہ تو میں نے لاث صاحب کا بھی نہیں مانا۔ والد مر جوم کے درست تھے حافظ تھیں احمد۔ انھوں نے ایک دفعہ بڑی درمندی سے مشورہ دیا تھا پر خود دارسینا کبھی مت دیکھا کر دیہ سہت بری چڑھے۔ میں ٹھیک اسی دن آخری مثیں بہنچ گیا تھا۔ اب قدرت کی سترم ظرفیتی کیجئے کہ تینے کاٹکٹ نہیں ملا تو میں نے اور پر کا خرید لیا۔ اور پر خود صافطاً تینی تھی موجود تھے۔ جھے دیکھتے ہی کہنے لگے سخت نالائق ہو آج ہی تھیں سمجھا یا تھا کہ سینما مت دیکھا کر دے۔ ایک دن بھی نصیحت پر عمل نہیں کیا“

سرپ نہیں دیتے۔ وہ تھے ہوں گے میں مذاق کر رہا ہوں حالانکہ یہ مذاق نہیں تھا۔ واقعہ بالکل اسی طرح پیش آیا تھا۔ پھر میں نے حافظ صاحب سے پوچھا تھا کہ آجناہ نے کیسے تکلیف کی قدرہ بر جستہ یوں تھے کہ تم فلمی گاؤں کی نہ مرت میں ایک ضمون لکھنے والے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ اس ضمیل میں بھی کمی کا نام نہیں۔ اب ہم انھیں نوٹ کر کے لے جائیں گے اور پر دیکھنا کتنا زبردست ضمون اس خرافات کے خلاف لکھنے ہیں کجھ تو نہ سازی قوم کا اخلاق بگاڑ دیا ہے۔ ہر کمی آدمی رات اب کھر جائے دو۔ استغفار انشہ۔

میں نے کہا تھا یے شک آپ تھیک کہتے ہیں میں خود بھی ایک ضمون بلکہ ایک کتاب اس موضوع پر لکھنے والا ہوں کہنلوں میں عربی کس رفتار سے پڑھ رہی ہے۔ میں نے ایک فاہر لاد ریافت کیا ہے جس سے عربی کا وزن علوم ہو جاتا ہے۔ مثلاً منی اسکرٹ کے مقابلے میں سارے بھی دالے بلا ذر کہریا نی چھ اعشاریہ لوگوں کم ہوتی ہے۔ اس وزن کو تین اعشاریہ پانچ سے ضرب دیکھ دو اعشاریہ چار سے تقسیم کر دیا جائے تو بڑی اور بڑی والی عربی کا وزن نکل آتا ہے۔

”آپ انکساری سے کام لے رہے ہیں — مصلحہ ارش
آپ کو مطلب بتاؤں — نعمذبا انشہ“

”خوب سمجھتا ہوں تمہارا تائیں — مودودیوں سے میں بول نے تھیں شیخان بتا دیا ہے — یاد رکھو۔ مرے وقت ایمان نصیر نہیں ہو گا۔ بڑوں کی شان میں گستاخی کرنا کوئی معمولی بات نہیں“
”کتوں کی بڑائی میری تمحک سے بالا ہے — میں نے تبدیل کرنے کی شان میں تو گستاخی کی ہے۔ آپ تو اکیوں مان گئے“

”اچھا میں دفعہ ہو — نالائق کہیں کے“
دفعہ ہو کر میں پھر صغير صاحب کے بیان پہنچا۔ انھیں راستان سنائی تھے مذکورہ مضمون میں او ازاں میں کہنے لگے ”بھی بھجوڑ جوہا سوتھا۔ فرزانہ کی ماں“ دہاہلیہ سے مخاطب ہوتے ”ایک دو انڈا ہی ابال لو۔ فائی چائے کیا تھیک رہے گی؟“
”میں نے پہلے ہی دو انڈے ابال نے پہلی فرزانہ بولی۔“

”یہ سب تکلیف دہ ہے لے کے میں نے کہا۔ اسی لئے آپ کے بیان آئے سے کرتا تھوڑا۔ مصلحہ اپنے اور انڈوں کا کیا کیا وقت تھا۔“

”بس رہنے دیا کر۔ بڑا آیا تکلف والا۔“ اپلی صغیرہ بولیں ”مسیک دو نہیں تین بیٹھے ہیں۔ تو کیا بشیر سے کم ہے؟“ بشیر ان کے بڑے بڑے کام تھا جس کی عمر بارہ سال تھی۔

”بیٹوں کا کام ماں باپ کی خدمت کرتا ہے۔ میں کوئی سوت خوری کے آپ کے کس کام آتا ہوں؟“

”لوسن لو۔ ارس دفعہ تو میکے انڈوں کی ذکری میکر گیا۔ جانے لکھنے دفعہ سو اسفل لا کر دیا ہو گا۔ جب ضرورت پڑتی ہے تسلیک سو اسکے تکلیف دیتی ہوں۔“

”آپ شرمذہ کر رہی ہیں — خیر خیر۔ میں اب پہنچ کر دھاڑوں گا۔“ سات سن لمحے تاری صاحب کا کا پر سوں کا سورج نہیں دیکھ سکے گا۔

”ارے نہیں“ صغیر صاحب نے ترہانہ انداز میں ٹوکا ”ایسا نہیں سوچتا پا جائیتے۔“

”ہائیں یہ بھتی کیا ہوتا ہے۔“ گیا تم بھجیں ہب کاس
تلگستی میں چھوڑنے کا رادہ کر رہی ہو۔“
”آپ سے کون و مانع مارے۔“ اچھا لیک
بات بھجوں میں آئی۔ میرے پاس لٹھ پھوٹ کا کچھ سونا پڑا ہے
اسے نیچے آئیے۔“

”د افہ“ میں اچھل پڑا۔ ”آج یہ منفرد سے پھوٹ
رہی ہو۔ پرسوں میں لکھنی خوشنام کر رہا تھا کہ پیر ان کلیکر کے لئے
سوچا پس کا انتظام کر دو۔ اس وقت ترس نہ آیا۔ انشقام
اب کی عرض کا برداز در شرور ہے۔ جانے کہتنے تک تو کہ کولا کے
گئے ہیں۔“

”جہنم میں گیا کو کولا اور۔“
”چوب۔“ عرس کی ستان میں کوئی تصدید پڑھا تو آسمان
چھٹ پڑیگا۔ خیر لا دتم ٹوٹ پھوٹ تو لا د۔ آجھکل جھاؤ جمیں اچھا
ہے تین چار تو لے جمی ہوا تو چھ سات سو میں جائیں گے۔“
”تین چار کلو کیئے۔“ بہت سے بہت پارچھ جھ ماش
ہو گا۔“

”لیں تو چادر اور کے سور ہو۔“ پچاس ساٹھ بیتی
سے زیادہ ہاتھ نہ آئیں گے۔“

”جو جمی ہے۔“ کچھ کلام چلے گا۔“
”مگر صنیع صاحب یا ان کی ایک خیرات لیں پر آبادہ
نہ ہوں گے۔“

”خیرات کیسی آپ قرض دیجئے۔“ نہ خیر آپ روپے
مجھے ہی لا دیجئے میں خود دے لوں گی۔“

”اچھا تو میرا اعتبا نہیں۔“
”ہے بابا۔“ آپ پیچے نو آئیے پھر حسما مناسب ہو گا۔“
”اب ہم بایا بھی ہو گئے۔“ کل بروپے میاں ہو جائیں گے۔

”اندر ہمیں جانے آسان کیسے فائز ہے۔“
”آپ دماغ کھلانے کے کسی بین الاقوامی مقابلہ میں حصہ لے جئے۔“

”انشاء اللہ اول آئیں گے۔“ پیچے کہ رہی ہوں صبح
سے درد ہے سر میں۔ آپ پہلے تصویرت دیجئے ہی محیں
کریا کرتے تھے کھلیجیت شیکھ ہے باخرا۔ اب اتنی

”چھا جان۔“ بچپی بہت دن سے ہمیں آئیں۔“
”رفعت افرزاد مجھ سے بولی۔“
”ار۔“ پاں آئیں گی۔ انشاء اللہ احجل میں
آئیں گی۔“ میری یادوں کا طسلم ٹوٹ گی۔

چائے پی کر میں رخصت ہوا تو اب تک تھی کہ فاری صاحب
سے دوسو یکے دھوں کئے جائیں۔ ظاہر ہے یہ کوئی تکھیں تو نہیں
— پتہ نہیں کتنا وقت لگ جائے۔ پھر ان غربوں کے
مرغی خانے کا کیا بنے گا کیسے اسے کو کاڑی چلے گی۔

”و ٹھرپنچک اپنی کو سارا ماجھ اسنا یا۔ وہ شرست سماں غرب ہوئی۔
”سی نسخی طرح ان لوگوں کی مرد کرنی چاہیتے۔“ اس
نے تجھے ٹھٹھ لئے وائی نظر دیں سھورا۔

میں چار ٹانگوں والے آدمی کا بہر دپ بھرے بیتا ہوں۔ ایک
نیچکٹ کاٹھنڈوڑہ ٹپوادو کچھ جمع ہو رہا جائے گا۔“
”آپ تو خواہ خواہ چھلا گئے۔“

”بھا گوان۔“ کوئی اور دروازہ کھلا ہم تا تو تمہارے
کیشیں سے دس روپے کیوں اڑاتا۔“ چوری میسری
ہا بی تو نہیں ہے۔“

”کہیں سے قرض نہیں لاسکتے۔“ سوچا سہی ہی۔“
”مشکل ہے۔“ سود کے بغیر اب تقریباً نہیں ملتا۔“
”یہ مروٹی صوفی فاری اتنے آپ کے احباب بھرے

پڑے ہیں ان سے جو لے سکتے۔“

”وہ جمی اب سود مانگتے ہیں کیونکہ علمائے ہند کے سر کاری
اخبار الجمعیۃ میں جب شے سود اور لاثری کے اشتہار چھپنے کے
ہیں اپنی سود کی حرمت میں کلام ہو گیا ہے۔“

”یہ طنز میرے سامنے کیوں۔“
”ارے طنز ہمیں ڈار لائیں۔ مددی صدقیقت کل ہی مروٹی اٹھا
کے ٹھریں لاثری کے چھ سات گھنٹے خیر سے گئے ہیں۔ بچھے ہفتے
قادی تقدیر نے ایک دیہاتی لوسر دپے قرض دیتے تھے تو دوسو کا
رقعہ لکھ کر سات فیصد سود جمی درج کر لایا تھا۔“

”ہم گا جمی۔“ آپ تو کہیں کہیں بات لے جاتے
ہیں۔“

کی طرح اس کے لب دلپ پر بھیں گئی تھی۔ وہ اتنی حسین نظر آ رہی تھی کہ اگر صحن میں پھرٹے صاحب زادے موجود نہ ہوتے تو میر اس کا دوہ باخڑ جوں لیتا جس سے اس نے ڈیبا مسیدی طرف بڑھا لی تھی۔ (جاری)

دآدم کے ایک بیٹے۔ قاری ایسا سے آپ پل دیئے
— دو سکرے بیٹے جبار سے الگے ماہ بیٹے)

حقیقتِ عبودیت

شیعہ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک نہایت مفید اور بصیرت افرید رسا لے کا عالم فہم اور سلیس اردو ترجمہ قیمت ایک روپہ یعنیں پیسے ۱/۲۵

عبدِ ربِ ربِیٰ کے میدانِ جنگ

حضرت مولانا کے دربار مبارک میں جو ۱۶ ایساں ہر یوں کئے میدانی نقشے کیا رہے۔ اپنے موضوع پر ایک اچھوٰتی اور محققانہ تصنیف۔ قیمت ۳ روپہ روبپہ ۱/۵

مسند امام اعظم

یہ کتاب آپ کو بتائے گئی کہ فقہ حنفی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھنا گہرا اور بنیادی ربط ہے ۵۲۳ احادیث کا ذخیرہ فقہی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ جس سے ہر خاص دعا کو مطلوبہ مسئلے و تینھیں میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا عبد الرحمن شید استاذی کا لاجواب مقدمہ بھی ہے اور قاری احمد کے قلم سے امام اونٹی کے حالات بھی۔ ایک کالم میں عربی مع اعراب اور دوسرے کالم میں اردو ترجمہ سے قیمت مجلد سے دس روپے ۱۰/-

مکتبہ تخلیٰ - دیوبند (یونیورسٹی)

وہ یوں بھی کچھ عکس نہیں کرتے۔ اس کی آواز میں دعوائشکہ دیوانہ کارنگ آگیا تھا۔ پھر سے پر ادا سی حلیل گئی تھی۔

” تو یہ ہے میری ڈیرو ڈار لنگ — اب تم عشق کے نفس پر دارِ تحقیق دوگی — چلو جلدی سے لٹٹ پھرٹ نکال کر لاو۔ ”

” عشق نو خیر آپ کے لب ہی کاروگ نہیں — پھر بھی اتنے لاپرواپ کبھی نہیں تھے۔ ”

” خواہ مخواہ کی پدگانی — کیا شوت ہے تمھارے پاس۔ ”

” پرسوں آپ نے پیران کلیہ جانے کے لئے پسے مانگتے ہیں۔ میں نے کہا میسے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے پھر کچھ نہیں کہا اس پلے گئے چپ چپاتے۔ ”

” تو اس میں لاپرواپ ای کیا ہر ہی؟ ”

” اس سے پہلے تو کبھی — کم سے کم پیسوں کے معاملہ میں آپ نے آؤں سخیر کی سے میرا اعتباً نہیں کیا۔ ”

” میکی بیاد گذہ لازم — ارسے جناب خادم تو اس لئے چپ ہو گئی اتنا کہ آپ کو آخر ہاں تک تنگ کروں۔ اسے آپ لاپرواپ کہہ رہی ہیں۔ ”

” مجھے احمد مست بنایئے — جذبے منطق کی ترازوں میں نہیں تلاکرتے۔ ”

” یہ تنبیث کا قول معلوم ہوتا ہے — اب میں ہیگل اور چیانگ کافی شیک کے فلسفہ پولنے نگوں کا قزم بود ہو کر سرپرے لوگی — مانی سوٹ ڈالنگ جلدی سے سونا نکال لاؤ۔ ”

” وہ بکس سے ایک ڈبیسا نکال کر لائی جس میں زیورہ سے جھپڑے ہوئے تھے ریزے تھے۔ غالباً اس کی آخری پوچھی — میسید ول میں دوسرا اٹھاگر میں نے لئے تھے میں تبدیل کر کے ہونٹوں سے نکال دیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت کسی کھو رکھا گمان ہو رہا تھا۔ ”

” اس لئے نہیں کہ اچانک وہ قلوپڑہ میں گئی تھی بلکہ اس لئے کہ جذبہ خلوص کی جاندنی غافل

Monthly

TO JALY

DEOBAND UP

تجلی

REGD. NO. 872

DURR-E-NAJAF

surm



الْفَيْضُ حَمَانِي
دِيوبندِ بُونِي

بابری خاص جی
سلائی ۱۵ پیسے

کوئی کچھ ترشی کا سامنہ طلب کرنا پڑے گے۔

نپخے موتی
سوئے چاندی کے درق
اور ۲۴ دواوں کا یہ مرکب
طب قدیم کے ایک
نادر نسخے سے قائم ہی
طرز پر تیار کیا جاتا ہے۔
آنکھوں کی تمام بیماریوں
میں مفید۔
نیگاہ کو قوت اور
پانڈاری دینے والا۔

ایک توڑہ
چھروپے
ڈاک خرچ
2-50
چھٹا شاہ
سالستین روپے

بابری خاص جی
سلائی ۱۵ پیسے